سلسلۂ مطبوعاتِ کتابخانۂ ریاست رامپور — نمبر ۱

مکاتیبِ غالب

نجم الدوله دبیر الملک میرزا اسد الله خان بہادر نظام جنگِ دہلوی متخلص به
غالب کے اون عرایض و خطوط کا مجموعه جو نواب فردوس مکان،
نواب خلد آشیان (طَابَ ثَرَاهُمَا) یا دیگر وابستگانِ
دربار کی خدمت مین لکھے گئے تھے

باضافۂ
مقدمه و حواشی از

امتیاز علی عرشی

ناظمِ کتابخانۂ ریاست رامپور

حسب الحکم فرمانروایِ رامپور دام اقبالهم و ملکهم

مطبعۂ قیّمه — بمبئی

(مالکان: شرف الدین الکتبی واولاده)

۱۹۳۷

فہرستِ مضامین

تقریبِ کتاب .... ۵ - ۹

دیباچــــہ:

تمہید .... ۱۰ - ۱۶

سرگذشت غالب .... ۱۷ - ۳۸

تصانیف .... ۳۹ - ۴۴

تلامذہ .... ۴۵ - ۴۶

لوازمات امارت ۴۷

انگریزی تعلقات .... ۴۸ - ۵۷

بہادر شاہ ظفر سے تعلقات .... ۵۸ - ۵۹

تعلقات رامپور .... ۶۰ - ۱۱۳

انشای غالب .... ۱۱۴ - ۱۵۷

متعلقات انشا .... ۱۵۸ - ۱۶۴

طباعت خطوط .... ۱۶۵ - ۱۸۳

بحضور نواب فردوس مکان، طاب ثراہ .... ۱ - ۴۷

بحضور نواب خلد آشیان، طاب ثراہ .... ۴۸ - ۱۰۸

بخدمت نواب سید زین العابدین خان بہادر .... ۱۰۹ - ۱۱۱

بمطالعۂ منشی سیلچند صاحب میر منشی .... ۱۱۲ - ۱۱۶

بنام خلیفہ احمد علی صاحب احمد رامپوری .... ۱۱۷ - ۱۱۹

بنام مولوی محمد حسن خان مالک مطبع .... ۱۲۰ - ۱۲۱

فہرستِ اشخاص و قبائل .... ۱۲۳ - ۱۲۸

فہرستِ مقامات .... ۱۲۹ - ۱۳۰

فہرستِ کتب و اخبارات .... ۱۳۱ - ۱۳۲

تصحیح و استدراک .... ۱۳۳ - ۱۳۵

(فہرست تصاویر پشت پر)

فہرستِ تصاویر

مقابل صفحہ

۱ ــ شبیہِ نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ
متخلص بہ غالب .... ۱۷ دیباچہ

۲ ــ عکسِ خطِ میرزا اسد اللہ خان غالب دہلوی محفوظۂ
دار الانشاء .... ۱۴۶ دیباچہ

۳ ــ شبیہِ مبارک جناب نواب سید محمد یوسف علیخان بہادر
فردوس مکان، طاب ثراہ ۱

۴ ــ شبیہِ مبارک جناب نواب سید محمد کلب علیخان بہادر
خلد آشیان، طاب ثراہ ۴۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

نحمدہ و نستعینہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سنہ ۱۹۳۵ع مین جنابِ معلی القاب عالیمرتبت سید بشیر حسین صاحب بہادر زیدی، چیف منسٹر ریاست رامپور، نے حقیر عرشی کو حکم دیا، کہ بندگانِ اعلیٰ حضرت ہز ہائنس کپتان عالیجاہ، فرزندِ دلپزیرِ دولتِ انگلشیہ، مخلص الدولہ ناصرالملک امیرالامرا، نواب سید محمد رضا علیخان بہادر مستعد جنگ فرمانروای رامپور دام اقبالہم و ملکہم کے ایمای ہمایون کے مطابق، میرزا اسد اللہ خان بہادر غالب دہلوی کے مکاتیب، جو موصوف نے نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیان (طاب ثراہما) یا دیگر وابستگانِ دربار کے نام لکھے تھے، اور عرصہ سے محکمۂ عالیۂ دارالانشا مین محفوظ تھے، ضروری حواشی اور ایک سیر حاصل مقدمہ کیساتھ مرتب کرون.

میری علمی بے بضاعتی اس بارِ گران کی کسی طرح متحمل نہ تھی، اور دامنِ ہمت اس شرفِ بے پایان کے احاطہ سے کوتاہ نظر آتا تھا. مگر بمقتضای

من درین رتبہ از کجا؟ لیکن ٭ مور پروردۂ سلیمان است

بتعمیلِ حکم ترتیبِ مکاتیب کا کام شروع کیا، اور مسلسل دو سال کی شب و روز کی محنت کے بعد اس مجموعہ کی ترتیب کے فریضہ سے سبکدوش ہوا. مجھے اسکا اعتراف ہے کہ میرزا غالب کے سہلِ ممتنع مکتوبات پر حواشی

کا اضافہ ریشمی لباس مین ٹاٹ کا پیوند لگانا، اور اونکی انشا پر اظہارِ رای آفتاب کو دنیا سے روشناس بنانا ہے. تاہم اسکی قبولیت کا خواستگار، اور یہ سوچکر کہ قبولیت کے لئے نازِ خوبی سے زیادہ نیازِ خلوص کی ضرورت ہے، جو میرا واحد سرمایۂ حیات ہے، اپنی مراد کے حصول کا امیدوار ہون.

دیباچہ کی ضرورت

میرزا غالب مرحوم کے سوانحِ حیات اور کلامِ نظم و نثر کا انداز و مرتبہ سمجھنے کیلئے خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کی «یادگارِ غالب» مولانا غلام رسول مہر کی «غالب» اور مسٹر محمد اکرام، ایم، اے، کی تازہ ترین کتاب «غالب نامہ» عصرِ حاضر کی وہ مایۂ ناز تصنیفات ہین، جنکے بعد اس مضمون پر کسی مطوّل یا مختصر تالیف کی ضرورت عرصہ تک محسوس نہین کیجائیگی. اسلئے کہ ان حضرات نے اندرونی و بیرونی شہادتون پر اپنے بیانات کی بنیاد استوار کی ہے، جسکے باعث انکا مطالعہ کرنیوالا میرزا صاحب کی مادی و فکری دنیا مین باریاب ہونیکا شرف حاصل کرلیتا ہے، اور یہی ایك شاعر و مفکّر کے خیالات سمجھنے کا بلند ترین درجہ ہے. لیکن بااینہمہ میرے لئے ناگزیر ہے کہ میرزا صاحب کے حالاتِ زندگی اور انشایِ اردو کی خصوصیات پر خامہ فرسائی کرون.

اولاً اسلئے کہ ضروری مواد دستیاب نہونیکے باعث مذکورۂ بالا تصنیفات میرزا صاحب کے تعلقاتِ رامپور پر، جو اونکی آخری زندگی کا اہم باب ہے، کماحقہ روشنی ڈالنے سے قاصر نظر آتی ہین.

ثانیاً اسلئے کہ ان تالیفات کا دائرہ میرزا صاحب کی ساری کائناتِ ادب کو محیط ہے، جسکے سبب سے ان مین خاص انشایِ اردو سے سیر حاصل بحث نہین کیگئی ہے. حالانکہ یہ صنفِ ادب اونکی خصوصیتِ خاصہ تسلیم کیگئی ہے، جس مین ہندوستان کا کوئی ادیب، بغیرِ استثنا، آجتك شرکت

کی جرات نہین کرسکا ھے.

ثالثاً اسلئے کہ خود میرزا غالب نے ١٤ جنوری سنہ ١٨٥٨ ع کو نواب فردوس مکان کی خدمت مین عرض کیا تھا، کہ میری یہ آرزو ھے کہ ولیِ نعمت کو اپنی ساری روداد سنا دون، تا کہ کسیطرح کا پردہ درمیان نہ رھے. میرزا صاحب کے الفاظ یہ ھین:

« هر آئینہ در دل چنان گزشت، کہ درین باربد انسان سخن سرای توان گشت، کہ سرگزشت من از ولی نعمت نہان و حجابی درمیان نماند. » (۱)

دیباچہ کی مباحث

لیکن میرزا صاحب کے سوانح لکھتے وقت اس امر کا لحاظ رکھا گیا ھے، کہ صرف وھی واقعات بیان کیے جائین جو خود میرزا صاحب نے ان مکاتیب مین دربارِ رامپور یا وابستگانِ دربار کو تحریر کیے تھے اور عام حالات سے، جو اردوی معلی یا عودِ ھندی وغیرہ مین مذکور ھین، قطعاً بحث نکیجائے. البتہ تعلقاتِ رامپور کی بنا میرزا صاحب کی تمام اردو فارسی تحریرون پر رکھی گئی ھے. کیونکہ اس موضوع سے کسی بزرگ نے تفصیلی بحث نہین کی تھی.

میرزا صاحب کے حالاتِ زندگی کے بعد اونکی انشایِ اردو کے انداز، اور اوسکے اجزا کی خصوصیات سے علیحدہ علیحدہ تفصیلی بحث کیگئی ھے، اور کوشش کی ھے کہ حتی الامکان زیرِ نظر مکاتیب سے مثالین مہیا کیجائین. لیکن اردویِ معلی اور عودِ ھندی کو بھی ھر جگہ پیشِ نگاہ رکھا ھے، اور نئی امثلہ کیساتھ ساتھ قدیم نظائر بھی درج کی ھین. اس ضمن مین بعض ایسی چیزین بھی زیرِ بحث آئی ھین، جنکا تعلق انشا سے زیادہ میرزا صاحب کے عادات وخصائل یا عام حالات سے تھا. لیکن، جیسا کہ ابھی عرض کیا جا چکا ھے، دیباچۂ ھذا مین عنوانِ سرگزشت کے ماتحت صرف وھی حالات

---

(۱) مکاتیب ص ۱۱.

لکھے گئے ہین، جنکا ذکر اس مجموعہ کے مکاتیب مین ہوا ہے، دیگر تمام عام حالات نظر انداز کردئیے گئے ہین. ایسی صورت مین یہی مناسب نظر آیا کہ ان مباحث کو انشا کے ساتھ بیان کیا جائے. چونکہ ان کا انشا سے بھی کافی تعلق ہے، اسلئے امید ہے کہ مطالعہ کیوقت بے محل معلوم نہ ہونگے.

ماخذ دیباچہ و حواشی

حواشی اور دیباچہ کی ترتیب مین جن کتابون سے امداد حاصل کیگئی ہے، اونکے اسما اور سنینِ طباعت حسبِ ذیل ہین:

(١) - اردوی معلی، طبعِ اول، اکمل المطابع دہلی سنہ ١٢٨٥ھ (١٨٦٩ع).
(٢) - ایضاً، طبعِ لاہور سنہ ١٩٢٦ع.
(٣) - عودِ ہندی، طبعِ اول، مطبعِ مجتبائی میرٹھ ١٠ رجب سنہ ١٢٨٥ھ.
(٤) - کلیاتِ نظمِ فارسی، طبعِ اول، مطبعِ نولکشور سنہ ١٢٧٩ھ (١٨٦٣ع).
(٥) - کلیاتِ نثرِ فارسی، طبعِ دوم، مطبعِ نولکشور سنہ ١٨٧١ع.
(٦) - قاطعِ برہان، طبعِ اول، مطبعِ نولکشور سنہ ١٢٧٨ھ (١٨٦٢ع).
(٧) - ابرِ گہربار، طبعِ اول، اکمل المطابع دہلی سنہ ١٢٨٠ھ.
(٨) - دیوانِ غالب مع شرحِ نظامی، مطبوعۂ نظامی پریس بدایون سنہ ١٩٢٢ع.
(٩) - یادگارِ غالب، مطبوعۂ نامی پریس کانپور سنہ ١٨٩٧ع.
(١٠) - غالب، مصنفۂ مولانا مہر، طبعِ لاہور سنہ ١٩٣٦ع.
(١١) - خزانۂ عامرہ، مصنفۂ آزادِ بلگرامی، مطبوعۂ نولکشور پریس کانپور سنہ ١٨٧١ع.
(١٢) - انتخابِ یادگار، مصنفۂ امیرِ مینائی، مطبوعۂ رامپور سنہ ١٢٩٠ھ.
(١٣) - اخبار الصنادید، مطبوعۂ نولکشور پریس لکھنو سنہ ١٩١٨ع.
(١٤) - تذکرۂ کاملانِ رامپور، مطبوعۂ ہمدرد پریس دہلی سنہ ١٩٢٩ع.
(١٥) - انشای نور چشم، مطبوعۂ نظامی پریس کانپور سنہ ١٢٩١ھ.

(۱٦) - ڈکشنری آف انڈین بیاگرفی، مصنفۂ بکلینڈ بزبانِ انگریزی مطبوعۂ سنہ ۱۹۰٦ع (اس کتاب سے صرف انگریز حکام کے حالات ماخوذ هین) .

(۱۷) - اوریئنٹل بیاگرفیکل ڈکشنری، مصنفۂ بیل بزبانِ انگریزی، مطبوعۂ سنہ ۱۸۹٤ع .

ان مطبوعہ کتابون کے علاوہ حسبِ ذیل قلمی کتابین بھی زیرِ مطالعہ رهی هین :

(۱) - تاریخِ محمدی، مصنفۂ محمدِ حارثیِ بدخشی، نسخۂ مولف .

(۲) - تاریخِ لطیف، مصنفۂ مولوی مهدیعلیخان رامپوری، نسخۂ مولف .

(۳) - تشریح السنین، مصنفۂ محمد بشیر الدین کاکوروی، نسخۂ مولف .

تصاویر

کتاب مین نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیان اور میرزا غالب کی تصویرین اور موخرالذکر کے ایك خط کا فوٹو شامل ھے .

نواب فردوس مکان کی تصویر اونکے کلیاتِ اردو کے آغاز کی قلمی تصویر کا عکس ھے. یہ تصویر نوابصاحب کے درباری مصور محمد جان کی بنائی ہوئی ہے، اور اصلِ کتاب مین رنگ آمیز ھے. تصویر کے چارون طرف کشمیری طلاکاری مرزا محمد حسن کشمیری کے قلم کی رهینِ منت ھے. مرزا محمد حسن دربارِ رامپور کے متوسلین مین تھے، اور یہان کی قدردانی کی بدولت اپنے وطن کو خیرباد کہکر رامپور مین قیام پزیر هوگئے تھے. انکے اَخلاف ابتك کتب خانہ کے اسٹاف مین موجود هین.

نواب خلد آشیان کی قلمی تضویر، جسکا عکس شایع کیا جارہا ھے، کسی نامعلوم پینٹر کی بنائی هوئی ھے. لیکن یہ بھی ندرتِ فن کا اعلی نمونہ ھے، اور اصلاً رنگ آمیز ھے.

میرزا غالب کی تصویر اوس قلمی تصویر کا عکس ھے، جو اونکی زندگی مین کلیاتِ نظمِ فارسی کے پہلے ایڈیشن مطبوعۂ نولکشور پریس لکھنو (۱۸٦۳ع) مین شایع هوئی تھی. یہ ایڈیشن اب نایاب ھے. اسلئے مناسب خیال کیا

گیا کہ بجائے عام تصاویر کے، جنکی تاریخی حیثیت مشتبہ ھے، اوس تصویر کا عکس پیش کیا جائے، جو خود میرزا صاحب شایع کراچکے ھین.

میرزا صاحب کا رسم تحریر پیش کرنیکے لئے وہ خط منتخب کیا گیا ھے، جو اون کے تعلقاتِ رامپور کے آغاز کی تاریخی سند ھے. اس سے بیك وقت معلوم ھوسکے گا کہ میرزا صاحب کا رسمِ خط کیسا تھا، اور رامپور سے اونکے تعلقات کس سنہ مینؔ شروع ھوئے.

شکریہ

میرا فرض ھے کہ جناب سید شوکت علیصاحب ڈپٹی سیکریٹری دار الانشا اور حکیم انوارالحسن صاحب محافظ دفترِ دارالانشا کا شکریہ ادا کرون. ان حضرات نے اپنے قیمتی وقت کا بڑا حصہ صرف کرکے، امثلہ کی تلاش مین مجھے امداد بہم پہنچائی ھے. اسیطرح میسرز شرف الدین اینڈ سنس مالکانِ مطبع قیمہ، بمبئی، کا شکریہ بھی میرے ذمہ واجب ھے. ان اصحاب نے طباعت کے سلسلہ مین ہر قسم کے فنّی مشورے دیئے، اور تغیر و تبدل الفاظ و فقرات کی انتہائی فراخ حوصلگی سے تعمیل کی. آخر مین مین سرکار کی درازیِ عمر و ترقیِ جاہ و جلال کی دعا پر تمہید ختم کرتا ھون.

از دستِ گدایِ بینوا ناید ھیچ ٭ جز آنکہ بصدقِ دل دعائی بکند

احقر

امتیاز علی عرشی

ناظمِ کتبخانہ

کتبخانہ، قلعۂ معلی، ریاست رامپور.

١٥ مارچ سنہ ١٩٢٧ ع.

سرگزشتِ غالب

آتشِ غدر سرد ہو جانیکے بعد میرزا غالب نے نواب فردوس مکان کی خدمت مین ایك عریضہ لکھا تھا، جسکا یہان سے جواب نہین گیا. میرزا صاحب نے خیال کیا کہ غالباً میری رودادِ غدر سے واقف نہونے کے باعث سرکار کو شبہ ہے کہ مین بھی باغیون کا شریكِ کار رہا ہون، اور اس بنا پر از راہِ احتیاط مراسلت سے احتراز فرمایا ہے. اس شبہہ کے ازالہ کیلئے ۱۴ جنوری سنہ ۱۸۵۸ ع کو انھون نے دوسرا عریضہ ارسال کیا، اور اوس مین اپنے انگریزی روابط، حقیقتِ تعلقِ قلعہ، اور ایامِ غدر مین اپنی گوشہ گیری کے تذکرہ سے پہلے سرکار کو لکھا:

« در زمان چیرہ دستی کور نمکان سپاہ روسیاہ سر رشتۂ پام از ہم گسست. ناچار بفرستادن نامہ بر رساندن نامہ و پیام صورت بست. درین روزگار، کہ فرمان داوران دادگر روائی وسلسلۂ آمد شد نامہ رسائی یافت، نامہ در پام روان داشتہ شد، ونا رسیدن پاسخ آنرا چنان پنداشتہ شد، کہ مگر آن نیایشنامہ نرسیدہ باشد، یا فرط احتیاط مانع تحریر جواب گردیدہ باشد. ہر آئینہ در دل چنان گزشت کہ درین باربد انسان سخن سرای توان گشت کہ سرگزشت من از ولی نعمت نہان وحجابی درمیان نماند. »(۱)

میرزا صاحب کی اس توجیہ کے پیش نظر مین نے بھی یہی مناسب خیال کیا کہ کم از کم وہ حالات، جو خود میرزا صاحب اس عریضہ یا دیگر عرایض و مکاتیبِ رامپور کے ذریعہ نواب فردوس مکان، نواب خلدآشیان، یا وابستگانِ دربار کے علم مین لانا ضروری سمجھتے تھے، آغازِ مکاتیب مین شامل کردون، تا کہ اس مجموعہ کے مطالعہ کرنیوالے کی نگاہ سے بھی وہ حجاب دور ہوجائے، جو مکتوب الیہم کے درمیان سے اوٹھایا گیا تھا.

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۱

نام تخلص اور القاب شاهی

میرزا صاحب کا نام « اسد الله خان » تخلص « غالب » اور شاهی لقب « نجم الدوله دبیر الملك نظام جنگ » تھا. عریضۂ نمبر ۱۳ کے آخر مین نام، نمبر ۷ اور ۱۱ کے خاتمه مین نام اور تخلص، اور نمبر ۱ کے زیرین گوشه کی مهر مین نام مع القابِ شاهی مذکور هے. [۱]

عرف

عرایض مین میرزا صاحب کا عرف کهین مذکور نهین. لیکن سرکاری جوابات کے مسودون کے آغاز مین همیشه « بنامِ میرزا نوشه صاحب » درج هوتا هے. نیز قصیدۂ « همانا اگر گوهرِ جان فرستم » کے لفافه کی پشت پر بهی میر منشی صاحب نے یهی نام لکها هے. اس سے معلوم هوتا هے که میرزا صاحب کا عرف « مرزا نوشه » تها. [۲]

تاریخ پیدایش

عریضه نمبر ۷ مین میرزا صاحب لکھتے هین :

« از سر آغاز سال یکهزار و هشت صد و شش که درانگاه شمار سنین عمر من از ده نگزشته بود . . . . » [۳]

اس سے واضح هوتا هے که سنه ۱۸۰۶ع مین میرزا صاحب کی عمر کا دسوان سال تها. گویا وه سنه ۱۷۹۷ع مین پیدا هوے تھے. اردوی معلی اور عودِ هندی مین ۸ رجب سنه ۱۲۱۲ ھ تاریخِ پیدایش بتائی گئی هے، [٤] جو سنه ۱۷۹۷ع کے مطابق هے. اسلئے اس انگریزی سنه کو صحیح سالِ پیدایش شمار کرنا چاهیے.

نسبی خاندان ــ چچا

میرزا صاحب نصر الله بیگخان بهادر کے بھتیجے تھے. نصر الله بیگخان چار سو سوارون کے رساله کے افسر تھے، اور جنرل لارڈ لیك بهادر کی

---

(۱) مکاتیب، ص ۲۰ و ١٤ و ۱۸ و ٤ (۲) ایضاً، ص ٦ حاشیه نمبر ۱ (۳) ایضاً، ص ۱۱
(٤) اردوی معلی، ص ۳۹۹ و عود هندی، ص ٦٩

معیت مین حکومتِ انگریزی کی گرانقدر فوجی خدمات انجام دیچکے تھے، جسکے صلہ مین پرگنۂ «سونك سونسا» بقیدِ حینِ حیات جاگیر مین عطا ہوا تھا. سنہ ۱۸۰٦ع مین نصراللہ بیگ خان بہادر کا یکایك انتقال ہوگیا. گورنمنٹ نے جاگیر واپس لیکر اونکے ورثا کی پنشن مقرر کردی، جو ابتداء ریاستِ فیروزپور جھرکہ کے خزانہ سے اور بعد ازان غدر تك خزانۂ کلکٹریِ دھلی سے تقسیم ہوتی رہی. یہ تمام تفصیل میرزا صاحب نے عریضۂ نمبر ۷ مین تحریر کی ہے. فرماتے ہین:

«حالی رای جہان آرای باد کہ دیرینہ نمکخوار سرکار انگریزم. و از سر آغاز سال یکھزار وھشت صد و شش کہ درانگاہ شمار سنین عمر من از دہ نگزشتہ بود، بعوض جاگیر عم حقیقی نسبی خود نصر اللہ بیگخان بہادر، کہ باجمعیت رسالۂ چہار صد سوار بمعیت جرنیل لاڈ لیك بہادر در فتح ہندوستان کو ششہای نمایان کردہ، و پرگنۂ سونك سونسا بقید حین حیات جاگیر یافتہ، وہم دران عہد بمرگ ناگاہ از جہان رفتہ بود، بفرمان جرنیل لاڈ لیك بہادر ومنظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سببی من نواب احمد بخش خان بہادر در وجہ معاش من منجملۂ زر استمراری سرکاری، کہ بذمۂ احمد بخش خان بہر دوام واجب الادا بود، قرار یافت.» (۱)

حقیقی بھائی

ایك عریضہ مین میرزا صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی میرزا یوسف خان کا بھی تذکرہ کیا ہے. فرماتے ہین:

«بہر حال دو امر ہنوز مبہم ہین. ایك اس انگریزی تحریر کا حال، اور دوسری میری بھائی کی پنسن کی حقیقت.» (۲)

میرزا یوسف خان نے ۲۹ صفر سنہ ۱۲۷٤ھ مطابق ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۸۵۷ع کو بحالتِ دیوانگی دلی مین انتقال کیا. (۳)

سببی خاندان — بی بی

میرزا صاحب کی بی بی امراؤ بیگم نواب الٰہی بخش خان معروف کی بیٹی تھین. یہ ۷ رجب سنہ ۱۲۲۵ھ (۱۸۱۰ع) کو میرزا صاحب کے عقد مین آئین، اور اونکی وفات کے چند ماہ بعد تك زندہ رھین. نواب فردوس

(۱) مکاتیب، ص ۲۱ (۲) ایضاً، ص ۲۷ (۳) کلیات نثر فارسی، ص ۳۹۹

مکان کی مزاج پرسی کرتے ہوے میرزا صاحب نے انکے متعلق لکھا ہے:

• جب سی حضرت کی ناسازی مزاج مبارك کا حال خارج سی مسموع ہوا ہی ، عالم الغیب گواہ ہی کہ مجھپر اور میری بی بی پر ... کیا گزر رہی ہی . » (۱)

میرزا صاحب کے انتقال کے بعد امراؤ بیگم نے اپنی مالی مصیبت کا سارا کچا چٹھا لکھکر کمشنر دھلی سے درخواست کی تھی کہ میرزا صاحب کی پنشن حسین علیخان پسرِ متبنی کے اور میرے نام منتقل کردیجائے. لیکن ڈپٹی کمشنر کی ہمدردانہ رپورٹ کے باوجود کمشنر دھلی نے جواب دیا کہ متبنی بیٹے کے نام پنشن کسیطرح جاری نہین ہوسکتی. البتہ بیوہ کچہری مین حاضر ہو تو اوسکے نام دس روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کردیا جائیگا. اس باغیرت بی بی نے کچہری کی حاضری کو گوارا نہ کیا ، اور دس روپیہ ماہوار کے وظیفہ سے انکار کردیا.

حسین علیخان نے ۱۲ جون سنہ ۱۸۶۹ ع کو نواب خلد آشیان کی خدمت مین ایك عریضہ ارسال کیا تھا. اوس مین میرزا صاحب کے قرض کی ادائگی کی درخواست ، اور اپنے حاضر نہوسکنے کے عذر کے بعد ، بیگم صاحبۂ غالب کی درخواستِ پنشن کے بارے مین لکھتے ہین :

• پنشن سرکار انگریزی کی یہ صورت ہوئی ، کہ ھنگام ثبوت و تحقیق مفلسی و بیمقدوری و قرضداری ڈپٹی کمشنر صاحب نے رپورٹ اچھی کی. اوسپر صاحب کمشنر بہادر نے حکم دیا کہ پسر متبنی کی پنشن نہین ہوسکتی. ہان زوجہ کیواسطی مبلغ دس روپیہ تجویز ہونگی. جناب دادی صاحبہ نے دس روپیہ نامنظور کیے. یہ امید بھی جاتی رہی. » (۲)

اس عرضی کے آخر مین بیگم صاحبہ نے لکھا ہے :

• از جانب امراؤ بیگم. بعد کورنش بتوحد مضمون عرضی ھذا بہ گزارش ہی. کمترینہ اول بعمر ھفتادسالہ حرکت و نقل مکان سی معذور. اور سوائی اوسکی صدمۂ انتقال شوھر اور ھجوم قرض خواھان سی اور معیشت آیندہ سی مجبور. با این ھمہ بسبب عدت کی خانہ سی باھر نہین نکلسکتی. بدین وجوہ مانع حضوری ہی. اور سوای در دولت کی کوئی ملجا و ماوا نظر نہین آتا. حضور کو دستگیری مجھ بیکسہ عاجزہ کی واجب ہی. اور یہ ارادہ ہی کہ بعد انقضای مدّت عدت خدمت مین حاضرہون ، اور وھین انفاس بقیہ کو گزارون. اب نان شبینہ کو محتاج ہون.

---

(۱) مکاتیب ، ص ٤٠ (۲) مثل نمبر ۱۷۹ ، صیغۂ احباب ، عہد نواب خلد آشیان ، محافظخانۂ دارالانشا

چارہ اسکا بجز بندگان عالی کی ممکن نہین . رحم فرمائیے اور خبرگیری کیجی، کہ بدعا گوئی دولت ابد مدت مشغول رہون . »

۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۶ ھ (اگست سنہ ۱۸۶۹ ع) کو بیگم صاحبہ نے نواب خلد آشیان کو پھر لکھا:

«جنابعالی ! جس روز سی مرزا اسد اللہ خان غالب نی وفات پائی ہو ، تو یہ عاجزہ بیوہ اسقدر مصائب مین گرفتار ہو ، کہ تحریر سی باہر ہو . اول تو یہ مصیبت ہو کہ مرزا صاحب مرحوم آٹھ سو روپیہ کی قرضدار مری . دوسری مصیبت یہ کہ پنشن انگریزی مسدود ہوئی . تیسری یہ کہ تنخواہ سو روپیہ ماہوار، جو آپ از راہ قدر دانی کی مرزا مرحوم کو ارسال فرماتی تھی ، وہ بھی یك لخت موقوف ہوئی . ابتك قرض لیکر اوقات بسری کی . اب قرض بھی نہین ملتا . نوبت فاقہ کشی کی پہنچی . اس حالت حیرانی اور پریشانی مین پھر یہی خیال آیا، کہ اللہ تعالی نی ہمارا وسیلہ پرورش اور اوقات گزاری کا اس دنیا مین آپکی ذات بابرکات کو بنایا ہو ، اور سوائی آپکی ذات بابرکات کی دوسرا کوئی نظر نہ آیا. لاچار برخوردار حسین علیخان کو آپکی قدمون پر ڈالا . آپنی بسبب شرفا پروری اور اقتضای مروت اور فتوت کی اوسقدر اوپر حال برخوردار کی عنایت فرمائی ہو ، کہ بیان سی باہر ہو . اب دعا گو کی یہ تمنا ہو کہ ایسی پرورش مجھ ضعیفہ کی ہوجائی، کہ مرزا مرحوم حق عباد سی بری ہوجائین ، کہ یہ سخت عذاب ہو . اگر حضور صورت ادای قرض فرمادین تو کمال ثواب عظیم ہوگا . اور اگر دفعہ صورت ادای قرض مناسب رای بیضا ضیا کی نہو ، تو یہ تنخواہ ششماہ کی بحساب فی ماہ صد روپیہ بالفعل مجھ بیوہ کو عنایت ہوجائی . باقی ٦ ماہ اور بحساب مذکورۂ بالا مرحمت فرمائیے ، تاکہ مین بیوہ قرض مرزا صاحب کا ادا کردون . اور ظاہرا یقین ہی کہ زندگی میری بھی اسی میعاد مین پوری ہوجائیگی . ..... اور پنشن میری دس روپیہ انگریز کرتا ہو ، بشرط اینکہ کچہری مین حاضر ہون . اور جانا میرا کچہری مین ہرگز نہوگا . گو فاقون سی مر جاؤن . کیا مین اپنی باپ اور چچا اور شوہر کا نام روشن کرون . اور جو عزت اور ریاست میری چچا کی اور حرمت میری والد کی اور شوہر کی آگی خاص و عام کی تھی حضور پر سب روشن ہو . » (۱)

اس عریضہ پر بھی سرکار نے کوئی حکم نہ دیا . تو ۲٤ جمادی الاول سنہ ۱۲۸٦ ھ کو بیگم صاحبہ نے مکرر درخواستِ پرورش پیش کی . اسکا مضمون تقریباً سابق درخواست کے مطابق ھے، اسلئے اعادہ مناسب معلوم نہین ھوتا . البتہ اس عرضی کے لفافہ پر میر منشی صاحب کا نوٹ ھے :

(۱) مثل نمبر ۲٥٤ ، صیغۂ احباب ، عہد نواب خلد آشیان ، محافظخانۂ دارالانشا .

« پیش نموده شد . حکم نفاذ یافت که درین خصوص به نواب مرزا خان فهمایش و هدایت بعمل آمده . ۹ ستمبر سنه ۱۸۶۹ع . »

اس تاریخ کے بعد صرف ایك اور درخواست کا پته چلتا هے ، جو شعبان مین بهیجی گئی تهی . لیکن مثل مین اوسکا لفافه شامل هے . اصل عرضی موجود نهین . اسکے بعد امراؤ بیگم کا تذکره نهین ملتا . اس سے یه خیال هوتا هے که اونکی یه پیشینگوئی که « مین اسی ششماهی مین فوت هوجاؤنگی » درست نکلی . اور وه سنه ۱۲۸۶ ه هی مین فوت هوگئین .

بی بی کے چچا اور بهائی

نواب احمد بخش خان بهادر والیِ فیروزپور جهرکه و جاگیردارِ لوهارو میرزا صاحب کی بی بی کے حقیقی چچا اور میرزا صاحب کے چچیا سسر تهے . انهون نے اپنی زندگی مین اپنے بڑے لڑکے نواب شمس الدین احمد خان کو فیروزپور کا رئیس بنا دیا تها ، اور خود گوشه گیر هوگئے تهے . نواب شمس الدین احمد خان بهادر کو ولیم فریزر ریزیڈنٹ دهلی کے قتل کے الزام مین پهانسی دیدیگئی . میرزا صاحب نے اپنی سرگزشت مین ان دونون کا ذکر کیا هے ، اور اوسی مین نواب شمس الدین احمد خان کے قتل کی طرف بهی اشاره کر گئے هین . فرماتے هین :

« بفرمان جرنیل لاڑد لیك بهادر و منظوری گورمنٹ هشت زری شامل جاگیر عم سبی من نواب احمد بخش خان بهادردر وجه معاش من منجملهٔ زراستمراری سرکاری ، که بذمهٔ نواب احمدبخش خان بهر دوام واجب الادا بود ، قرار یافت . چون جانشین احمد بخش خان کیفرکردار یافت و جاگیر بسرکار باز یافت شد ، رسیدن آن وجه مقرری از خزانهٔ کالکٹری دهلی صورت پزیرفت . » (۱)

نواب احمد بخش خان نے سنه ۱۸۲۷ ع مین اور نواب شمس الدین احمد خان نے سنه ۱۸۳۵ ع مین اس دارِ فانی سے کوچ کیا .

بی بی کے پوتے — باقر علی خان

امراؤ بیگم کے سات اولادین هوئین ، لیکن ان مین سے کسی نے پندره ماه

(۱) مکاتیب ، ص ۱۲

سے زیادہ عمر نہین پائی. ان میان بی بی نے زین العابدین خان عارف کو، جو امراؤ بیگم کے حقیقی بھانجے تھے، منہ بولا بیٹا بنالیا. یہ دو خورد سال بچے چھوڑکر جوانی مین انتقال کرگئے. ان دونون مین بڑے باقر علیخان تھے، جو والد کے انتقال کے بعد کچھ عرصہ تك اپنی دادی بنیادی بیگم کے ھان رہے اور اونکے بعد میرزا صاحب کے پاس چلے آئے. میرزا صاحب نے انکی پرورش کی، پڑھایا لکھایا، اور جب جوان ھوگئے تو ڈھائی ھزار روپیہ لگاکر نواب ضیاءالدین خان بہادر کی صاحبزادی سے شادی کردی. نواب خلد آشیان کو انکی شادی اور اوسکے اخراجات کے بارے مین لکھا ھے:

«باقر علیخان کی شادی نواب ضیاء الدین خان کے ھان ھوئی. اونھون نے کھانے جوڑے کے دوھزار روپیہ دیے. اورمیری زوجہ نے پانسو روپیہ کا زیور لگاکر پچیس سو روپیے صرف کیے.» (۱)

باقر علیخان نے سنہ ۱۲۹۳ ھ (۱۸۷۶ ع) کو انتقال کیا.

حسین علیخان

عارف کے چھوٹے لڑکے حسین علیخان کو میرزا صاحب نے عارف کی جگہ متبنی کر لیا تھا. چنانچہ نواب فردوس مکان کی مزاج پرسی کے پہلے خط مین انکو اپنا فرزند لکھا ھے. فرماتے ھین:

«جب سے حضرت کی ناسازی مزاج مبارك کاحال خارج سے مسموع ھوا ھے عالم الغیب گواہ ھو کہ مجھپر..... اور میری فرزند حسین علی خان پر کیا گزر رھی ھے.» (۲)

نواب خلد آشیان کی خدمت مین انکے متعلق میرزا صاحب نے بار بار تحریرین لکھی ھین. چنانچہ سب سے پہلے ۱۹ اگست سنہ ۱۸۶۷ ع کو انکی منگنی کے بارے مین لکھا:

«آپکا غلام زرخرید، یعنی حسین علیخان، کی منگنی ھوگئی. اور اپنے کنبے مین ھوئی. یعنی نواب احمد بخش خان مرحوم کے حقیقی بھائی کی پوتی سے. اور رجب کا مہینا قرار پایا. اب میری بڑھاپے اور میری مفلسی کی شرم آپکے ھاتھ ھے.» (۳)

سرکار نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپکی تحریر مجمل ھے. خلاصۂ مکنونِ خاطر

(۱) مکاتیب، ص ۹۷ (۲) ایضاً، ص ۴۰ (۳) ایضاً، ص ۹۵

تحریر فرمائیے۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ۵ ستمبر کو لکھا:

«مجملا یہ کہ مین در دولت کا گدای خاك نشین اور وہ آپ کا غلام۔ تفصیل یہ کہ میری پاس نقد، جنس، اسباب، املاك، اور میری گھر مین زیور زرینہ و سیمینہ کا نام و نشان نہین۔ هت اودھار قرض کوئی دیتا نہین۔ آپ روپیہ عنایت فرمائین، تا یہ کام سر انجام پائی، اور بوڑھی فقیر کی برادری مین شرم رھجائی۔ دوسری بات یہ کہ سو روپئی آپکی سرکار سی بطریق خیرات اور باسٹھ روپیہ آٹھ آنی مہینا سرکار انگریزی سی بعوض جاگیر پاتا ھون۔ عالم الغیب جانتا ھی کہ اس مین میرا بڑی مشکل سی گزارا ھوتا ھی۔ بہو کو کہان سی کھلاؤنگا؟ حسین علیخان کی کچھ تنخواہ مقرر ھوجائی۔ لیکن توقیع تنخواہ اوسکی نام جاری نہو۔ بلکہ اوسکی زوجہ حسن جہان بیگم بنت اکبر علیخان کی نام وہ تنخواہ مقرر ھو۔ اور اوسکی مہری رسید سی ملا کری۔ زر مصرف شادی کی مقدار اور تنخواہ کی مقدار جو خداوند کی ھمت اور اس کنگال اپاھج کی قسمت۔» (۱)

سرکار نے ارقام فرمایا کہ آپ مصارف کی مقدار لکھیے۔ اسکے بعد حکمِ مناسب دیا جاسکیگا۔ ما بدولت کو بر بنایِ موانست و اتحادِ قدیمہ آپ کی خوشنودیِ خاطر مدِ نظر ھے۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ۲۳ ستمبر کو تحریر کیا:

«حضرت نی غمخواری و تفقد و درویش نوازی کو اوس پایہ پر پہنچایا کہ شاھان عجم مین سلطان سنجر نی اور شاھان ھند مین شاھجہان نی ملازمون کی اتنی پرسش اور نوازش کی ھوگی۔ باقر علیخان کی شادی نواب ضیاء الدینخان کی ھان ھوئی۔ اونھون نی کھانی جوڑی کی دو ھزار روپیہ دیئی۔ اور میری زوجہ نی پانسو روپی کا زیور لگا کر پچیس سو روپی صرف کیی۔ حسین علیخان کا سسرا، یعنی اکبر علیخان، اپنی خاندان کا ھو۔ لیکن امیر نہین۔ نوکری پیشہ ھی۔ اب یہ مین کیونکر عرض کرون کہ مجھی کیا دو۔ سائل ھون۔ یہ رسم نہین کہ سائل مقدار سوال عرض کری۔ حال مصارف شادی خاندان لکھدیا ھو۔ دو ڈھائی ھزار مین شادی اچھی ھوجائیگی۔ لیکن یہ بھی ساتھ عرض کرتا ھی کہ میرا حق خدمت اتنا نہین کہ اسقدر مانگ سکون۔ جو کچھ دوگی اوس مین شادی کر دونگا۔» (۲)

اس عریضہ کا سرکار کیجانب سے کوئی جواب نگیا، اور رجب مین شادی ملتوی ھوگئی۔ میرزا صاحب نے ۲ رمضان سنہ ۱۲۸۴ ھ مطابق ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸۶۷ ع کو یاددھانی کرتے ھوئے لکھا:

«ماہ صیام مین سلاطین و امرا خیرات کرتی ھین۔ اگر حسین علیخان یتیم کی شادی امی صیغی مین ھوجائی، اور اس بوڑھی اپاھج فقیر کو روپیہ ملجائی تو اس مہینی مین تیاری ھو رھی، اور

---

(۱) مکاتیب، ص ۹۵ (۲) ایضاً، ص ۹۷

شوال مین رسم نکاح عمل مین آئی . اور چونکہ اس ماہ مبارک مین در فیض باز اور سال انگریزی کا بھی آغاز ھو ، وہ پچیس روپیہ مہینا جو زبان مبارک سی نکلا ھو ، جنوری سنہ ۱۸٦۸ سی بنام حسین علیخان مذکور جاری ہوجائی ، تو مجھی گویا دونون جہان ملگئی . » (۱)

لیکن اس عریضہ کا جواب بھی صیغۂ التوا مین رہا ، اور ذیقعدہ آپہنچا میرزا صاحب نے ۹ مارچ سنہ ۱۸٦۸ع کو لکھا :

« مرزا حسین علیخان کی شادی رجب کی مہینی مین قرار پائی تھی . عطیۂ حضور کی نہ پہنچنی کی سبب ملتوی رہی . آج جو ذیقعدہ کی ۱۵ ھو ، ۱۵ دن یہ اورمہینا ذی الحجہ کا . اگر اسی ذیقعدہ کی مہینی مین کچھ حضرت عطا فرمائینگی ، تو آخر ذی الحجہ تک نکاح ہوجائیگا . خدا کری ! خداوند کی ضمیر مین یہ بھی گزری ، کہ غالب جب بہو بیاہ لائیگا ، تو اوسکو روٹی کہان سی کھلائیگا . غرض اس سی یہ کہ حسین علیخان کی تنخواہ جاری ہوجائی . حضرت ! کوئی ایسا نہین کہ جو میری مطالب حضور مین عرض کرتا رھی اور مجھی باربار لکھتی ہوی شرم آتی ھی . » (۲)

سرکار نے یہ درخواست منظور فرمالی ، اور آمدِ زمستان تک شادی سے فراغت کی امید ہوگئی . نواب مرزا خان داغ دہلوی ، اور حکیم مظفر حسین خان بہادر لکھنوی نے علی الترتیب میرزا صاحب کو قبولیتِ التماس کی اطلاع دی . اسکی توثیق نیز مکرر یاد دھانی کی خاطر میرزا صاحب نے ۱۲ اگست سنہ ۱۸٦۸ع کو لکھا :

« تین التماسین سابق پیش ہوئی تھین . سو اب پہلی برخوردار نواب مرزا خان کی تحریر سی اور پھر جناب مظفر حسین خان بہادر کی خط سی اون خواہشون کی منظور و مقبول ہونیکی نوید پائی . انشاء اللہ الکریم حسب ارشاد حضور اسی برس ٦۸ مین آمد زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض بھی ادا ہوجایگا ، اور حسین علیخان کی شادی بھی ہوجایگی ، اور اوسکیواسطی اوسکی زندگی تک تنخواہ جداگانہ مقرر ہوجایگی . »(۳)

اس عرصہ مین حسین علیخان کی سسرال سے شادی کا تقاضا شروع ہوگیا . میرزا صاحب نے مجبور ہوکر ۷ ستمبر کو ولیِّ نعمت کی خدمت مین عرض کیا :

« پیر و مرشد ! حسین علیخان کی سسرال والون کا بڑا تقاضا ھو . زندگی مشکل ہوگئی ھو . بطریق « شیئا للہ » سوال مختصر یہ ھو کہ جو حضرت کی مزاج مین آوی وہ عطا کیجی ، اور حسین علیخان کی نام جداگانہ تنخواہ مقرر کردیجی . لیکن یہ دونون امر جلد صورت پکڑ جائین . » (٤)

سرکار نے ابھی اسکا جواب ارقام نہین فرمایا تھا کہ اس عرصہ مین

(۱) مکاتیب ، ص ۱۰۰ (۲) ایضاً ، ص ۱۰۲ (۳) ایضاً ، ص ۱۰۵ (٤) ایضاً ، ص ۱۰٦

میرزا صاحب پر قرضخواهون کا سخت تقاضا هونے لگا، اور شادی کی خوشی کے حصول سے قبل قرض کے غم کا رفع کرنا ضروری هوگیا. ادایگیِ قرض کی سبیل صرف عطیۂ سرکارِ رامپور تها. بنابرین ۱٦ نومبر کو میرزا صاحب نے بحالتِ اضطرار لکها:

«حال میرا تباه هوتی هوتی اب یه نوبت پهنچی، که ابکی تنخواه مین سی ٥٤ روپئی بچی. ٦٣ روپئو کا چٹها ماهوار کا سو سه ماده دینا. بجملا آٹهه سو روپئی هون تو میری آبرو بچتی هی. ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکو نام کی تنخواه سی قطع نظر کی. اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال. کبهی نکهونگا. آٹهه سو روپئو مجکو اور دیجی. شادی کیسی؟ میری آبرو بچ جائی، تو غنیمت هی.» (۱)

میرزا صاحب مرتے دم تك اپنے اس عهد پر قائم رهے. آخری عریضه مین بهی، جو ۱۰ جنوری سنه ۱۸٦۹ ع کو تحریر کیا تها[۲]، حسین علیخان کی شادی کا ذکر نهین کیا، اور یه ارمان ساتهه لیکر دنیا سے رخصت هوگئے.

حسین علیخان نے انکے انتقال کے ایك مهینے بعد ۱۷ مارچ سنه ٦۹ ع کو اپنے تقررِ تنخواه کی درخواست بهیجی. بعد ازان ۱۲ جون کے عریضه مین پهر اپنی خواهشِ وظیفه کا اعاده کیا، اور یه بهی عرض کیا که فدوی بیمار هے، اسلئے حاضرِ خدمت نهین هوسکتا. انشاء الله صحت کے بعد قدمبوسی کی سعادت حاصل کریگا.

۲۲ ربیع الثانی سنه ۱۲۸٦ ھ (اگست سنه ۱۸٦۹ ع) کو بیگم غالب نے سرکار کو جو عریضه لکها هے اوس سے معلوم هوتا هے که اوسوقت حسین علیخان ملازم هوچکے تهے. لیکن ابهی انکی شادی نهین هوئی تهی. ۲۱ فروری سنه ۱۸۷۰ ع کو حسین علیخان نے رامپور سے دلی واپس جاکر منشی سیاچند صاحب کو ایك خط لکها هے. اوس سے معلوم هوتا هے که حسین علیخان اگست سنه ٦۹ ع کے بعد رامپور آئے، اور فروری سنه ۷۰ ع مین میرزا صاحب کی برسی کی فاتحه کیلئے رخصت لیکر دلی گئے. وهان سسرال والون

(۱) مکاتیب، ص ۱۰۷ (۲) ایضاً، ص ۱۰۸

نے شادی کا تقاضا کیا ۔ ان کی تنخواہ صرف پچیس روپیہ ماہوار مقرر ہوئی تھی ، اور ابھی ٦ ماہ ملازمت پر گزرے تھے ، اسلئے کچھ پس انداز بھی نہونے پایا تھا ۔ لہذا بذریعۂ عریضۂ جداگانہ سرکار سے درخواست کی کہ مصارفِ شادی عطا فرما کر بندہ کی پرورش فرمائیے ، اور منشی صاحب سے خواہش کی کہ اس کام مین آپ کوشش کرین ۔ « یقین تو ھے کہ حضور دام اقباله بس رحم فرما کر کچھ عنایت فرمائینگے ۔ آگے مقدر ۔ »

اسکے بعد امثله مین شادی سے متعلق کوئی تحریر نہین ۔ اسلئے قیاس یه ھے کہ حسین علیخان کو امداد ملگئی ، اور سنه ۷۰ ع مین انکی شادی کی تقریب انجام پائی ۔

تعلیم — عربی و فارسی

میرزا صاحب نے عربی و فارسی کی صرف ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی ۔ لیکن زبانِ فارسی سے فطری دلچسپی تھی ۔ خوش قسمتی سے عنفوانِ شباب مین ایك ایرانی نژاد بزرگ ملا عبد الصمد آگرہ وارد ھوا ، اور دو سال تك انکے مکان پر مقیم رھا ۔ یه اصلاً زرتشتی تھا ، اور فلسفۂ و حکمت مین دستگاہِ کامل رکھتا تھا ۔ میرزا صاحب نے اوس سے زبانِ فارسی کے حقایق و دقایق سیکھے ، اور اسطرح اپنی بواسطه تحصیلِ ادبِ فارسی کو پایۂ تکمیل تك پہنچالیا ۔ چنانچه ایك عریضه مین فرماتے ھین :

« بدو فطرت سے میری طبیعت کو زبان فارسی سے ایك لگاؤ تھا ۔ چاھتا تھا ، کہ فرھنگون سے بڑھکر کوئی ماخذ مجکو ملے ۔ باری مراد بر آئی ، اور اکابر پارس مین سے ایك بزرگ یہان وارد ھوا ، اور اکبرآباد مین فقیر کے مکان پر دو برس رھا ، اور مین نے اوس سے حقایق و دقایق زبان پارسی کے معلوم کیئے ۔ اب مجھے اس امر خاص مین نفس مطمئنه حاصل ھے ۔ مگر دعوی اجتہاد نہین ھے ۔ بحث کا طریقه یاد نہین ۔ » (۱)

قاطعِ برھان سے معلوم ھوتا ھے کہ ملا عبد الصمد سنه ۱۲۲٦ ھ (۱۸۱۱ ع) مین آگرہ وارد ھوا تھا (۲) ۔

(۱) مکاتیب ، ص ۸۲ (۲) قاطع برھان ، ص ۷

طب

میرزا صاحب نے ایک عریضه مین اپنےطبی تجربه کا بهی ذکر کیا هے. جو غالباً قدرے کتبِ طب کے از خود مطالعه سے اور زیاده تر ایامِ امراض کی طوالت اور کثرتِ استعمالِ ادویه سے حاصل هوا تها. فرماتے هین:

«مین طبیب نهین مگر تجربه کار هون. ستر برس کا آدمی هوشیار هون.» (۱)

اسکے بعد مختلف ادویات تجویز کی هین، اور بعض اشیا سے پرهیز کی هدایت کی هے.

علم نجوم

نواب فردوس مکان کے جشنِ غسلِ صحت کی تهنیت مین میرزا صاحب نے جو فارسی تهنیت نامه لکها هے اوس کے مطالعه سے اندازه هوتا هے که انهین علمِ نجوم مین بهی دخل تها. اس مکتوب مین از رویِ نجوم ثابت کیا گیا هے که مرضِ سرطان سے سرکار کی صحتیابی ایسی مبارک ساعت مین واقع هوئی هے که اسکے اثرات کے ماتحت عرصهٔ دراز تک سرکار مهلک امراض کے حملون سے محفوظ رهین گے.(۲)

وطن اور سکونت دهلی

میرزا صاحب کا وطن اکبرآباد (آگره) هے. چنانچه اپنے ایرانی استاد کے ذکر مین نواب خلد آشیان کو لکها هے:

«اکابر پارس مین سے ایک بزرگ یهان وارد هوا، اور اکبرآباد مین فقیر کے مکان پر دو برس رها.» (۳)

لیکن شادی کے بعد دلی مین آرهے تهے. یکم ستمبر سنه ۱۸۶۶ع کو لکهتے هین:

«مین باون ترپن برس سے یهان رهتا هون.» (٤)

اس حساب سے اونکا دلی مین قیام سنه ۱۸۱۳ ع یا سنه ۱۸۱٤ ع سے هونا چاهیے. میرزا صاحب نے دلی مین ذاتی مکان کبهی نه بنایا. همیشه کرایه کے مکانات مین رهے. ان مین سے دو کا ذکر ایک عریضه مین کیا هے. فرماتے هین:

(۱) مکاتیب، ص ٦۲ (۲) ایضاً، ص ٤٤ (۳) ایضاً، ص ۸۲ (٤) ایضاً، ص ۷۷

«دبیران خاص بر عنوان نامه‌های پیشین نشان کلبۀ این درویش دلریش عقب مسجد جامع نبشته اند.
و من از هفت هشت سال در محلهٔ بلیمار می مانم .» (۱)

مسکن کی حالات

جس عہد مین میرزا صاحب دلی تشریف لائے وہ اگرچہ دلی کی پیرانہ سالی کا زمانہ تھا، لیکن آثارِ شگفتگی و آبادانی ہر طرف ہویدا تھے. غدر سنہ ۵۷ع نے اس شہر کی بچی کھچی دولت لوٹکر نیا سکہ چلایا. عمارات گرا کر سڑکین بچھائی گئین. شہر اوجاڑ کر قبرستان آباد کیے گیے، اور اہلِ ہنر کو شہربدر کرکے فوج کا شہر مین پڑاؤ ڈالا گیا. ایکبار نواب فردوس مکان کو چوب چینی کی ضرورت پیش آئی. دلی اطبا اور عطارون کا مخزن تھا، اسلئے سرکار نے میرزا صاحب سے فرمایش کی. اسکے جواب مین ۲۶ دسمبر سنہ ۱۸۶٤ع کو میرزا صاحب تحریر کرتے ہین:

«دلی اب شہر نہین. چھاؤنی ہی. کنپ ہی. نہ قلعہ. نہ شہر کی امرا، نہ اطراف شہر کی روسا.» (۲)

۱۸ ستمبر سنہ ۱۸٦٦ع کو دلی مین کاتبون کے فقدان کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہین:

«شہر سراسر ویران ہی. کاتب کہان؟» (۳)

خشک سالی

سنہ ٦۵ع مین دلی بارانِ رحمت کے فیض سے محروم رہی. جولائی بھری برسات کا مہینا ہے، لیکن اس زمانہ مین شہر کے اندر لو چلتی رہی. ۲۳ جولائی کو میرزا صاحب نے دلی کی محرومی کا رونا رویا ہے. فرماتے ہین:

«یہان خلق کو مینہ درکار ہی، اور ہوا شرارہ بار ہی. دھوپ کی تیزی سی آدمی کی تیور اور پہاڑ کی پتھر جلی جاتی ہین. پانی جگر گداز، ہوا جانستان، امراض مختلفہ کا ھجوم جہان تہان. جز اعضای انسان، کہ وہ پسینی مین تر ہین، طراوت و رطوبت کا کہین پتا نہین. یا لو چلتی ہی یا مطلق ہوا نہین.» (٤)

۱۱ ماہ اگست کو پھر لکھتے ہین:

«یہان مینہ اسیقدر برسا ہی کہ جسکو پانی سی زمیندار حاصل فصل ربیع سی ہاتھ دھو لین.» (۵)

---

(۱) مکاتیب، ص ۱٤ (۲) ایضاً، ص ٤۳ (۳) ایضاً، ص ۸۰ (٤) ایضاً، ص ۵۵ (۵) ایضاً، ۵٦

برسات

لیکن آیندہ سال بارش نے سنہ ٦٥ع کی کمیِ باران کی تلافی کی، اور شہر مین اسقدر پانی برسا کہ گزشتہ باون ترپن برس سے ایسا نہ برسا تھا. یکم ستمبر سنہ ١٨٦٦ع کو میرزا صاحب نے لکھا ھے:

«برسات ایسی ھوئی ھی کہ مین باون ترپن برس سی یہان رھتا ھون. عرش آرامگاہ اکبر شاہ کی عہد مین ایکبار ایسی برسات دیکھی تھی یا امسال نظر آئی ھی.» (۱)

عقائد

میرزا صاحب کے ایک عریضہ سے اونکے عقائدِ اسلامی پر بھی روشنی پڑتی ھے. فرماتے ھین:

«اگرچہ فاسق و فاجر ھون، مگر وحدانیت خدا اور نبوت خاتم الانبیا کا بدل معتقد اور بزبان معترف ھون.» (۲)

اخلاق و عادات

میرزا صاحب کے اخلاق و عادات اوس عہد کے شرفا کے اخلاق و عادات کا نمونہ تھے. لغو گوئی سے پرھیز، جھوٹ اور تکلف سے نفرت، احباب کی تکلیف سے رنج، خوشی سے راحت، چھوٹون پر مہربانی، اور بزرگون کی خیرخواھی، اونکا شعار تھا.

صدق و سداد

ایکبار نواب فردوس مکان کی جانب سے مراسلت مین تاخیر ھوئی. میرزا صاحب نے ١٥ ستمبر سنہ ١٨٦٢ع کو لکھا:

«فقیر کا شیوہ صدق و سداد کا ھی. چند روز سی تفقد و التفات قدیم مین، خدا نخواستہ باشد، کچھ کمی پاتا ھون. اگر غلط ھی میرا گمان تو بشرف اطلاع مشرف فرمائیو. اور اگر میرا دل دیوانہ سچ سمجھا ھی تو متوقع ھون کہ عتاب کی سبب سی آگھی پاؤن.» (۳)

لغو گوئی سی نفرت

٢٢ جولائی سنہ ١٨٦١ع کو ایک سفارش کے سلسلہ مین تحریر کرتے ھین:

«لازم کرلیا ھی کہ بیھودہ گزارش نکرون اور کبھی کسی کی سپارش نکرون.» (٤)

---

(۱) مکاتیب، ص ۷۷ (۲) ایضاً، ص ٨٤ (۳) ایضاً، ص ٣٤ (٤) ایضاً، ص ٣١

قسم سی پرهیز

جهوٹی قسم کهانے کے بارے مین لکھتے هین:

«خدا و رسول کی قسم جهوٹی نکهاؤنگا.» (۱)

رنج پر رنج

نواب فردوس مکان کی والدۂ ماجده کا انتقال هوا تو اونکی تعزیت مین ۲۸ مارچ سنه ۵۹ ع کو تحریر کیا:

«کیا کهون کیا غم و اندوه کا هجوم هوا. حضرت کی غمگین هونیکا تصور کرکر اور زیاده مغموم هوا.» (۲)

سنه ۱۸٦۵ ع مین نواب خلد آشیان کی بیاهتا بیگم فوت هوئین تو ۱۸ ستمبر سنه مذکور کو لکها:

«چاهتا هون که کچھ لکهون. مگر نهین جانتا که کیا لکهون. لازم تها که تعزیت نامه بزبان فارسی و عبارت بلیغ لکهون. آپکی قدمون کی قسم! دل نی قبول نکیا.» (۳)

خوشی سی خوشی

سنه ۵۹ ع مین نواب فردوس مکان کو بصلۂ خدماتِ غدر علاقۂ جدید عطا هوا. اسکی تهنیت مین لکھتے هین:

«یه چار بالش عمارت اور کاشی‌پور کا ضمیمۂ ملك موروثی هونا پهلی آپکو اور پهر ولیعهد بهادر کو اور پهر آپکی اولاد و اخوان و انصار کو اور سبکی بعد غالب دعاگوی گوشه نشین کو مبارك هو.» (٤)

خیرخواهی

جون سنه ٦۵ ع مین نواب خلد آشیان کو از راهِ خیرخواهی تحریر کیا هے:

«پیر و مرشد! از راه خیر خواهی ایك امر عرض کرتا هون. ..... حضرت کی جد امجد کو احمد شاه درانی نی مخاطب به مخلص الدوله فرمایا. حضرت اگر مناسب جانین تو اوس خطاب کو مع دو جزو «شمس الملك و بهرام جنگ» جناب ملکۂ معظمه سی بذریعۂ گورمنٹ اپنی واسطی لین.» (۵)

قدما کا اعتراف

میرزا صاحب شعرایِ قدیم کے فنّی مرتبہ اور اونکے کلام سے استشهاد

(۱) مکاتیب، ص ۸٤ (۲) ایضاً، ص ۱۸ (۳) ایضاً، ص ٦٤ (٤) ایضاً، ص ۲۳ (۵) ایضاً، ص ۵٤

کو تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ اسبارے مین نواب خلد آشیان کو صراحتاً لکھا ھے کہ:

«فقیر اشعار قدما کا معتقد. اون لوگون کے کلام کا عاشق.» (۱)

نیز خلیفہ احمد علیصاحب رامپوری کو دورِ متاخرین کے گلِ شگفتہ مولانا عرفی شیرازی کے متعلق لکھتے ھین:

«قواعد زبان فارسی کا ماخذ تو ان حضرات کا کلام ھے...... عرفی کی زبان سے جو نکلجائے وہ سند ھے. ھماری واسطے وہ ایک قاعدۂ محکم ھے. وہ مطاع ھے اور ھم اوسکے مقلد اور مطیع ھین.» (۲)

ھندی شعرا اور فرھنگ نویسون کا انکار

لیکن ھندی شعرایِ فارسی گو اور ھندی فرھنگ نویسون کے قائل نہ تھے. اونکا خیال تھا، کہ یہ حضرات اھلِ زبان کا کلام پڑھکر اپنے قیاس سے اوسکے محاورات و الفاظ کے معنی قائم کرتے ھین. اور یہ ضروری نہین کہ ھر جگہ اونکا قیاس صحیح نکلے، بنابرین بارھا اون سے غلطیان سرزد ھوئی ھین. اس سلسلہ مین نواب خلد آشیان کو لکھا ھے:

«میان انجو جامع فرھنگ جہانگیری، شیخ رشید راقم فرھنگ رشیدی، عظمای عجم مین سے نہین. ھند انکا مولد. ماخذ انکا اشعار قدما. ھادی انکا انکا قیاس. ٹیکچند اور سیالکوٹی مل انکے پیرو. سبحان اللہ! ھندی بھی اور ھندو بھی.» (۳)

اس عریضہ کے جواب الجواب مین لکھتے ھین:

«شعرای ھند کے کلام مین جو غلطیان نظر آتی ھین، یا ھندی فرھنگ لکھنے والون کے بیان مین جو نادرستی اور باھم جو اونکے عقول مین اختلاف ھین، اوس مین مین کلام نہین کرتا. اپنی تحقیق کو مانے ھوئے ھون.» (٤)

بے تکلفی

اپنے مخلص احباب اور محسنون سے میرزا صاحب تکلف برتنا ناسزا جانتے تھے. نواب فردوس مکان سے انکا تعلق سراسر اخلاص پر مبنی تھا. اسلئے اگر روپیہ کی ضرورت آپڑتی تو میرزا صاحب بلاتکلف سرکار سے مانگ لیا

(۱) مکاتیب، ص ۸۳ (۲) ایضاً، ص ۱۱۹ (۳) ایضاً، ص ۸۲ (٤) ایضاً، ص ۸٤

کرتے تھے۔ اپنے اس رویہ کو ایک خط مین ظاہر بھی کردیا ہے۔ فرماتے ھین:

«جو آپ بن مانگی دین اوسکی لینے مین مجھے انکار نہین۔ اور جب مجھے حاجت آپڑی تو آپ سے مانگنے مین عار نہین۔» (۱)

قرض سے نفرت

اگرچہ میرزا صاحب عمر بھر مقروض رہے، لیکن اونھین طبعاً قرضداری سے نفرت تھی۔ وہ ھمیشہ کوشش کرتے رہے کہ اس مصیبت کا سامنا نہو، مگر ایک متموّل اور ذیعزت خاندان کا فرد ھونے کے سبب اخراجات زیادہ تھے۔ اسلئے اونکی رامپور اور سرکارِ انگریزی کی ماھوار آمدنی، ایکسوباسٹھ روپیے آٹھ آنے، ضروری اخراجات کو ناکافی ھوتی، اور تقریباً ھر مہینے قرض لینا پڑتا۔ سرکارِ رامپور اونکا ملجا و ماوا تھی۔ جب قرض خواھون کا تقاضا سخت ھوجاتا تو ادائگیِ قرض کیلئے روپیہ کا سوال پیش کردیتے، اور یہان کی امداد سے بارِگران سے سبکدوشی حاصل کرتے۔ اس سلسلہ کی جسقدر تحریرین اس مجموعہ مین پائی جاتی ھین، اون سے صاف عیان ھے کہ میرزا صاحب قرض کا بار بہت محسوس کیا کرتے، اور چاھتے تھے کہ جلد از جلد اِس بلا سے نجات حاصل ھوجائے۔ چنانچہ سب سے پہلی تحریر مین، جو ۱۷ نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع کو نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال کی ھے، لکھتے ھین:

«بارگران غم سے پست ھوگیا ھون۔ آگے تنگدست تھا۔ اب تہی دست ھوگیا ھون۔ جلد میری خبر لیجیے، اور کچھ بھجوادیجیے۔» (۲)

اسکے بعد ۸ دسمبر سنہ ۱۸۵۹ ع کو پھر لکھا ھے:

«سوروپیہ کی ھنڈوی ... پہنچی۔ اور روپیہ وصول مین آیا، اورصرف ھوگیا، اور مین بدستور بھوکا اور ننگا رھا۔ تم سے نکہون تو کس سے کہون۔ اس مشاھرۂ مقرری سے علاوہ دو سو روپیہ اگر مجکو اور بھیجدیجیگا تو جلا لیجیگا۔ لیکن اس شرط سے کہ اس عطیۂ مقرری مین محسوب نہو اور بہت جلد مرحمت ھو۔» (۳)

۲۲ اگست سنہ ۱۸۶۵ ع کو نواب خلد آشیان کی خدمت مین تحریر کیا ھے:

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۶ (۲) ایضاً، ص ۱۶ (۳) ایضاً، ص ۲۴ و ۲۵

ہ — مکاتیب غالب

« ان دنون مین متفرقات کی قرضدار سرگرم تقاضا بلکہ آمادۂ شور و غوغا تھی ۔ دو سو روپیہ کی ہڈوی صراحی آب حیات ہوگئی ۔ دام مرگ سی نجات ہوگئی ۔ » (۱)

ایکبار رامپور سے تنخواہ کی روانگی مین دیر ہوگئی تھی ۔ میرزا صاحب کو قرضخواہون کی رقمین ادا کرنی ہونگی ، اسلئے ۱۰ اگست سنہ ۱۸٦٦ ع کو سرکار کی خدمت مین لکھا :

« میرا حال یہ کہ انگریزی تنخواہ گھر مین اور کچھ قرض کی قسط مین جاتی ہو ۔ حضور کی عطیہ پر میرا اور شاگرد پیشہ کا اور حسین علی کا گزارا ھی ۔ عالم الغیب جانتا ہو جسطرح گزرتی ہو ۔ چار سو ساڑھی چار سو کا قرض باقی ہو ۔ اب کوئی قرض بھی نہین دیتا ۔ » (۲)

۱۳ اگست سنہ مذکور کو پھر لکھتے ھین :

« غم نی بشمول بڑھاپی کی پست و مضمحل کردیا ھی ۔ حضرت کی قدمون کی قسم ! نہ حواس درست نہ رای صحیح ۔ برسون سی مکروھات مین مبتلا رھتی رھتی اب طاقت تحمل کی نرھی ۔ خدا جانی کیا ہوتا ہو کیا سمجھتا ہون ۔ کیا کرنا چاھیی کیا کرتا ہون ۔ کل آخر روز میر منشی حضور کا خط آیا ۔ جون کی تنخواہ کی رسید نہ پہنچنی کی اطلاع پائی ۔ تہیدستی و قرض کی رنج مین خستہ و آزردہ بیٹھا تھا ۔ اوسی وقت عرضی لکھی ۔ اگرچہ ڈاک کا وقت نہ تھا ، مگر بھیجدی ۔ » (۳)

٦ اکتوبر سنہ ٦٦ ع کے عریضہ مین میرزا صاحب نے راحت کا انحصار قرض کی ادایگی مین بتایا ھے ۔ تحریر کرتے ھین :

« حضور ملک و مال جسکو جسقدر چاھین عطا کرسکتی ھین ۔ مین آپ سی صرف راحت مانگتا ہون ۔ اور راحت منحصر اس مین ہو کہ قرض باقیماندہ ادا ہوجائی ، اور آیندہ قرض لینی کی حاجت نہ پڑی ۔ » (٤)

سرکار نے میرزا صاحب کا قرض ادا فرمادیا تو ۸ جنوری سنہ ٦۷ ع کو اوسکے شکریہ مین لکھتے ھین :

« حضرت کی تصدق سی قرض ادا ہوگیا ۔ تنخواہ نی قسط سی اور مین نی رنج سی رھائی پائی ۔ » (۵)

اگست سنہ ۱۸٦۸ ع مین میرزا صاحب کے قرض کی ادایگی کا سرکار نے پھر وعدہ فرمایا ۔ اس وعدہ سے میرزا صاحب کو جو مسرت ہوئی ، اوسکا اندازہ ان الفاظ سے بخوبی ہوتا ھے :

« تین التماسین سابق پیش ہوئی تھین ... اون خواھشون کی منظور و مقبول ہونی کی نوید پائی ۔ انشاء

(۱) مکاتیب ، ص ٦۲ (۲) ایضاً ، ص ۷۵ (۳) ایضاً ، ص ۷٦ (٤) ایضاً ، ۸۱ (۵) ایضاً ، ص ۸۹

اللہ الکریم حسب ارشاد حضور اسی برس ٦٨ مین آمد زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض... ادا ہوجایگا۔» (١)

١٦ نومبر سنہ ٦٨ ع کو پھر لکھا:

«حال میرا تباہ ہوتی ہوتی اب یہ نوبت پہنچی کہ ابکی تنخواہ مین سی ٥٤ روپیہ بچی۔ ... مجملا آٹھ سو روپیہ ہون تو میری آبرو بچتی ھی۔ ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکی نام کی تنخواہ سی قطع نظر کی۔ اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال۔ کبھی نکھونگا۔ آٹھ سو روپیہ مجکو اور دیجی۔ شادی کیسی؟ میری آبرو بچ جائی تو غنیمت ھی۔ ... مختصر یہ کہ اب میری جان اور میری آبرو آپکی ھاتھ ھی۔ مگر حضور جو عطا فرمانا ھی جلد ارشاد ہو۔» (٢)

١٧ دسمبر کو میرزا صاحب نے یاد دھانی کی، اور پھر آخری خط مین اپنے اضطراب کو ان الفاظ سے ظاہر کیا:

«حضور قرضخواہون نی بہت عاجز کر رکھا ھی۔ بس میرا یہی کام ھی کہ یاد دلادون۔ آگی حضرت مالك ہین۔» (٣)

لیکن ابھی یہان سے رقم پہنچنے نپائی تھی کہ میرزا صاحب کا انتقال ہوگیا۔

امراض اور ضعف پیری

میرزا صاحب نے سب سے پہلے عریضۂ نمبر ١٤ مورخۂ یکم اکتوبر سنہ ١٨٥٩ ع مین عوارضِ جسمانی کا ذکر کیا ھے۔ لیکن وہ ضعف پیری تك محدود ھے۔ فرماتے ھین:

«خدمت گزار ہون اور دعا و ثنا میرا کام ھی۔ بڑھاپی نی کھودیا۔ جز نفسی چند مجھ مین کچھ باقی نہین۔» (٤)

قولنج

امراض کا شکوہ ١١ نومبر سنہ ٦١ ع سے شروع ہوتا ھے۔ اس زمانہ مین میرزا صاحب ابتداءً دردِ قولنج اور بعد ازان بخار مین مبتلا ہوے، اور ایك ماہ تك ان امراض کی مصیبت جھیلتے رھے۔ فرماتے ھین:

«دعا گو ایك مہینا بھر سی بیمار ھی۔ ابتدا وھی قولنج دوری۔ بسبب استعمال ادویۂ حارہ، کہ اس مرض مین اوس سی گزیر نہین، تپ نی آگھیرا۔ کئی باریان بھگتین۔ اب دو باریان ٹلگئی ھین۔ لیکن طاقت بالکل سلب ہوگئی ھی۔ اور ضعف دماغ نی قریب بہلاکت پہنچا دیا ھی۔ بالفعل آب سیب کا استعمال ھی۔» (٥)

---

(١) مکاتیب، ص ١٠٥ (٢) ایضاً، ص ١٠٧ (٣) ایضاً، ص ١٠٨ (٤) ایضاً، ص ٢٠ (٥) ایضاً، ص ٣٣

امراض مختلفہ کا ھجوم

نواب خلد آشیان کی دعوتِ قدومِ رامپور کے جواب مین امراضِ مختلفہ اور صعوبتِ سفرِ تابستان کا عذر کرتے ہوے لکھتے ھین :

«وہ آگ برس رھی ھو کہ طیور کی پر جل رھے ھین. بعد آگ کی پانی برسیگا. سفر خصوصاً بوڑھی رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر .» (۱)

۲۳ جولائی کو پھر تحریر کیا ھے :

«پانی جگر گداز، ھوا جانستان، امراض مختلفہ کا ھجوم جہان تہان .» (۲)

نیم مردہ

سنہ ۱۸٦۵ ع مین نواب سکندر زمانی بیگم صاحبہ کا انتقال ھوا. ایسے موقع پر میرزا صاحب کو بزبان فارسی و عبارتِ بلیغ تعزیت نامہ لکھنا چاھیے تھا. لیکن بڑھاپا اور ضعف مانع آیا، اور انھون نے ۱۸ ستمبر سنہ مذکور کو از راہِ معذرت لکھا :

«اب مین نیم مردہ، دل پژمردہ، خاطر افسردہ، جس باب مین لفظ و معنی فراہم کیا چاھون وہ سراسر طبع کی خلاف .» (۳)

کوفتۂ و رنجور

رامپور کے دوسرے سفر سے واپس ھوتے ھوے میرزا صاحب مراد آباد پہنچکر بیمار ھوگئے تھے. نواب خلد آشیان نے مزاج پرسی کی تو اسکے جواب مین ۲۱ جنوری سنہ ٦٦ ع کو رودادِ سفر بیان کرکے لکھتے ھین :

«ایك ھفتہ کوفتہ و رنجور رھا. اب ویسا پیر و ناتوان ھون جیساکہ اس سفر سی پہلی تھا .» (٤)

نیمجان ھون

سفر کی صعوبت اور عرضِ راہ کی بیماری نے میرزا صاحب کی رھی سہی صحت برباد کردی، اور یہ اپنے آپکو نیمجان سمجھنے لگے. چنانچہ ۲۹ مارچ کو لکھتے ھین :

«اپنا حال اس سی زیادہ کیا لکھون کہ آگے ناتوان تھا. اور اب نیمجان ھون. برخوردار نواب مرزا خان اپنی مشاھدہ کی مطابق جو میری حقیقت عرض کری وہ مسموع و مقبول ھو .» (۵)

---

(۱) مکاتیب، ص ۵٤ (۲) ایضاً، ص ۵۵ (۳) ایضاً، ص ٦٤ (٤) ایضاً، ص ٦۸ (۵) ایضاً، ص ٦۹

حواس درست نہین

امراض اور مالی دقتون نے میرزا صاحب کے احساسات پر بھی کافی اثراندازی کی . چنانچہ ۱۱ اگست سنہ ٦٦ع کو تحریر کیا ھے :

« غم نے بشمول بڑھاپے کے پست و مضمحل کردیا ھے . حضرت کے قدمون کی قسم ! نہ حواس درست ، نہ رای صحیح . برسون سے مکروھات مین مبتلا رھتے رھتے اب طاقت تحمل کی نرھی . خدا جانے کیا ھوتا ھے، کیا سمجھتا ھون . کیا کرنا چاھیے، کیا کرتا ھون . » (۱)

ضعف بصر اور رعشہ

۱۸ ستمبر سنہ ٦٦ع کو چند نئے امراض کی شکایت کرتے ھوئے تحریر کیا ھے :

« خاطر اقدس مین نگزری کہ غالب تعمیل احکام مین کاھل ھے . بصارت مین فتور . ھاتھ مین رعشہ . حواس مختل . » (۲)

امراض قدیم بڑھگئے

اس کے ٦ ماہ بعد ۱۳ مارچ سنہ ٦٧ع کو لکھتے ھین :

«اس درویش کا حال اب قابل گزارش نہین . امراض قدیم بڑھگئے . دوران سر ، اور رعشہ ، اور ضعف بصر ، تین بیماریان نئی پیدا ھوئی ھین . قلم نہین بناسکتا . لڑکون سے بنوالیتا ھون . برسون کی بات نہین رھی . ھفتون کی یا مہینون کی زندگی رھگئی ھے . » (۳)

فرض محال

اسکے ایک مہینے بعد ۱٤ اپریل سنہ ٦٧ع کو نمایش باغ بینظیر کی شرکت کی آرزو کرتے ھوے تحریر کرتے ھین :

« نمایشگاہ سراسر سور رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ھون ، اور خون جگر کھاتا ھون ، کہ ھائے مین وھان نہین ! بالاخانے پر رھتا ھون . اوتر نہین سکتا . مانا کہ آدمیون نے گود مین لیکر اوتارا ، اور پالکی مین بٹھادیا . کہار چلے ، راہ مین نہ مرا اور رامپور پہنچ گیا . کہارون نے جاکر بینظیر مین میری پالکی رکھدی . پالکی قفس اور مین طائر اسیر . وہ بھی بے پر و بال . نہ چل سکون . نہ پھر سکون . (جو کچھ اوپر لکھ آیا ھون یہ سب بطریق فرض محال ھے . ورنہ ان امور کے وقوع کی کہان مجال ھے .) » (٤)

اب دم نہین

رفتہ رفتہ ماہ و سال کے سفر کیساتھ ساتھ میرزا صاحب کے اعضا بھی

(۱) مکاتیب ، ص ٧٦ (۲) ایضاً ، ص ۸۰ (۳) ایضاً ، ص ۹۱ (٤) ایضاً ، ص ۹۲

فرسودہ وناتوان ہوتے چلے گئے۔ تا آنکہ ۱۱ جون سنہ ۱۸٦۷ ع تك یہ نوبت پہنچی کہ اونہون نے منشی سیلچند صاحب کو صاف صاف لکھدیا:

«بھائی بے تکلف لکھتا ہون کہ مجھ مین اب دم نہین۔ نہ طاقت باقی ہے۔ نہ حواس درست ہین۔ ..... لکھا کچھ چاہتا ہون۔ لکھ کچھ جاتا ہون۔ بس ابتو یہ نوبت پہنچی ہے کہ آج بچا کل مرا۔ کل بچا پرسون مرا۔» (۱)

وفات اور مدفن

آخرِ کار وہ دن بھی آگیا، جسکی میرزا صاحب کو برسون سے آرزو تھی، اور ۱۵ فروری سنہ ۱۸٦۹ ع مطابق ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ ھ کو ان کا انتقال ہوگیا۔ لیکن انکی خواہش تھی کہ بعدِ مرگ رامپور مین دفن کیا جاؤن۔ چنانچہ ۳۱ دسمبر سنہ ۵۹ ع کو حسین مرزا صاحب کو لکھا تھا:

«رامپور زندگی مین میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہولیا۔» (۲)

قضا وقدر نے یہ تمنا پوری نہونے دی، اور میرزا صاحب شاہ نظام الدین اولیا کے مزار کے قریب اپنے خاندان کے احاطے مین مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۱) مکاتیب، ص ۱۱۵ (۲) اردوی معلی، ص ۳۲۹

تصانیف

میرزا صاحب نے زیرِ نظر عریضون مین اپنی متعدد تصنیفات کا تذکرہ کیا ھے. ان مین سے اکثر مشہور ھین اور کئی کئی بار طبع بھی ھوچکی ھین. لیکن بعض کے حالات سے ارباب علم ابھی تک آگاہ نہین. اسلئے مناسب معلوم ھوتا ھے کہ ان سب کا اجمالی ذکر کردیا جائے.

تاریخ سلاطین تیموریہ

۱٤ جنوری سنہ ۵۸ع کے عریضہ مین میرزا صاحب نے اس کتاب کا ذکر کیا ھے. فرماتے ھین:

«از ھفت ھشت سال بتحریر تاریخ سلاطین تیموریہ .... می پرداختم.» (۱)

واقعہ یہ ھے کہ سنہ ۱۸۵۰ع مین شاہِ ظفر نے میرزا صاحب کو تاریخ نویسی کی خدمت پر بمشاھرۂ پچاس روپیہ ماھوار مقرر فرمایا، اور حکم دیا کہ حکیم احسن اللہ خان بہادر تواریخ سے حالات اقتباس کرکے میرزا کو دیا کرین، اور میرزا صاحب اپنے اندازِ خاص مین ان واقعات کو تحریر کرین. میرزا صاحب نے کتاب کا نام پرتوستان رکھا، اور یہ تجویز قرار پائی، کہ کتاب دو حصون مین تقسیم کیجائے. پہلا حصہ ابتدایِ آفرینش سے امیر تیمورِ گورگان تک بالاختصار اور تیمور سے ھمایون تک قدرے تفصیل کیساتھ مرتب کیا جائے. دوسرے مین جلال الدین اکبر سے سراج الدین بہادر شاہ تک کے واقعات ھون. میرزا صاحب نے حصۂ اول کا نام «مہرِ نیمروز» اور ثانی کا «ماہِ نیم ماہ» رکھا. حصۂ اول کے متعلق ۱۱ جون سنہ ۱۸۵۲ع کو میرزا صاحب نے منشی جواھر سنگھ جوھر کو لکھا ھے:

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۲

«مسودۂ روزنامۂ روداد اورنگ نشینان چغتائیه بدست هیرا سنگهه روان داشته ایم، و هنوز از رسیدنش نشان نیافته ایم. اگر رسیده است بنویسند. ورنه از هیرا سنگهه باز پرس کنند.» (۱)

اس سے معلوم هوتا هے که سال ڈیڑه سال کے اندر هی «مهرِ نیمروز» تمام هو چکی تهی. لیکن سنه ۱۲۷۱ ھ تك زیورِ طباعت سے آراسته نهوسکی[۲]، جسکی وجه یه هوگی که اگر میرزا صاحب فوراً حضورِ شاه مین کتاب پیش کردیتے تو حصۂ دوم کا تقاضا شروع هو جاتا، جسکیواسطے یه اسقدر جلد تیار نه تهے.

بهرحال مطبوعه کتاب بادشاه کے روبرو سنه ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴ع) مین پیش هوئی. چاهئے تها که میرزا صاحب حصۂ ثانی کی ترتیب شروع کردیتے. لیکن ایسا نهین هوا، حتی که سنه ۵۷ع نے بساطِ حکومت اولٹدی، اور «ماهِ نیم ماه» شرمندۂ طلوع نهوسکا. بظاهر اسکی ایك اهم وجه میرزا صاحب کی جدید طرزِ انشا بهی هے، جو بادشاه تو بادشاه اوس عهد کے کسی ادیب کو بهی پسندیده نه تهی. ورنه ناممکن تها که سنه ۵۴ع سے سنه ۵۷ ع تك بادشاه تقاضا نکرتے، یا مهلت عطا کردیتے اور قبلِ اتمامِ کتاب جلاوطن هوجاتے تو میرزا صاحب اپنے خطوط مین یه نه لکهتے که مین نے حصۂ ثانی کی ترتیب کا آغاز کردیا تها، لیکن اوسکو انجام تك اسلئے نهین پهنچایا که اب اوسکا قدردان دلی سے رخصت هوگیا تها. یه بهی ممکن هے که چونکه اسی سال شیخ ابراهیم ذوق کا انتقال هوا اور میرزا صاحب به تنخواهِ موجوده استادِ شه قرار پائے، اسلئے اونهون نے خلافِ دانشمندی سمجها هو که ایك تنخواه کے عوض دو خدمتین انجام دین. والله أعلم.

دیوان اردو

میرزا صاحب نے ۵ ذی الحجه سنه ۱۲۷۳ ھ کے عریضه مین اسکا اسطرح ذکر کیا هے:

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۵۰ (۲) ایضاً، ص ۲۷۴

«مجکو غم یہ ہی کہ غزلہای اصلاحی اور دیوان اردو کی رسید مین نہ پائی ۔ ۔ ۔ ۔ دیوان کی رسید ۔ ۔ ۔ ایسی ہی باریك کاغذ پر لکھکر اس ساہوکار کو دیجیگا ، اور اوسکو تاکید کیجیگا کہ اسکو بہیجدی ۔ » (۱)

منشی شیونرائن اکبرآبادی کو اس نسخہ کے بارے مین لکھتے ہین :

«اب تم سنو ۔ دیوان ریختۂ اتم و اکمل کہان تہا ۔ مگر ہان مین نی غدر سی پہلی لکھوا کر نواب یوسف علیخان بہادر کو رامپور بہیجدیا تہا ۔ » (۲)

اس بیان سے بظاہر یہ مترشح ہوتا ھے کہ میرزا صاحب نے مئی سنہ ۵۷ع سے قبل دیوانِ اردو رامپور بھیجا ۔ لیکن دراصل نسخۂ مذکور عریضہ نمبر ۵ کے جواب کی تاریخ ۹ مئی اور تاریخِ آشوبِ غدر ۱۱ مئی کے درمیان کسی تاریخ کو بھیجا گیا تھا ۔ چونکہ وہ تاریخ غدر سے قبل تھی اسلئے میرزا صاحب نے مجملاً «غدر سے پہلے» کہا ھے ۔

میرزا صاحب کو اسکی رسید نومبر سنہ ۵۸ ع تك موصول نہوسکی ۔ جب ماہِ مذکور مین انہون نے «دستنبو» کی ایك جلد تحفۃً ارسال کی اور نواب صاحب نے جواب مین لکھا کہ عدیم الفرصتی کے سبب دیوان اور دستنبو ملاحظہ سے نگزرا ، تو میرزا صاحب نے ۷ نومبر کو لکھا :

«اس قرینی سی کہ بسبب کم فرصتی کی اونکا ملاحظہ نکرنا مرقوم ہوا ریختہ کی دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم ہوا ۔ » (۳)

اس نسخہ کی مفصل کیفیت صفحۂ ۱۰ کے حاشیہ مین ملاحظہ ہو ۔

دستنبو

میرزا صاحب نے «آغازِ یازدہم مئی سنہ ۱۸۵۷ ع سے ۳۱ جولائی سنہ ۱۸۵۸ ع تك روددادِ شہر اور اپنی سرگزشت یعنی پندرہ مہینے کا حال نثر مین لکھا ۔ ۔ ۔ اور التزام اسکا کیا ۔ ۔ ۔ کہ دساتیر کی عبارت یعنی پارسیِ قدیم لکھی جائے ، اور کوئی لفظِ عربی نہ آئے»(۴) . اور منشی شیو نراین کے مطبع واقعِ اکبرآباد (آگرہ) مین طبع کراکے ایك نسخہ نواب فردوس

(۱) مکاتیب ، ص ۱۰ (۲) اردوی معلی ، ص ۳۸۱ (۳) مکاتیب ، ص ۱۸ (۴) اردوی معلی ، ص ۴۹ و — مکاتیب غالب

مکان کو ارسال کیا۔ ۷ نومبر سنہ ۵۸ ع کو اسکی رسید کے متعلق لکھتے ہین:

« اس قرینہ سی کہ بسبب کم فرصتی کے اونکا ملاحظہ نکرنا مرقوم ہوا، ریختہ کے دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم ہوا. دیوان کے دیکھنی ندیکھنی مین آپ کو اختیار ہی. مگر یہ چار جزو کا رسالہ جو اب بھیجا ہی اسکا دیکھنا ضرور درکار ہی. فارسی قدیم اور پھر حسن معنی اور صنعت الفاظ. با این ہمہ ہر امر کی احتیاط اور ہر بات کا لحاظ. جنابعالی! طرفہ معاملہ ہی. خدا کا شکر ہی اور اپنی قسمت کا گلہ ہی. خدا کا شکر یہ کہ باوجود تعلق قلعہ کسیطرح کے جرم کا بہ نسبت میری احتمال بھی نہین. قسمت کا گلہ یہ کہ عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین. یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ہی. گویا بن کھائی جینا ہی. کہتی ہین کہ جنوری شروع سال مین پنسنداروں کو روپیہ ملیگا. دیکھئی کیا نیا گل کھلیگا. پہلی نومبر کو یہان اشتہار عام ہوگیا ہی. کہ اب قلمرو ہندوستان مین عمل ملکۂ معظمۂ عالیمقام ہوگیا ہی. مین پہلی سی مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ہون، اور وزرای ملکۂ دارا دربان کی دو سارتیفکٹ پاچکا ہون. اگر اس اجمال کو بہ تفصیل معلوم کیا چاہیے، تو اسی کتاب موسوم بہ « دستنبو » مین دیکھا چاہئی. » (۱)

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ھے کہ ۷ نومبر سنہ ۵۸ ع سے قبل کتاب طبع ہو چکی تھی. اس کتاب کی طباعت مین میرزا صاحب نے جسقدر اہتمام اور کوشش کی ھے اوسکی داستان سے اردوی معلی اور عودِ ہندی کے صفحے کے صفحے پُر ہین. ان خطوط کا ضروری اقتباس مولانا مہر کی کتاب کے صفحات ۳۲۶ - ۳۳۴ مین ملاحظہ ہو.

کلیات فارسی

کلیاتِ فارسی کا نسخہ میرزا صاحب نے مارچ سنہ ۱۸۶۱ ع مین نذر کیا تھا. یہ نسخہ خاندانِ لوہارو کے ایک بزرگ نواب فخر الدین خان مرحوم کے قلم کا لکھا ہوا ھے. ۷ اپریل سنہ ۶۱ ع کو اسکے بارے مین میرزا صاحب تحریر کرتے ہین:

« کلیات فارسی کے پہنچنی سی اور اس نذر کے مقبول ہونی سی مجکو بہت خوشی حاصل ہوئی. » (۲)

۱۹ محرم سنہ ۱۲۸۲ ھ (۱۴ مئی سنہ ۱۸۶۵ ع) کو پھر اسکا ذکر کیا ھے. فرماتے ہین:

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۵ (۲) ایضاً، ص ۲۸

«دو قصیدۂ مدحیہ میری دیوان فارسی مین مرقوم اور وہ دیوان حضرت کی کتابخانی مین موجود ھو.» (۱)

بعد ازان ۱۸ جون سنہ ۶۵ ع کو پھر لکھتے ھین:

«اب عرض یہ ھو کہ حسب الحکم حضور کی یہ قصیدہ میری دیوان فارسی مین، جو کتابخانی مین موجود ھو، درج کیا جائی.» (۲)

نسخہ کی مزید تفصیل ص ۲۸ کے حاشیہ نمبر ۲ مین درج ھے.

نامۂ غالب

میرزا صاحب نے سنہ ۱۸۶۰ع مین فرھنگ برھان قاطع کے اغلاط پر مشتمل ایك رسالہ مسمی بہ «قاطع برھان» لکھکر نواب فردوس مکان کی امداد سے شایع کیا تھا. اسکے جواب مین ھندوستان کے متعدد اھل علم نے رسایل لکھے. ان حضرات مین سے ایك مرزا رحیم بیگ تھے. انھون نے «ساطع برھان» رسالہ تصنیف کیا، اور اوسمین میرزا صاحب کو بہت جلی کٹی باتین سنائین. میرزا صاحب نے اسکا جواب الجواب لکھا، اور اوسکے پانچ نسخے نواب مرزا خان داغ دھلوی کے توسط سے نواب خلد آشیان کی خدمت مین نذر گزرانکر ۱۳ ماہ اگست سنہ ۱۸۶۵ع کو نوابصاحب کو لکھا:

«ایك عبارت کا ایك جزو بطریق خط ایك انصاف دشمن کو لکھکر چھپوا دیا ھو. پارسل اوسکا نواب مرزا کو ارسال کیا ھو. پانچ رسالی وہ میریطرف سی نذر گزرانینگی. حضرت قبول نذر کو میرا عز و شرف جانین گی.» (۳)

اس سے ظاھر ھوتا ھے کہ رسالۂ مذکورہ شروع اگست سنہ ۶۵ مین شایع ھوا تھا.

انتخاب دیوان اردو

نواب خلد آشیان اساتذۂ فارسی و اردو کے منتخبہ اشعار کی ایك بیاض مرتب فرمانا چاھتے تھے. اسکے لئے میرزا صاحب کے چیدہ چیدہ اشعار کی بھی ضرورت تھی. لھذا اونھون نے ۲۵ اگست سنہ ۱۸۶۶ع کو میرزا صاحب کو لکھا کہ آپ اپنے اردو اور فارسی کلام کا انتخاب روانا فرمائیے، تا کہ

---

(۱) مکاتیب، ص ۵۳ (۲) ایضاً، ص ۵۳ (۳) ایضاً، ص ۵۷

مجموعۂ مذکور مین شامل کیا جائے۔ میرزا صاحب نے ۱۰ ستمبر کو جواباً تحریر کیا:

«اردو کا دیوان ایک شخص کو دیا ھی۔ .... بعد اتمام تحریر نذر کیا جائیگا۔» (۱)

۱۸ ستمبر کو پھر تحریر کیا:

«خاطر اقدس مین نگزری کہ غالب تعمیل احکام مین کاھل ھی۔ بصارت مین فتور۔ ھاتھ مین رعشہ۔ حواس مختل۔ ناچار کاتب کی تلاش کی۔ شہر سراسر ویران ھی۔ کاتب کہان؟ باری ایک دوست نی کاتب نشان دیا۔ اردو کا دیوان اشعار پر صاد کرکی اوسکو حوالہ کیا۔ کل وہ اجزای منقولہ آئی۔ آج بطریق پارسل مع اس عرضی کی ارسال کیی۔ خط کاتب کا مجکو پسند نہین آیا۔ حضرت کو کیونکر پسند آئیگا۔ اغلاط اتنی تھی کہ مجکو تحریر کی برابر محنت پڑی۔» (۲)

۲۴ ستمبر کو سہ بارہ اردو دیوان کا اسطرح ذکر کیا ھے:

«اردو دیوان کا انتخاب بھیج چکا ھون۔ یقین ھی کہ حضرت کی نظر انور سی گزر گیا ھو۔» (۳)

انتخاب دیوان فارسی

اسی سلسلہ مین میرزا صاحب نے اپنی فارسی غزلون کا انتخاب بھی روانا کیا تھا۔ ۱۰ ستمبر کے خط مین اسکے متعلق فرماتے ھین:

«فارسی دیوان کا شیرازہ کھولکر چند شخصون کی حوالی کیا ھی۔» (۴)

۱۸ ستمبر کے عریضہ مین دیوان اردو کے ارسال کی اطلاع کے بعد لکھتے ھین:

«فارسی کی کلیات کا شیرازہ کھولکر اجزا اوسکی احباب پر تقسیم کردیئی ھین۔ جابجا اشعار پر صاد کردیئی ھین۔ وہ بھی میری انتخاب کی مطابق نقل ھو رھی ھین۔ بعد اتمام وہ بھی پیشکش کرونگا۔» (۵)

میرزا صاحب نے یہ انتخاب ۲۴ ستمبر کو روانا کرکے بطریقِ اطلاع سرکار کو لکھا:

«آج فارسی دیوان کا انتخاب بطریق پارسل اس عرضی کیساتھ بھیجتا ھون۔ ... اس درویش نی صرف غزلین اور رباعیون کا انتخاب بھیجا ھی۔ قصائد و قطعات و مثنویات کا انتخاب ابھی نہین بھیجا۔ اگر حکم ھو تو وہ بھی بھیجون۔» (۶)

لیکن اغلب یہ ھے کہ سرکار نے ان اصنافِ نظم کا انتخاب طلب نہین فرمایا۔ ان دونون نسخون کے متعلق ص ۷۹ کا حاشیہ نمبر ۱ ملاحظہ کیجیے۔

(۱و۴) مکاتیب، ص ۷۹ (۲و۵) ایضاً، ص ۸۰ (۳و۶) ایضاً، ص ۸۱

تلامـــذہ

میرزا صاحب کے شاگردون کی تعداد خاصی ہے. لیکن مکاتیب مین صرف چند اصحاب کا ذکر آیا ہے. ان مین سے باقرعلیخان اور حسین علیخان سببی خاندان کے عنوان کے ماتحت مذکور ہوچکے. بقیہ اصحاب حسبِ ذیل ہین.

نیر

نواب ضیاءالدین خان بہادر نیّر و رخشان ابن نواب احمد بخش خان بہادر والیِ فیروزپور جھرکہ و لوہارو میرزا صاحب کے ارشدِ تلامذہ مین تھے. نواب خلد آشیان نے ۲۵ اگست سنہ ٦٦ع کے فرمان مین میرزا صاحب سے ارشاد فرمایا تھا کہ بھائی ضیاءالدین خانصاحب کے کلام کا انتخاب بھی بھجوائیے. اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ۱۰ ستمبر کو لکھا:

« بھائی ضیاءالدین خان کا مجموعۂ نظم و نثر فارسی و اردو سراسر دیکھا ہوا میرا، جو اونکی کتابخانی مین تھا، غدر مین لٹگیا. بعد غدر ذوق شعر باطل اور دل افسردہ ہوگیا. دو تین غزلین فارسی و ہندی جو لکھی ہین اوسکا انتخاب بھی پہنچیگا. » (۱)

۲٤ ستمبر کو انتخابِ دیوانِ فارسی کیساتھ جو عریضہ بھیجا تھا اوسمین ضیاءالدین خان بہادر کے بارے مین تحریر کیا ہے:

« بھائی ضیاءالدین خان بہادر نی جو اوراق میری پاس بھیجی ہین وہ بھی اس پارسل مین رکھدیئے ہین. حضرت اس غریب کا مجموعۂ نظم و نثر غدر مین لٹگیا. بعد غدر جو کچھ کہا ہو وہ یہی ہی، جو پہنچتا ہو. » (۲)

نواب ضیاءالدین خان بہادر کیلئے ص ۷۹ کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو.

ناظم

میرزا صاحب کے دوسرے قابلِ فخر شاگرد، جنکا مکاتیب مین اسلئے

---

(۱) مکاتیب، ص ۷۹ (۲) ایضاً، ص ۸۲

بارها ذکر آیا ھے کہ ابتدائی ٤٢ عرایض اون کے نام ِ نامی سے معنون ھین ، نواب سید محمد یوسف علیخان بہادر فردوس مکان ناظم تخلص ھین . چونکہ دیباچہ مین موصوف الذکر کی شاگردی سے بالتفصیل بحث کیگئی ھے ، نیز اونکے سوانح پر ایك مختصر نوٹ مکاتیب کے آغاز مین درج ھے ، اسلئے یہان صرف ذکر پر اکتفا کیا جاتا ھے .

نواب خلد آشیان

نواب سید محمد کلب علیخان بہادر خلد آشیان بھی میرزا صاحب کے زمرۂ تلامذہ کے رخشندہ گوھر ھین . آپ نے ٢٧ اگست ٦٦ ع کو ایك فارسی نثر میرزا صاحب کو بغرض ِ اصلاح بھیجی تھی ، اور گرامی نامۂ مورخۂ ٢ اکتوبر مین تحریر فرمایا تھا :

« مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است . » (١)

بعض وجوہ سے یہ رشتہ پایدار ثابت نہ ھوا ، اور غالباً صرف ایك نثر پر میرزا صاحب اصلاح دیسکے . مکاتیب ِ ھذا کی بڑی تعداد آپ کی خدمت ِ اقدس مین لکھی گئی ھے . چونکہ آپ کے نام کے عرایض کے شروع مین سوانح ِ حیات پر مشتمل ایك نوٹ اضافہ کردیا گیا ھے ، اسلئے یہان تفصیل کی حاجت نہین .

---

(١) مکاتیب ، ص ٨٢ ، حاشیہ نمبر ١ .

لوازمات امارت

شاگرد پیشه

ایک عریضه مین میرزا صاحب نے اپنے ملازمون کا بھی اجمالی ذکر کیا ھے. فرماتے ھین :

«حضور کی عطیه پر میرا اور شاگرد پیشه کا اور حسین علی کا گزارا ھو . عالم الغیب جانتا ھو جسطرح گزرتی ھو . » (۱)

اس سے معلوم ھوتا ھے که میرزا صاحب کے ملازمون کی تعداد خاصی تھی، اور یه که وه اس غربت مین بھی لوازماتِ امارت کے پابند تھے. ان خدمتگارون مین سے بعض کا تذکره میرزا صاحب کے دوسرے سفرِ رامپور کے ضمن مین آئیگا .

مختار کار

میرزا صاحب نے روسا کیطرح مالی اور دیگر دفتری کاروبار کے انصرام کیلئے مختار کار بھی رکھ چھوڑا تھا. یه قوم کا بنیا اور ساھوکاری پیشه تھا. بسا اوقات اسی سے میرزا صاحب قرض بھی لیا کرتے، اور اسی کے ھاتھ سرکارِ رامپور کی فرستاده ھنڈوی فروخت کر ڈالتے تھے.

۱۳ اگست سنه ۱۸٦٦ ع کے عریضه مین میرزا صاحب نے پہلی بار اسکا ذکر کیا ھے. فرماتے ھین :

«آج آخر روز توقیع وقیع مع جولائی کی تنخواه کی ھنڈوی کے پہنچا . ھنڈوی مختار کار کو دی اور یه عرضی لکھنے بیٹھا . » (۲)

بعد ازان ۱۸ ستمبر سنه ۱۸٦۸ ع کو منشی سیلچند کے نام کے مکتوب مین لکھتے ھین :

«اگلے مہینے یعنی اگست سنه ۱۸٦۸ کی تنخواه کی ھنڈوی جو تم نے بھیجی تھی اوسکا روپیه ابتک نہین پٹا . مین تو جسدن ھنڈوی آتی ھو اوسیدن یا دوسری دن اپنے مختار کار کے ھاتھ، که وه بھی مہاجن ھو، بیچ ڈالتا ھون . مگر اوس مختار کو جسکے ھان ھنڈوی آتی ھو اوسنے روپیه ابتک نہین دیا . » (۳)

---

(۱) مکاتیب، ص ۷۵ (۲) ایضاً، ص ۷٦ (۳) ایضاً، ص ۱۱٦

انگریزی تعلقات

دیرینہ نمکخوار

حکومتِ انگلشیہ سے میرزا صاحب کے تعلق کا آغاز اونکے چچا نصراللہ بیگ خان بہادر کے توسط سے ہوتا ہے۔ نصراللہ بیگ خان بہادر انگریزی فوج مین رسالدار، اور پرگنۂ سونك سونسا کے جاگیردار تھے۔ میرزا صاحب اپنے والد کے انتقال کے بعد چچا کی سرپرستی مین پرورش پا رہے تھے کہ سنہ ۱۸۰۶ ع مین، جبکہ انکی عمر ہنوز دس سال کی بھی نہ ہوئی تھی، نصراللہ بیگخان بہادر کا انتقال ہوگیا۔ لارڈ لیك بہادر نے دیرینہ خدمات کا لحاظ کر کے جاگیر کے عوض اونکے متعلقین کی پنشن مقرر کرادی، اور اسطرح میرزا صاحب انگریزون کے وظیفہ خوار بنگئے۔ یہ پنشن نواب احمد بخش خان بہادر والیِ فیروزپور جھرکہ، برادرِ نسبتیِ نصراللہ بیگخان بہادر، کے خزانہ سے ملتی تھی۔ لیکن اونکے جانشین، نواب شمس‌الدین احمد خان بہادر کو ولیم فریزر ریزیڈنٹ دھلی کے قتل کرانے کے الزام مین پھانسی دیدیگئی، اور فیروزپور کی جاگیر ضبط ہوگئی، تو میرزا صاحب اور دیگر ورثایِ نصر اللہ بیگخان کی پنشن خزانۂ کلکٹریِ دھلی سے تقسیم ہونے لگی اور اپریل سنہ ۱۸۵۷ ع تك میرزا صاحب کو ملتی رہی۔

میرزا صاحب اپنی اس «دیرینہ نمکخواری» کے متعلق نواب فردوس مکان کو تحریر کرتے ہین:

«حالی رای جہان آرای باد، کہ دیرینہ نمکخوار سرکار انگریزم. و از سر آغاز سال یکہزار و هشتصد و شش، کہ درانگاہ شمار سنین عمر من از دہ نگزشتہ بود، بعوض جاگیر عم حقیقی نسبي خود نصراللہ بیگخان بہادر، کہ با جمعیت رسالۂ چہار صد سوار بمعیت جرنیل لاڑد لیك بہادر در فتح هندوستان کوششہای نمایان کردہ، و پرگنۂ سونك سونسا بقید حین حیات جاگیر

یافته ، و هم دران عهد بمرگ ناگاه از جهان رفته بود ، بفرمان جرنیل لاڑد لیک بهادر و منظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سبی من نواب احمد بخش خان بهادر در وجه معاش من منجملهٔ زر استمراری سرکاری ، که بذمهٔ نواب احمد بخش خان بهر دوام واجب الادا بود ، قرار یافت . چون جانشین احمد بخش خان کیفر کردار یافت و جاگیر بسرکار باز یافت شد ، رسیدن آن وجه مقرری از خزانهٔ کلکٹری دهلی صورت پزیرفت . چنانکه تا انجام اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلکٹری دهلی یافته ام . » (۱)

دربار اور خلعت

پنشنخوار کی حیثیت سے میرزا صاحب اهم شخصیت کے مالك نه تھے . اونهین ساڑھے سات سو روپیے سالانه یا ساڑھے باسٹھ روپیه ماهوار کا معمولی وظیفه ملتا تھا . نواب خلد آشیان کو ۵ ستمبر سنه ۶۷ ع کے عریضه مین لکھا ھے :

« باسٹھ روپئی آٹھ آنی مهینا انگریزی سرکار سی بعوض جاگیر پاتا هون . » (۲)

در اصل اونکا حقیقی اعزاز یه تھا که گورنر جنرل کے دربار مین داهنی صف مین دسوین کرسی اور سات پارچے مع جیغه ، سرپیچ و مالای مروارید خلعت پاتے تھے . نواب فردوس مکان کو یه تفصیل لکھتے هوے فرماتے هین :

« مین انگریزی سرکار مین علاقه ریاست دودمانی کا رکھتا هون . معاش اگرچه قلیل هی ، مگر عزت زیاده پاتا هون . گورمنٹ کی دربار مین داهنی صف مین دسوان لمبر اور سات پارچی اور جیغه ، سر پیچ ، مالای مروارید خلعت مقرر هی . » (۳)

غدر اور قصور خدمت

سرکار انگریزی سے میرزا صاحب کے تعلقات مئی سنه ۵۷ ع تك خوشگوار تھے . جب دهلی اور دیگر اطرافِ ملك مین انگریزون کے خلاف فوج اور رعایا نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ، اور شاهِ ظفر مطلق العنان حکمران قرار دیے گئے ، تو میرزا صاحب کیلئے بجز گوشه گیری کوئی چارهٔ کار نرها . کیونکه اگر اپنی محسن سرکار کا ساتھ دیتے ، تو باغی گھر بار لوٹ لیجاتے ، اور اهلِ قلعه کی کھلم کھلا حمایت کرتے ، تو بصورتِ ناکامی انگریزون کی طرف سے بدسلوکی کا خوف تھا . نصیب کی تائید سے میرزا صاحب کی تدبیر کارگر هوئی ، اور وه

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱ (۲) ایضاً ، ص ۹۶ (۳) ایضاً ، ص ۲۱

شہر دھلی کے اندر باغیـون کیساتھ « بباطن بیگانه و بظـا هرآشنا » ایام گزاری کرتے رھے . تا آنکه انگریزی فوج نے دوباره شہر فتح کیا ، اور اون اشخاص کی دار و گیر شروع ھوئی ، جنھون نے باغیون کی جنبه داری کی تھی . اھلِ شہر نے انگریزی سپاه کے داخلِ شہر ھوتے ھی بھاگنـا شروع کردیا ، لیکن میرزا صاحب اپنی جگه سے نه ھلے . شہر مین تحقیقات شروع ھوئی . مخبرون نے اطلاعین بہم پہنچاکر باغیون کی تلاش مین گورنمنٹ کی مدد کی ، مگر باوجودِ تعلقِ قلعه میرزا صاحب کے دامنِ وفاداری پر دھبـه نه آیا . حکام کو میرزا صاحب کے قیامِ دھلی کی اطلاع ھـوئی ، مگر اونھون نے اس سے دلچسپی نلی . خود میرزا صاحب نے کسی حاکم سے اسلئے ملنـا مناسب نه جانا که موجوده اصحاب مین اونکا کوئی شنـاسا نه تھا . نتیجـه یه ھوا که کچھ عرصه کیلئے انکے تعلقاتِ انگریزی منقطع ھوگئے . دورانِ بغاوت مین نواب فردوس مکان نے انگریزون کی بڑی امداد کی تھی . میرزا صاحب اس حقیقت سے واقف تھـے . جب غدر کی آگ بجھ گئی ، تو انھون نے از راهِ مصلحت ۱۴ جنوری سـنه ۱۸۵۸ع کو اپنی ساری روداد نوابصاحب کو لـکھی ، اور آخر مین عرض کیا :

« راستی اینکه درین فتنه و آشوب خدمتی بجا نیاورده ام . لیکن مقام شکر است که به تقدیم نرسیدن خدمت از راه بیدستگاهیست و ذریعهٔ اخلاص و خلوص همان بیگناهیست . » (۱)

بعد ازان ۷ نومبر سنه ۵۸ع کو تحریر کیا ھے :

« خدا کا شکر یه که باوجود تعلق کسیطرح کی جرم کا به نسبت میری احتمال بھی نہین . » (۲)

اسی سلسله مین ۷ نومبر سـنه ۵۹ع کو لـکھتے ھین :

« ابتك مین اپنی کو یه بھی نہین سمجھا که بیگناه ھون یا گناهگار . مقبول ھون یا مردود . مانا که کوئی خیرخواھی نہین کی جو نئی انعام کا مستحق ھون . لیکن کوئی بیوفائی بھی سرزد نہین ھوئی جو دستور قـدیم کو برھم ماری . » (۳)

مسدودی دربار و خلعت و پنشن

میرزا صاحب نے ایامِ غدر مین جو رویه اختیار کیـا تھا اوسکی بنا پر

(۱) مکاتیب ، ص ۱۳ (۲) ایضاً ، ص ۱۵ (۳) ایضاً ، ص ۲۲

حکومتِ انگلشیہ کی نظر مین مجرم ثابت نہوے کہ سزا دیجاتی، لیکن کسی خاص خدمت کے انجام ندینے کے سبب اس کے بھی مستحق خیال نہ کیسے گئے کہ پنشن، دربار اور خلعت بحال رکھا جائے. چنانچہ یہ تینون اعزاز بند ہوگئے. نواب فردوس مکان کو ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۹ ع کے عریضہ مین دربار و خلعت کے ذکر کے بعد لکھا ھے:

«لاڑد ھاردنگ صاحب کے عہد تک پایا. لاڑد دلہوسی یہان آئے نہین. اب یہ نواب معلی القاب آئے ھین. زمانے کا رنگ اور. کوئی حاکم کوئی سکرتر میرا آشنا نہین. بڑے میری مربی قدردان جناب اڈمنسٹن صاحب. وہ بھی چیف سکرتر نرھے. لفٹنٹ گورنر ھوگئے. وہ سکرتر رھتے تو مجھے کچھ غم نہ تھا.» (۱)

پنشن کی مسدودی کے بارے مین ۱۴ جنوری سنہ ۵۸ ع کے محولۂ بالا عریضہ مین لکھتے ھین:

«چنانکہ تا انجام اپریل سنہ ۱۸۵۷ از کلکٹری دھلی یافتہ ام. و از مئی خود آشکار است کہ حال چیست.» (۲)

اسکے بعد ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع کو تحریر کرتے ھین:

«جنابعالی! طرفہ معاملہ ھے. خدا کا شکر ھے، اور اپنی قسمت کا گلہ ھے. خدا کا شکر یہ کہ باوجود تعلق قلعہ کسیطرح کے جرم کا بہ نسبت میری احتمال بھی نہین. قسمت کا گلہ یہ کہ عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین. یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ھے. گویا بن کھائے جیتا ھون.» (۳)

پنشن کی بحالی کی کوشش

غالباً مئی سنہ ۱۸۰۶ ع سے اپریل سنہ ۵۷ ع تک میرزا صاحب کو خاندانی وظیفہ ملتا رھا. مئی مین غدر ھوگیا اور چند ماہ تک اھلِ دھلی اور گورنمنٹ کے تعلقات منقطع رھے. فتحِ دھلی کے بعد جنوری سنہ ۵۸ ع تک میرزا صاحب نے اسلئے تجدیدِ راہ و رسم کی سعی نکی، کہ شناسا حاکمون مین سے اب کوئی نہ رھا تھا، اور نئے حکام سے ملاقات کی تقریب کوئی خدمت ھونی چاھیسے تھی، جو از راہِ احتیاط انھون نے انجام نہین دی تھی. چنانچہ ۱۴ جنوری سنہ ۵۸ ع کے عریضہ مین نواب فردوس مکان کو لکھا ھے:

---

(۱) مکاتیب، ص ۲۲ (۲) ایضاً، ص ۱۲ (۳) ایضاً، ص ۱۵

«از سر آغاز سال ۱۸۰۶ ... بعوض جاگیر عم حقیقی نسبی خود ... مشت زری ... در وجه معاش من .... قرار یافت .... چنانکه تا انجام اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلکٹری دهلی یافته ام . و از مئی خود آشکاراست که حال چیست . ... می بایست که خود سلسله جنبان گشتمی . و با حکام پیوستمی . درین باره سخن آنست ، که درین فرماندهان با هیچ کس سابقه معرفتی ندارم . و معهذا موقع و محل آن نمی نگرم که نامه نویسم ، و خواهش ملاقات بمیان آورم . راستی اینکه درین فتنهٔ و آشوب خدمتی بجا نیاورده ام . » (۱)

لیکن معلوم هوتا هے که ۱٤ جنوری اور ۲۵ مارچ سنه ۵۸ ع کے درمیان هی مین بحالیِ پنشن کی سلسله جنبانی شروع کردی تهی . اسلئے که نواب فردوس مکان کی بالواسطه دعوتِ رامپور کے جواب مین صاحبزاده سید زین العابدین خان بهادر کو ۲۵ مارچ سنه ۵۸ ع کو لکهتے هین :

« مین نے اپنی پنسن کے باب مین چیف کمشنر بهادر کو درخواست دی تهی . وهان سے صاحب کمشنر شهر کے وہ درخواست حواله هوئی . صاحب کمشنر دهلی نے صاحب کلکٹر شهر سے کیفیت طلب کی هے . پس اگر وہ کیفیت پنسن کی هے تو یهان کی کلکٹری کا دفتر اگر نهین رها نه رهے . ریونیو بورڈ کے دفتر اور لفٹنٹ گورنری آگره اور نواب گورنر جنرل کلکته کے دفتر اس پنسن کی کیفیت سے خالی نهین هین . اور اگر میری کیفیت مطلوب هے ، تو میرا بیجرم اور بری اور الگ هونا فساد سے از روی دفتر قلعه و اظهار مخبرین ظاهر هے . بهر حال صاحب کمشنر شهر کیفیت صاحب کلکٹر سے طلب کرکر چیف کمشنر کے ساتھ پنجاب کو گئے هین . دیکھیے کب آوین ، اور بعد ملاحظهٔ کیفیت کیا حکم دین . » (۲)

مداحون مین نام

اس عرصه مین میرزا صاحب نے مداحانِ حکومتِ انگلشیه مین اپنا نام درج کراکے وزرایِ ملکهٔ معظمه کے دو سارٹیفکٹ حاصل کرلئے تهے . لیکن اسکے باوجود نومبر سنه ۵۸ع تک پنشن جاری نهوئی ، اور جب شهر مین یه افواه مشهور هوئی که جنوری سنه ۱۸۵۹ ع مین پنشندارون کو روپیه ملیگا ، تو ۷ نومبر سنه ۵۸ع کو میرزا صاحب نے از راهِ شکایت نواب فردوس مکان کو لکها :

« قسمت کا گله یه که عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بهی نهین . یه نومبر سنه ۱۸۵۸ انیسوان مهینا هے . گویا بن کهائے جینا هے . کهتے هین که جنوری شروع سال مین پنسندارون کو روپیه ملیگا .

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱-۱۳ (۲) ایضاً ، ص ۱۱۰

دیکھئی کیا نیا گل کھلیگا ۔ پہلی نومبر کو یہان اشتہار عام ہوگیا ھی ، کہ اب قلرو ہندوستان مین عمل ملکۂ معظمۂ عالیمقام ہوگیا ھی ۔ مین پہلی سی مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ہون ۔ اور وزرای ملکۂ دارادربان کی دو سارتی فکٹ پا چکا ہون ۔ » (۱)

اسکے جواب مین نوابصاحب نے لکھا کہ آپ رامپور تشریف لے آئیے۔ میرزا صاحب نے ۳ دسمبر کو جواباً تحریر کیا :

«میری حاضر ہونیکو جو ارشاد ہوتا ھی ، مین وھان نہ آؤنگا ، تو اور کہان جاؤنگا ۔ پنسن کی وصول کا زمانہ قریب آیا ھی ۔ اسکو ملتوی چھوڑکر کیونکر چلا آؤن ۔ سنا جاتا ھی ، اور یقین بھی آتا ھی ، کہ جنوری آغاز سال ۵۹ عیسوی مین یہ قصہ انجام پائی ۔ جسکو روپیہ ملنا ھی اوسکو روپیہ ، جسکو جواب ملنا ھی اوسکو جواب ملجائی ۔ » (۲)

عرضی کی روداد

جنوری سنہ ۵۹ ع پر دو مہینہ اور گزر گئے، مگر ہنوز مقدمۂ پنشن فیصل نہوا ۔ سرکار نے ۱۳ اپریل کو پھر دعوتِ آمدِ رامپور دی ، تو میرزا صاحب نے امیدِ وصولیابیِ پنشن کا گیت گاتے ہوئے لکھا :

«مجموع پنسندارون کی مثل مرتب ھی ، اور ہنوز صدرکو روانا نہین ہوئی ۔ نواب گورنر جنرل لاڑد کیننگ بہادر نی کلکتہ سی میری کواغذ طلب کئی ، اور وہ کاغذ فہرست مین سی الگ ہوکر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ہوئی ۔ وھان سی کلکتہ کو بھیجی جائینگی ۔ پھر وھان سی حکم منظوری پنجاب ہوتا ہوا یہان آئیگا ، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا ۔ » (۳)

راہ چارہ مسدود

جب مہینے پر مہینا گزرنے لگا ، اور پنشن کا تصفیہ نہوا ، تو میرزا صاحب نے ۷ نومبر سنہ ۵۹ ع کو مجبوراً لکھا :

«ابتک مین اپنی کو یہ بھی نہین سمجھا کہ بیگناہ ہون یا گناہگار ۔ مقبول ہون یا مردود ۔ مانا کہ کوئی خیرخواھی نہین کی جو نئی انعام کا مستحق ہون ۔ لیکن کوئی بیوفائی بھی سرزد نہین ہوئی جو دستور قدیم کو برھم ماری ۔ بہر حال راہ چارہ مسدود اور دکھ موجود ۔ عرفی خوب کہتا ھی :

مرا زمانۂ طناز دست بستۂ و تیغ زند بفرقم و گوید کہ ھان سری میخار ۔ » (٤)

نواب فردوس مکان کی سفارش

نواب فردوس مکان اپنے استاد کی پریشانی سے کماحقہ واقف تھے ۔ آپ نے از راہِ نوازش اکثر انگریز حکام سے اسلئے میرزا صاحب کی تعریف کی

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۵ (۲) ایضاً ، ص ١٦ (۳) ایضاً ، ص ۱۹ (٤) ایضاً ، ص ۲۲

کہ انکے سابقہ مدارج بحال ہوجائین ۔ اور جب میرزا صاحب کا یاسنامہ مورخۂ ۷ نومبر سنہ ۵۹ ع مطالعہ فرمایا تو تسکینِ خاطر کیلئے لکھا :

« مشفقا! ہنگام ملاقات کے اکثر صاحبان ذیشان سے تذکار محامد اوصاف ذاتی اور صفاتی آپکا عمل مین آیا ہے ۔ اللہ تعالی کے فضل اور قدر دانی سرکار دولتمدار سے یقین واثق ہے کہ جو مدارج شریف آپکو قدیم سے ہین، پیشگاہ گورنمنٹ سے بھی اوسی مطابق ظہور مین آویگا ۔ کسواسطے کہ اہالی سرکار ابد قرار قدردان و قدر شناس ہین ۔ » (۱)

اقبال کی تائید

سرکار کی سفارش بارآور ہوئی ، اور پنشنداروں کا نقشہ بعدِ صدور حکم صدر سے واپس آگیا ۔ میرزا صاحب نے ۱۲ اپریل سنہ ٦۰ ع کو ان الفاظ مین سرکار کو اطلاع دی :

« عالم دو ہین ۔ ایک عالم شہادت ، ایک عالم غیب ۔ جسطرح عالم شہادت مین آپ میری دستگیری کررہے ہین ، عالم غیب مین آپکا اقبال مجکو مدد پہنچا رہا ہے ۔ تفصیل اس اجمال کی یہ کہ وہ نقشا پنسنداروں کا جو یہان سے صدر کو گیا تھا ، وہ اب صدر سے بعد صدور حکم آگیا ۔ حکم بہ نسبت ہر واحد کے مختلف ہے ۔ تقلیل بہت ہے ۔ سو روپیہ مہینے والیکو پچہتر بھی ہین اور پچیس بھی ہین اور دس بھی ہین ۔ اب فرمائیے میریواسطے کیا احتمال گزرتا ہے ۔ یاس کلی ہے ۔ لیکن واقعہ یہ ہوا ہے کہ سب سے پہلے میرا نام اور پوری پنسن کی واگزاشت کا حکم ۔ طرفہ یہ کہ میری نام کے ساتھ ایک انگریزی تحریر ہے ، کہ جسکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گورمنٹ کا حکم منظوری اس تحریر پر متفرع ہے ۔ حکام کے عملہ مین اور وکلا اور اہل شہر مین یہ مشہور ہے کہ وہ تحریر ولایت سے آئی ہے ۔ بہر حال دو امر ہنوز مبہم ہین ۔ ایک اس انگریزی تحریر کا حال اور دوسری میری بھائی کی پنسن کی حقیقت ۔ سو یہ دونوں امر چند روز مین معلوم ہوجائینگی ۔ اور جو معلوم ہوگا وہ عرض کیا جائیگا ۔ » (۲)

خداساز بات

میرزا صاحب نے ٤ مئی سنہ ٦۰ ع کو زرِ پنشن وصول کرلیا ۔ اہلِ دھلی نے اس اجرا کو نواب فردوس مکان کی سعی و کوشش کا نتیجہ قرار دیا ۔ میرزا صاحب ان مراتب سے سب سے زیادہ آگاہ تھے ، اور جنوری سنہ ٦۰ ع مین رامپور آتے وقت بعض احباب کو یہ لکھ بھی چکے تھے کہ

(۱) مکاتیب ، ص ۲۳ ، حاشیہ نمبر ۲ (۲) ایضاً ، ص ۲٦

اِس سفر کا مقصد یہ ھے کہ نوابصاحب کے ذریعہ گورنمنٹ سے میری صفائی ہوجائے۔ لیکن اسکے باوجود جب یوسف مرزا صاحب نے لکھا کہ خواجہ جان کی زبانی معلوم ہوا ھے کہ والیِ رامپور کی کوشش سے آپکی پنشن جاری ہوگئی، تو اسکے جواب مین میرزا صاحب نے اجرایِ پنشن کو مسبب الأسباب کی طرف منسوب کرتے ہوئے حقیقتِ حال کے اظہار سے اغماض کیا۔ فرماتے ھین:

«خواجہ جان جھوٹ بولتا ھو۔ والی رامپور کو اس پنسن کے اجرا مین کچھ دخل نہین۔ یہ کام خدا ساز ھو بعلی بن ابیطالب علیہ السلام۔» (۱)

بحالی دربار و خلعت کی کوشش

اوپر عرض کیا جاچکا ھے، کہ میرزا صاحب گورنر جنرل کے دربار مین خلعتِ ہفت پارچہ اور سہ رقومِ جواھر لارڈ ھارڈنگ صاحب کے وقت تک حاصل کرتے رھے۔ لارڈ ڈلھوسی نے دلی آکر دربار نہین کیا۔ اسلئے سنہ ۱۸۴۸ ع سے غدر سنہ ۵۷ ع تک میرزا صاحب کو شرکتِ دربار اور حصولِ خلعت کا کوئی موقع میسر نہ آیا۔ غدر کے بعد بعذرِ اشتباہ پنشن بند ہوئی تو دربار و خلعت کی امید بھی جاتی رھی۔ لیکن اجرایِ پنشن کے بعد میرزا صاحب نے بحالیِ دربار کی درخواست کی، جسپر عرصہ تک تحقیقات ہوتی رھی۔

گورنر کا دربار اور خلعت

سہ شنبہ ۳ مارچ سنہ ۱۸۶۳ ع کو[۲] سر رابرٹ منٹگمری لفٹنٹ گورنر پنجاب نے دلی مین دربار کیا۔ میرزا صاحب کو بھی شرکت کا حکم ملا۔ یہ اوس روز نہ گئے۔ دوسرے دن گورنر نے یاد کیا، تو خیامِ

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۳۱

(۲) مولانا مہر نے «غالب» صفحۂ ۲۳۹ اور ۲۴۱ پر لکھا ھو کہ مارچ سنہ ۱۸۶۲ ع مین دربار و خلعت بحال ہوی۔ یہ رای درست نہین ھو۔ دراصل یہ مارچ سنہ ۱۸۶۳ ع کا واقعہ ھو۔ کیونکہ نواب فردوس مکان اور میرزا صاحب کی مراسلت کا ھر خط مورخہ ھو۔ اور جن خطون مین زیر بحث مسئلہ کا ذکر آیا ھو وہ سنہ ۱۸۶۲ ع کے نہین، بلکہ سنہ ۱۸۶۳ ع کے تحریر شدہ ھین۔ غالباً اردوی معلی کے مطبوعہ نسخہ کی غلطی طباعت سے مہر صاحب کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی۔ نیز اردوی معلی ص ۱۱۲ پر میرزا تفتہ کے نام کے مکتوب کی تاریخ ۴ فروری بھی غلط ھو۔ اسکو ۴ مارچ ہونا چاھیے۔

گورنری مین حاضر ہوے. صاحب نے خلعت دیا اور فرمایا کہ گورنر جنرل بہادر کا دربار انبالے مین ہونیوالا ھے. آپ وھان بھی تشریف لیجائیے، اور دربار مین شریك ہوکر خلعتِ معمولی حاصل کیجیے. میرزا صاحب نے غالباً ٤ مارچ کو سرکار سے زادِ راہ کیلئے عطیہ کی درخواست کی. ١١ کو سرکار نے ٢٠٠ روپیہ بھیجے. ١٦ مارچ کو میرزا صاحب روپیہ کی رسید کیساتھ نواب فردوس مکان کو لکھتے ھین:

«اب سنیئے اپنی دعاگو کی داستان. منگل ٣ مارچ کو جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے خلعت عطا کیا، اور فرمایا کہ ھم تمھین مژدہ دیتے ھین کہ نواب گورنر جنرل بہادر نے اپنی دفتر مین تمھاری دربار اور خلعت کی بدستور بحال رھنی کا حکم لکھوا دیا. مین نے عرض کیا کہ مین انبالے جاؤن؟ فرمایا البتہ انبالے جانا ہوگا.

بعد جناب نوابصاحب کی جانیکی شہر مین شہرت ہوئی کہ دلی کی لوگ انبالے جانے سے ممنوع ھین. گھبرایا اور صاحب کمشنر کی پاس گیا. آپ خط اپنا دے آیا. زبانی پرسش کا جواب زبانی پایا. پھر خط کی جواب مین خط محررۂ ٧ مارچ آیا. چنانچہ لفافہ بلحاظ گرانی وزن رھنے دیتا ہون. اور خط بجنسہ حضرت کو بھیجتا ہون. کل سے ایك اور خبر اوڑی ھے کہ نصیب اعدا لاڑد صاحب کی طبیعت ناساز ہوگئی ھے. انبالے مین دربار نکرینگی، اور شملہ کو چلے جائینگی. اب مین دو وجہ سے بین السفر والسکون متردد ہون. پہلی وجہ خاص اور دوسری وجہ عام. دو سو مین سے سو لیکر ساز و سامان درست کیا ھے، اور سو مہاجن کی ہان ڈاك اور خرچ راہ کیواسطی رھنے دیے ھین. تار برقی مین جناب نوابصاحب سے حکم منگواؤنگا. جو حکم آئیگا، آپ سے عرض کرکے اوسکی تعمیل کرونگا.» (١)

گورنر جنرل کی دربار مین نجاسکے

نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کے عریضۂ مورخۂ ١٦ مارچ کے جواب مین کمشنر صاحب کے خط کا جسقدر مضمون دوھرایا ھے (٢) اوس سے معلوم ہوتا ھے کہ صاحب نے یہی لکھا تھا کہ آپ انبالے نجائین. اتفاقاً اسی زمانہ مین میرزا صاحب کے پھنسیان بھی نکل آئین. اسلئے مجبوراً خود انبالے جانیکے بجائے اپنا قصیدہ، جو معمولی نذر تھی، بطریقِ ڈاك بھیجکر شکریہ کے جوابی فرمان پر قناعت کرلی. اور ٤ اگست سنہ ١٨٦٣ع کو نواب فردوس مکان کو تحریر کیا:

---

(١) مکاتیب، ص ٣٥ (٢) ایضاً، ص ٣٧، حاشیہ نمبر ١

« جب انبالی میرا جانا نہوا تو مین نے قصیدۂ مدح ، جو دربار کی نذر کیواسطی لکھا تھا ، بطریق ڈاک جناب چیف سکرتر بہادر کو اس مراد سی بھیجا ، کہ آپ اسکو جناب نواب معلی القاب کی نظر سی گزرانین . اور یہ دستور قدیم تھا کہ جب مین قصیدۂ مدحیہ بھیجتا تو صاحب سکرتر بہادر کا خط بیواسطۂ حکام ماتحت مجکو آجاتا . اب جو مین نی موافق معمول قصیدہ بھیجا ، یقین ھی کہ مارچ یا اپریل کی مہینی مین وہ لفافہ یہان سی لشکر کو گیا . ”صدائی بر نخاست“ . نا امید ھوکر بیٹھرھا . بلکہ یہ خیال گزرا کہ جب رسم تحریر خطوط نرھی تو دربار و خلعت کہان . ناگاہ کل شام کو صاحب سکرتر بہادر کا خط ڈاک مین آیا . وھی افشانی کاغذ . وھی القاب . جی چاھتا تھا کہ اصل خط مع سرنامہ بھیجدون ، تاکہ حضور ملاحظہ فرمائین . مگر برسات کا اندیشہ مانع آیا . نقل سرنامہ اور خط کی بھیجتا ھون . » (۱)

لیکن اسکے بعد زندگی بھر میرزا صاحب کو گورنر جنرل کے دربار کی شرکت کا موقع نملا ، اور یہ آرزو بھی دوسری بہت سی آرزوون کیساتھ پیوندِ خاک ھوگئی .

گورنر کا دوسرا دربار اور خلعت

سر ڈانل میکلوڈ گورنرِ پنجاب نے ۱۷ دسمبر سنہ ۱۸۶۶ ع کو دلی مین دربار کیا . میرزا صاحب اس مین شریک اور « خلعتِ ھفت پارچہ وسہ رقمِ جواھر » سے مشرف ھوے . رامپور اس زمانہ مین نواب خلد آشیان کی زیرِ حکومت تھا . دربار کے دوسرے دن میرزا صاحب نے سرکار کو لکھا :

« حضرت کی توجہ باطنی ، جو ھمیشہ میری مصلح حال اور افزایش عز و وقار کی کفیل ھی ، بعد ادای شکر الہی ، اوسکا سپاس بجا لاتا ھون . پیش از غدر گورمنٹ کی دربار مین ۷ پارچی اور جیغہ ، سرپیچ ، مالای مروارید ، تین رقمین جواھر کی مجکو ملتی تھین . بعد غدر اگرچہ پنسن اور دربار بحال رھا ، لیکن خلعت موقوف ھوگیا . نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کا کل ۱۲ پر چار بجی دربار تھا . حکم سب دربار داروں کو پہنچ گیا تھا . مین نواب مہدیعلیخانصاحب کو رخصت کرکی گھر آیا . دو گھنٹی کی بعد دربار مین گیا . خیال یہی کہ ملاقات ھوگی . ایک رباعی کاغذ مذھب پر لکھی ھوئی نذر کرونگا . کلمات عنایت سنکر چلا آؤنگا . نہ مجھی کچھ احتمال . نہ صاحب کمشنر بہادر شہر کو علم . باری بر وقت ملاقات تعظیم معمولی اور مصافحہ کرکی لارڈ صاحب نی کھڑی کھڑی جیغہ ، سرپیچ میری ٹوپی پر باندھا ، اور فرمایا « یہ ھم نی آپکی واسطی رکھا تھا » . مالای مروارید میر منشی نی گلی مین ڈالدی . ... مین اس عطیہ کو آپکی بخشش معنوی سمجھتا ھون . » (۲)

یہ میرزا صاحب کا آخری دربار اور خلعت تھا . اسکے بعد فروری سنہ ۶۹ ع تک کسی دربار کی شرکت کا ذکر نہین ملتا .

(۱) مکاتیب ، ص ۳۷ (۲) ایضاً ، ص ۸۷

بہادر شاہِ ظفر سے تعلقات

تاریخ نویسی

دلی کے لال قلعه سے میرزا صاحب کے تعلقات ذاتی تھے. لیکن پہلے صرف مختلف تقریبون مین آمد و رفت رہا کرتی تھی. شاہِ ظفر کے عہد مین رشتهٔ ملازمت بھی پیدا ہوگیا اور سلاطینِ تیموریه کی تاریخ نویسی سپرد ہوئی. نواب فردوس مکان کو لکھتے ہین :

«پیوند تعلق با بہادر شاه جز آن نبود که از هفت هشت سال بتحریر تاریخ سلاطین تیموریه..... می پرداختم.»(1)

یه عریضه ١٤ جنوری سنه ١٨٥٨ ع کو لکھا گیا تھا. اس حساب سے اونکے تعلقِ خدمت کا آغاز سنه ١٨٤٩ ع یا سنه ١٨٥٠ ع سے ہونا چاہیے. خواجه حالی مرحوم نے اس واقعه کا سال متعین کرتے ہوے صرف سنه ہجری ١٢٦٦ لکھا ہے(2)، جو ١٧ نومبر سنه ١٨٤٩ ع سے شروع ہوکر ٥ نومبر سنه ١٨٥٠ ع پر ختم ہوتا ہے. مولانا مہر فرماتے ہین که میرزا صاحب کو قلعه کی پہلی تنخواه جون سنه ١٨٥٠ سے ملی(3). اس حساب سے میرزا صاحب کے تخمینی سنینِ تعلقِ قلعه مین سے سنه ١٨٥٠ ع درست ہوگا.

اصلاح اشعار

میرزا صاحب کی ملازمت کو ٤ سال ہوے تھے که شیخ ابراہیم ذوق، استادِ شاہِ ظفر، کا انتقال ہوگیا. بادشاہ نے اصلاحِ اشعار کی خدمت بھی میرزا صاحب کے سپرد کردی. میرزا صاحب نے محولهٔ بالا عریضه مین اسکا بھی ذکر کیا ہے. فرماتے ہین:

«و از دو سه سال باصلاح اشعار شهریار می پرداختم.»

(1) مکاتیب، ص ١٢ (2) یادگار غالب، ص ٣٣ (3) غالب، ص ١٣٩

اس تخمینه کی رو سے تعلقِ استادی سنه ۱۸۵٤ ع یا ۱۸۵۵ ع مین شروع هوا. خواجه صاحب نے یہان بھی سنه هجری ۱۲۷۱ پر اکتفا کی هے[۱]، جو ۲٤ ستمبر سنه ۱۸۵٤ ع سے شروع هو کر ۱۳ ستمبر سنه ۱۸۵۵ ع پر ختم هوتا هے. قاموس المشاهیر سے معلوم هوتا هے که ذوق نے ۲٤ صفر سنه ۱۲۷۱ ھ کو انتقال کیا[۲]، جو ۱٦ ماہِ اکتوبر سنه ۱۸۵٤ ع کے مطابق هے. لهذا سنه ۱۸۵٤ ع سالِ تعلقِ استادی هونا چاهیے.

خطاب شاهی

بہادر شاہ نے میرزا صاحب کو «نجم الدوله دبیر الملك نظام جنگ» خطاب عطا فرمایا تھا. مکاتیب کے متن مین اس کا مذکور نہین. لیکن عریضۂ اول مورخۂ ۲۸ جنوری سنه ۵۷ ع کے آخر مین مہر کے اندر پورا منقوش هے. مہر مین سنه ۱۲٦۷ ھ سال کنده هے، جو سنه ۱۸۵۰ ع کے مطابق هے. اس سے معلوم هوتا هے که ملازمتِ شاهی کے موقع پر تقررِ تنخواه کیساتھ خطاب بھی عطا هوا تھا[۳].

---

(۱) یادگار غالب، ص ۳۵ (۲) قاموس المشاهیر، ج ۱، ص ۲٤۷ (۳) یادگار غالب، ص ۳۳ سے بھی اسکی تایید هوتی هو. اسلئے سال ملازمت هی کو عطای خطاب کا سال شمار کرنا چاهیے.
ح — الف

تعلقاتِ رامپور

ریاستون سی تعلق کی نوعیت

میرزا صاحب کو اپنی عالی نسبی پر همیشه فخر رها . وه اوس زمانه مین بهی ، جبکه سر پر مصائب کے بادل منڈلا رهے تهے ، اور هر چهار طرف نفسی نفسی کا عالم تها ، اپنی نسبی انفرادیت کے گیت گاتے رهے ، اور «زادشم و افراسیاب» کو نه بهولے .

لیکن سنه ۱۸۴۷ ع مین ایک ایسا روح فرسا واقعه پیش آیا ، که کچه عرصه کیلئے اونکے هوش پراگنده هوگئے . اوس عهد کے روسا چوسر و شطرنج کے ذریعه وقت گزاری کیا کرتے تهے . میرزا صاحب کا خاندان بهی امارت کے ان لوازمات سے عاری نه تها . اسلئے یه بهی چوسر کے دلداده هوگئے تهے . مگر کهیل مین سرگرمی پیدا کرنے کیلئے بازی لگاکر کهیلا کرتے . کوتوالِ شهر نے از راهِ عداوت جوے کا مقدمه قائم کرکے مجسٹریٹ کی عدالت مین چالان کردیا ، اور ولیعهدِ هندستان کی سفارش کے باوجود میرزا صاحب کو ۶ ماه کی سزا هوگئی . تین مهینے کے بعد اوسی مجسٹریٹ کی رپورٹ پر انهین رها کردیا گیا . لیکن اس غیر شریفانه برتاؤ سے انکی حسِ غیرت سخت مجروح هوئی ، خود اپنی نظر مین شرافتِ خاندان پر دهبه آگیا ، اور یه اپنے آپکو روسای هندوستان سے ملنے جلنے کے قابل شمار کرنے سے احتراز کرنے لگے .

سنه ۱۸۵۲ ع مین ریاست جیپور سے اتفاقاً رابطه پیدا هوا . میرزا تفته نے اسکی تفصیلات دریافت کرتے هوے لکها که میرا بهی خیال رهے . اسکے جواب مین جمعه دهم دسمبر سنه مذکوره کو میرزا صاحب نے لکها :

«جیپور کا امر محض اتفاقی ہی . بی قصد و بی فکر درپیش آیا ہی . ہوسنا کانہ ادھر متوجہ ہوا ہون . بوڑھا ہوگیا ہون . بہرا ہوگیا ہون . سرکار انگریزی مین بہت بڑا پایہ رکھتا تھا . رئیسزادون مین گنا جاتا تھا . پورا خلعت پاتا تھا . اب بدنام ہوگیا ہون . بہت بڑا دھبہ لگ گیا ہو . کسی ریاست مین دخل نہین کرسکتا تھا . مگر ہان استاد یا پیر یا مداح بنکر راہ و رسم پیدا کرون . کچھ آپ فائدہ اوٹھاؤن . کچھ اپنی کسی عزیز کو وہان داخل کردون . دیکھو کیا صورت پیدا ہوتی ہی ؟ » (۱)

چونکہ استاد یا پیر بنکر ملنے مین ان کا درجہ کم از کم والیِ ریاست کے مساوی ہوجانا یقینی تھا ، اور بصورتِ مداحی ممدوح سے مساوی برتاؤ کی آرزو نہین پیدا ہوتی ، اسلئے ان صورتون مین میرزا صاحب کو اپنے اخلاقی دھبے کے احساس کا خطرہ نہ تھا ، اور اب وہ ہر ریاست سے اسی قسم کے تعلقات کے خواہان تھے .

رامپور سی ابتدائی تعلق

نواب سید غلام محمد خان بہادر (نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ) کے صاحبزادے اپنے والدِ ماجد کی تخت سے دستبرداری کے بعد حکومتِ انگلشیہ کی زیرِ حمایت رامپور سے باہر اقامت گزین ہونے پر مجبور ہوے تھے ، اور سابقہ تعلقات کی بنا پر دارالسلطنتِ دہلی کو اپنا مستقر بنایا تھا . میرزا صاحب جس زمانہ مین دلی تشریف لائے یہ خاندان وہان فروکش تھا . چونکہ یہ حضرات صاحبِ علم و فضل تھے ، اسلئے انسے میرزا صاحب کے روابطِ خلوص و اتحاد پیدا ہوگئے .

ایک عریضہ مین میرزا صاحب نے ان روابط کا تذکرہ کیا ہے . فرماتے ہین :

«ہمدرین کنج ، کہ مسکن منست ، شنیدہ ام کہ والاشان زین العابدین خان بہادر بشہر آمدہ اند . نیازمندی من با مرحومی نواب عبداللہ خان بہادر ، و مہرورزی من با اصغر علیخان مرحوم ، و محبت و خلت من با نواب عبدالرحمن خان بہادر مغفور کجا دیدہ اند ، و آن مدارج کی در نظر دارند ، کہ ایشان را در ضمیر میگزشت کہ گدای گوشہ نشین را باید دید . » (۲)

نواب فردوس مکان کی شاگردی

نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان نے سنِ شعور مین قدم

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۱۳ (۲) مکاتیب ، ص ۱۳

نواب فردوس مکان کی تخت نشینی اور رشتۂ استادی کی تجدید

اس مراسلت کے پندرا سال بعد اپریل سنه ۱۸۵۵ ع مین نواب جنت آرامگاه نے وفات پائی، اور نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان تخت نشین هوے. میرزا صاحب نے قدیم رابطه کو مدِ نظر رکھتے هوے قطعۂ تاریخِ جلوس ارسال کیا.(۱) لیکن معلوم هوتا هے که دربارِ رامپور سے اسکا کوئی جواب نه گیا، اور تقریباً دو سال تك تجدیدِ تعلقات کی یه کوشش بارآور نهوئی.

حسنِ اتفاق سے مولانا فضل حق خیرآبادی رامپور مین فروکش تھے. اونهون نے حق دوستی ادا کیا، اور وقتاً فوقتاً سرکار کے روبرو میرزا صاحب کی اسقدر تعریف و توصیف کی، که سرکار انکے کلام کے مشتاق هوگئے. جب حالات سازگار نظر آئے، تو مولانا نے میرزا صاحب کو لکھا که سرکار کی خدمتِ مبارك مین «نامۂ بندگی» اور قصیدۂ مدحیه ارسال کرین. مولانا کا نامۂ گرامی میرزا صاحب کو ۲۷ جنوری سنه ۱۸۵۷ ع کو موصول هوا. ۲۸ جنوری کو انهون نے بتعمیلِ ارشاد نواب فردوس مکان کی خدمت مین پہلا عریضه ارسال کیا. اسکے جواب مین سرکار نے ٥ فروری کو اپنے کچھ اشعار بغرضِ اصلاح بھیجے اور اونکے ساتھ تحریر فرمایا:

«نمیقۂ انیقۂ بلاغت آگین مشعر رسید خط مولویصاحب مخدوم محمد فضل حق صاحب با دیگر مراتب محبت و اشفاق بعبارت رنگین و دقیق در عین انتظار سرمه کش عیون وصول نشاط شمول گردیده، باطلاع خیریتها سرمایۂ سرور نامحصور افزوده، از مزید شفقت و ایتلاف قلبی متصور شد.» (۲)

اس فرمان نے میرزا صاحب مین نیا ولوله پیدا کیا، اور انهون نے ۱۱ فروری کو سرکار کی مدح مین قصیدۂ مدحیه نظم کرکے بذریعۂ ڈاك ارسال کیا. اسکی ایك نقل میرزا صاحب نے مولانا کی خدمت مین بھی بھیجی تھی، جو اونهین الور مین موصول هوئی. وهان سے ۱۰ ماه اپریل کو مولانا نے سرکار کو تحریر کیا:

«بعز عرض میرساند، که خبر سگال بافضال ایزد بیهمال بصحت و اعتدال بالور رسیده ملاطفۂ

---

(۱) ملاحظه هو مکاتیب غالب، ص ۳ (۲) ایضاً، ص ٤، حاشیه نمبر ۱

مرزا صاحب مشفق نجم الدوله مرزا اسد الله خانصاحب متخلص بغالب مع قصیدهٔ میمیه، که در مدح حضور فیض معمور منظوم کرده اند، از ڈاکخانه یافت. مرزا صاحب موصوف در ثنا و ستایش موزونی طبع اقدس و توصیف غزلهائی، که نزد شان شرف ارسال یافته بودند، و شکر و سپاس عطای مبلغ پانصد روپیه، که بدو دفعه بمرزا صاحب موصوف عنایت شدند، اسهاب در تحریر فرموده اند. حالانکه طبع اقدس در علوم عقلیه و فنون حکمیه آنچنان دقیقه رس، که عدیل آن در مملکت هندوستان، که حال علمای آن تفصیلا معلوم است، کمتر بلکه معدوم است. نظم شعر و فهم آن و ابداع معانی تازه و مضامین مبتکره و سرد الفاظ فصیحه و تراکیب بلیغه بحسب اوزان عروض نسبت بعلو طبع اقدس و بلندی افکار صایبه از ادنی مراتب است. مرزا صاحب ازین حال لاعلم اند. طبع عالی و فکر صایب در دقایق حکمیه و معضلات فلسفیه بجای میرسد، که رسیدن افهام علام اعلام تا آن مقام معلوم الانتفاست. درین سخن هیچ مبالغهٔ و اغراق نیست. حضور لامع النور بنفس نفیس امتحانات فرموده اند، و تکریر امتحان هم سهل است. و نظر بهمت والا در جود و سخا بذل آلاف الوف را اقل قلیل توان پنداشت. مرزا صاحب حق سپاسگزاری ادا کرده اند. نظم قصیدهٔ مدحیه در غایت بلاغت و انسجام است. غالباً شرف اندوز ملاحظهٔ والا شده باشد.»(۱)

مولانا کی اس تحریر نے میرزا صاحب کے سابقہ تعلقات از سرِ نو استوار کردیئے، اور ایك مخلص دوست کی کوشش سے میرزا صاحب کی یه تجویز که «آینده ریاستون مین پیر یا اوستاد بنکر رسوخ حاصل کرنا چاهیے» ریاست رامپور مین کامیاب ہوگئی.

نواب فردوس مکان کا سال شاگردی

نواب فردوس مکان کے سالِ تلمذ کا تذکرہ میرزا صاحب نے متعدد خطوط مین کیا ہے. لیکن تقریباً هر خط مین اونکا بیان دوسرے خط سے مختلف ہے. مارچ سنه ٦٠ ع مین خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کو لکھا ہے که نواب فردوس مکان سنه ٥٥ ع مین میرے شاگرد ہوے. فرماتے هین:

«سنه ۱۸۵۵ ع مین نواب یوسف علیخان بهادر والی رامپور، که میری آشنای قدیم هین، اس سال یعنی سنه ۱۸۵۵ مین میری شاگرد هوی. «ناظم» اونکو تخلص دیا گیا. بیس پچیس غزلین اردو کی بهیجتی. مین اصلاح دیکر بهیجدیتا. گاه گاه کچھ روپیه اودهر سی آتا رهتا. قلعه کی تنخواه جاری. انگریزی پنسن کهلا هوا. اونکی عطایا فتوح گنی جاتی تهی. جب وه دونون تنخواهین جاتی رهین، تو زندگی کا مدار اونکی عطیه پر رها. بعد فتح دهلی وه همیشه

(۱) مثل نمبر (۲۵۹)، صیغهٔ احباب، عهد نواب فردوس مکان، محکمهٔ دارالانشا

میری مقدم کی خواهان رهتی تهی . مین عذر کرتا تها . جب جنوری سنه ۱۸٦۰ مین گورمنٹ سی وه جواب پایا که جو اوپر لکهه آیا هون ، تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا .» (۱)

اسی ماه مین منشی هرگوپال تفته کو لکھتے هین :

«نواب یوسف علیخان بهادر تیس بتیس برس کی میری دوست اور پانچ چهه برس سی میری شاگرد هین . آگی گاه گاه کچهه بهیجدیا کرتی تهی . اب جولائی سنه ۱۸۵۹ سی سو روپیه مهینا ماه بماه بهیجتی هین .» (۲)

اس تخمینه کی رو سے نواب فردوس مکان کا سالِ شاگردی سنه ٥٤ یا ٥٥ ع قرار پاتا ھے . لیکن ۳۰ جولائی سنه ۱۸٦٥ ع کو میان داد خان سیاح کو تحریر کیا ھے :

«ایك قرن ۱۲ برس سی فردوس مکان نواب یوسف علیخان والی رامپور اپنی اشعار میری پاس بهیجتی تهی ، اور سو روپیه مهینا ماه بماه بسبیل هنڈوی بهجواتی تهی .» (۳)

اس حساب سے نواب فردوس مکان کو سنه ٥۳ ع مین میرزا صاحب سے مشورۂ سخن آغاز کرنا چاهیے . میرزا صاحب کے سوانح نگارون مین سے مولانا مهر نے سنه ٥٥ ع اختیار کیا ھے(٤) . غالباً اسکی وجه یه هوگی که بظاهر اول الذکر دونون سنه تخمینی اور یه واقعی ھے . لیکن فی الحقیقت یه سنه بهی تخمینی ھے ، اور میرزا صاحب کے دوسرے تخمینی اعداد و شمار کیطرح دو سال قبل کی تاریخ بتاتا ھے .

ابهی عرض کیا جا چکا ھے که میرزا صاحب نے ۲۸ جنوری سنه ٥۷ ع کو اپنا پهلا «نامۂ بندگی» ارسال کیا تها ، اور اوس مین یه عرض کیا تها ، که سنه ٥٥ ع مین قطعۂ تاریخِ جلوس کا ارسال سابقه تعلق کی بنا پر تها . اب یه عریضه مولانا فضل حق خیرآبادی کے ارشاد کی تعمیل مین لکھ رها هون . اس کے جواب مین نواب فردوس مکان نے ٥ فروری سنه ٥۷ ع کو گرامی نامه تحریر فرمایا . جسکا ضروری حصه اوپر نقل کیا جا چکا ھے . اس مین یه الفاظ ارادۂ تلمذ پر دال هین :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۸۳ و عود ، ص ۱۳٦ . عود مین «پنسن کهلی هوئی» بصیغۂ مونث هے .

(۲) اردوی معلی ، ص ٥٤ (۳) ایضاً ، ص ۱٦ (٤) غالب ، مصنفۂ مولانا مهر ، ص ۱٤۱

«مشفقا ! هر چند که کاتب را اتفاق موزونیت یك مصرعه هم اتفاق نشده بود، لیکن محض بجهت سماعت کلام سامی زبانی مولویصاحب صدر الوصف دلم خواست، که طریقهٔ رسل و رسائل جاری شود. چون سبیلی به ازین بنظرم نرسید، لهذا چند ابیات واهیات موزون نموده، بترصد اصلاح پیش آن یگانهٔ آفاق مرسل گشت. چشمداشت که بعد اصلاح غزلهای مذکور مع کدام طرح جدید لطف فرموده شوند.» (۱)

میرزا صاحب نے ۱۲ فروری کو اس فرمان کے جواب مین عریضہ نمبر ۳ تحریر کیا، اور اوس مین غزلیات اور ہنڈوی کے پہنچنے کی اطلاع کے بعد عرض کیا کہ

«اشعار خود بهنگام خویش خواهد رسید.»

نیز ۱۵ فروری کو اصلاح شدہ غزلون کے ساتھ جو عریضہ بھیجا اوس مین تخلص کے متعلق لکھا :

«مین نہین چاہتا کہ آپکا اسم سامی اور نام نامی تخلص رہے. ناظم، عالی، انور، شوکت، نیسان، ان مین سے جو پسند آوے وہ رہنے دیجیے. مگر یہ نہین کہ خواہی نخواہی آپ ایسا ہی کرین. اگر وہی تخلص منظور ہو تو بہت مبارک.» (۲)

سرکار نے یکم مارچ کو جواباً تحریر فرمایا :

«منجملهٔ الفاظ تخلص لفظ «ناظم» مطبوع طبع نیاز گشت.» (۳)

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ نواب فردوس مکان ۵ فروری سنہ ۵۷ ع کو میرزا صاحب کے شاگرد ہوے، ۱۵ فروری کو میرزا صاحب نے اونہین تخلص کیلئے چند الفاظ لکھے، اور یکم مارچ سنہ ۵۷ ع کو سرکار نے «ناظم» تخلص پسند آنے کی میرزا صاحب کو اطلاع تحریر فرمائی.

ایك غلط فہمی

منشی امیر احمد صاحب مینائی مرحوم نے نواب فردوس مکان کے تذکرہ مین تحریر فرمایا ہے :

«طبیعت ازل سے موزون پائی تھی. سخنگوئی کا ذوق، اردو شعر فرمانے کا شوق تھا. پہلے مومن خانصاحب دہلوی سے مشورہ رہا. پھر مرزا اسد اللہ خان غالب سے تلمذ ہوا. آخر آخر بوضع

(۱) مکاتیب، ص ٤، حاشیہ نمبر ۱ (۲) ایضاً، ص ۷ (۳) ایضاً، ص ۸، حاشیہ نمبر ۱

اوستادان لکھنو موزون فرمانی لگی . منشی مظفر علی صاحب کو ، جو آج لکھنو مین سحبان عصر یکتای دھر ھین ، کلام دکھانی لگی . » (۱)

جھانتك حکیم مومن خان مرحوم کی شـاگردی کا تعلق ھے ، سرکار کے اس بیـان کی موجودگی مین که « کاتب را اتفاقِ موزونیتِ یك مصرعـه ھم اتفاق نشـده بود » اسکی کوئی گنجایش باقی نهین رهتی ، که ایك لمحه کیلئے بھی امیر مینائی کے بیان کو تسلیم کیـا جائے . اسلئے که اگر نواب فردوس مکان مومن سے اصلاح لے چکے ھوتے تو میرزا صـاحب کو یه کبھی تحریر نفرماتے ، که مجھے ابھی تك ایك مصرعه موزون کرنیکا بھی اتفاق نهین ھوا ھے .

البـته منشی مظفر علیصاحب اسیر لکھنوی کی شـاگردی کا مسـئله باقی رهتا ھے . اسکے متعلق عرض یه ھے که نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کی حیات مین انتقال فرمایا ھے ، اور جیسا که عریضه نمـبر ٤٤ بنام نواب خلد آشیان سے معلوم ھوتا ھے ، آخر وقت تك سرکار میرزا صاحب کے پاس اپنـا کلام بھیجتے رھے . اس حالت مین یه سوال پیدا ھوتا ھے که نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کی زندگی مین اور اونسے اصلاح لیتے ھوے اسیر لکھنوی سے کیون اور کب مشورۂ سخن کیا . غالباً امیر مرحوم کے پاس اس کا جواب صرف یهی ھوگا که نواب فردوس مکان کے آخری کلام مین لکھنوی اثر کا پایا جانا اس مدعا کے ثبوت کی اھم دلیل ھے .

مجھے اس خیال سے اتفاق ھے که سرکار کے آخری کلام مین لکھنویت پائی جاتی ھے . لیکن صرف وجودِ لکھنویت تلمذ کی دلیل نهین بن سکتا . خود امیر صاحب کے آخری کلام مین دھلویت پائی جاتی ھے . مگر اسوجـه سے کسی نے بھی اونھین مرزا داغ کا شاگرد تسلیم نهین کیا . میری ناقص رای مین امیر صاحب کو غلط فهمی ھوئی ھے . اور وه اسطرح که سنه ٦٤ع مین

(۱) انتخاب یادگار ، ص ۷۰

میرزا صاحب نے ضعفِ پیری اور غلبۂ امراض کے باعث سرکار سے استدعا کی تھی کہ مجھے اصلاح سے معاف رکھا جائے[1] . اس زمانہ مین دیگر درباری شعرا کیساتھ سرکار نے منشی اسیر سے بھی کسی وقت دو چار الفاظ مین مشورہ کرلیا ہوگا. امیر مینائی مرحوم نے اس مساویانہ مشورۂ سخن کو تلمذ سمجھکر دربارِ رامپور سے اپنے رشتۂ استادی کو قدیم بنایا ھے اور بس.

اس خیال کو مزید تقویت بہم پہنچتی ھے جب ہم دیکھتے ھین ، کہ نواب فردوس مکان نے متعدد مقطعون مین میرزا غالب کی استادی کیطرف اشارہ کیا ھے ، لیکن اسیر کا ذکر کہین نہین کیا . اگر وہ بھی استاد ہوتے تو اونکا مذکور بھی کسی نہ کسی جگہ ضرور آنا چاہیے تھا .

غدر اور میرزا صاحب کی خیرخواہی

میرزا صاحب کے جدید رشتۂ استادی کے قیام پر چند ماہ گزرے تھے ، کہ غدر سنہ ۵۷ ع کے آثار پیدا ہونے لگے . میرزا صاحب نے اپنے محسن شاگرد کی خدمت مین کچھ خطوط لکھے ، جو اونکی حسبِ ھدایت چاك کردیے گئے . اس ھدایت کی وجہ بجز اسکے اور کچھ سمجھ مین نہین آتی ، کہ ان تحریرون کا مضمون سیاسیات سے متعلق تھا . اسلئے کہ جب آتشِ غدر بھڑك اوٹھی ، اور نواب فردوس مکان کیلئے ناگزیر ہوگیا کہ اپنا رویہ متعین کرین ، تو اونھون نے انتہائی ھوشمندانہ طریقِ کار اختیار کیا . دستنبو مین میرزا صاحب اس رویہ کے متعلق لکھتے ھین :

« چشم بد دور ! فروزندۂ هور ، نواب یوسف علیخان بهادر فرمانروای رامپور ، که از دیر باز دران سر زمین بمرزبانی و شاه نشانی نیاگان خویش را جانشین است ، و با جهانبان انگلند در مهرورزی و یکدلی استواری پیمانش بدان آئین است ، که دست روزگار در هزار سال بهزار گونه کشاکش آنرا نیارد گسست ، چار ناچار بفرستادن پیام خشك زبان همسایگان از گفتگو بست . » (۲)

یہ رویہ جسے میرزا صاحب نے « پیامِ خشك » سے تعبیر کیا ھے ، اوسوقت تك

(۱) اردوی معلی ، ص ٦٤ (۲) کلیات نثر فارسی ، ص ۳۸۷

کامیاب نہین ہوسکتا تھا، جبتک حالات کا صحیح علم اور اونکے پیدا ہونے کے واقعی اسباب قبل از وقت نہ معلوم ہوچکے ہون.

ترک مراسلت

غدر کیساتھ حکومتِ ہند کے سلسلۂ نامہ رسانی مین اختلال واقع ہوگیا. نیز دھلی سے خط و کتابت کرنے مین کاتب و مکتوب الیہ کیلئے لال قلعہ یا حکومتِ ہند کی نظر مین مشتبہ قرار پانے کا خطرہ تھا، اسلئے قاصد کے ذریعہ «خیریت گوئی و عافیت جوئی» بھی سہل اور بیخطر نرھی تھی. ادھر نواب فردوس مکان روھیلکھنڈ کی بغاوت فرو کرنے مین منہمک تھے. ان حالات کا یہ نتیجہ نکلا کہ میرزا صاحب اور سرکار مین اگست سنہ ۵۷ ع سے جنوری سنہ ۵۸ ع تك مراسلت نہوسکی.

عریضہ نمبر ۷ مین میرزا صاحب اس ترکِ مراسلت کا شکوہ کرتے ہوے لکھتے ہین :

«در زمان چیرہ دستی کورنمکان سپاہ روسیاہ سر رشتۂ یام از ہم گسست. ناچار بفرستادن نامہ بر رساندن نامہ و پیام صورت بست. درین روزگار، کہ فرمان داوران دادگر روانی و سلسلۂ آمد شد نامہ رسانی یافت، نامہ در یام روان داشتہ شد، و نا رسیدن پاسخ آنرا چنان پنداشتہ شد، کہ مگر آن نیایشنامہ نرسیدہ باشد، یا فرط احتیاط مانع تحریر جواب گردیدہ باشد.... بہ نگاشتن این نامہ زحمت اوقات ملازمان ازان رو روا داشتہ ام، کہ اگر نفرستادن نامہ محض از روی احتیاط است ہویدا گردد، کہ در عنایت تفریط و در رعایت افراط است.» (۱)

میرزا صاحب کی مالی پریشانی اور تقرر وظیفہ

میرزا صاحب کو خزانۂ کلکٹری سے ساڑھے باسٹھ روپیہ ماھوار پنشن ملا کرتی تھی جسے غدر کے بعد تعلقِ قلعہ کے سبب سے گورنمنٹ نے مسدود کردیا. امن کے بعد میرزا صاحب نے بیگناھی ظاھر کی، لیکن عرصہ تك شنوائی نہوئی. غدر سے قبل نواب فردوس مکان وقتاً فوقتاً عطیات بھیجتے رہتے تھے. چنانچہ میرزا صاحب نے خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو ان عطیات کے بارے مین لکھا ھے :

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۱ و ۱٤

«نواب یوسف علیخان بہادر والی رامپور، کہ میری آشنای قدیم هین، اس سال ... میری شاگرد هوی. ناظم اونکو تخلص دیا گیا. بیس پچیس غزلین اردو کی بھیجتی. مین اصلاح دیکر بھیجدیتا. گاہ گاہ کچھ روپیہ اودھر سی آتا رھتا.» (۱)

لیکن ایامِ غدر مین وہ بھی امداد نکرسکے. بعدِ غدر متعدد بار دو سو ڈھائی سو روپیے نقد عطا کیے. مگر میرزا صاحب کو اوقات بسر کرنے کیلئے ماھوار امداد کی ضرورت تھی. لھذا انھون نے «یوسفِ رامپور» کے حضور مین ماھانہ پرورش کی درخواست ارسال کی. سوءِ اتفاق سے مثل مین یہ درخواست موجود نہین. البتہ عریضہ نمبر ۱۳ مورخۂ ۱۸ اپریل سنہ ۵۹ ع مین ایك حسنِ طلب پر مشتمل نیازنامہ کا ذکر ھے. فرماتے ھین:

«اسی نیازنامہ مین کچھ حسن طلب بھی تھا. افسوس کہ ایسا خط ضروری نہ پہنچی.» (۲)

چونکہ اول الذکر عریضہ سرکار کو موصول نہوا، اور دوسرے مین اوس حسنِ طلب کی تصریح نہ تھی، اسلئے مجبوراً ۱۰ جولائی سنہ ۵۹ ع کو میرزا صاحب نے ایك اور عریضہ ارسال کیا. امثال مین یہ عریضہ بھی موجود نہین ھے. لیکن سرکار کے جوابی فرمان مورخۂ ۱٤ ذیحجہ سنہ ۱۲۷۵ ھ مطابق ۱٦ جولائی سنہ ۵۹ ع سے اسکے مضمون پر روشنی پڑتی ھے. سرکار نے ارشاد فرمایا ھے:

«... سامی صحیفۂ تلطف آگین مورخہ دسوین اس مہینہ جولائی سنہ حال کا بیچ عین انتظار کی غازہ آرای چہرۂ وصول نشاط شمول کا ھوا، اور اوپر مراتب مرقومہ کی مطلع کیا. اور ان غزلون کی اصلاح سی مخلص کو کمال مسرت ھوئی. اور بنظر آپکی زیرباری کی اس مہینہ جولائی سی سو روپیہ مہینا مقرر کیا گیا. اور دفتر مین نام آپکا مندرج کیا گیا. ھر مہینہ تنخواہ مقررہ پہونچیگی. یقین ھو کہ آپ بھی محمول کمال محبت مین فرماوینگی. ....»

اس فرمان سے معلوم ھوتا ھے کہ اوس زمانہ مین میرزا صاحب نے کسی وجہ سے مراسلت کم کردی تھی، مگر سرکار اونکے خط کے منتظر تھے. جب ۱۰ جولائی کے عریضہ مین اونھون نے اپنی زیرباری کا ذکر کیا، تو سرکار نے از راہِ پرورش سو روپیہ ماھوار تنخواہ مقرر فرمادی. سرکار کا روبکارِ تقررِ

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳ و عود، ص ۱۳٦ (۲) مکاتیب ص ۱۹

وظیفہ ۱٦ جولائی کو صادر ہوا، اور میرزا صاحب کو پہلی تنخواہ کی ہنڈوی ۲۸ ذیحجہ سنہ ۷۵ ھ مطابق ۳۱ جولائی سنہ ۵۹ ع کو روانا کیگئی.

اپریل سنہ ٦۰ ع مین میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کو جو خط لکھا ہے اوس مین بھی جولائی سنہ ۵۹ ع سے تنخواہ جاری ہونیکا ذکر ہے. فرماتے ہین:

«قرارداد یہ ہو کہ نوابصاحب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی، کہ جسکو یہ دسوان مہینا ہو، سو روپیہ مجھی ماہ بماہ بھیجتی ہین.» (۱)

ہنڈوی بھیجنی کا طریقہ

چونکہ میرزا صاحب رامپور مین فروکش نہ تھے، اسلئے اونہین ہر مہینے کی دسوین بارھوین تاریخ تک سو روپیہ کی ہنڈوی سرکار کے گرامی نامہ کیساتھ ملفوف بھیجی جاتی تھی. بعض عرایض مین میرزا صاحب نے لکھا ہے کہ پہلی دوسری تاریخ تک روپیہ بھیجدیا جایا کرے. سرکار نے اسکو منظور بھی فرما لیا ہے، اور دفتر کو حکم بھی ہو گیا ہے، لیکن بالعموم ان تاریخون کے بعد ھی روپیہ روانا کیا گیا. میرزا صاحب کے مکتوب مورخۂ ۳۰ جولائی سنہ ٦۵ ع بنام میان داد خان سیاح سے معلوم ہوتا ہے، کہ سرکار میرزا صاحب سے روپیہ کی رسید نہین لیتے تھے. میرزا صاحب لکھتے ہین:

«ایك قرن ۱۲ برس سی فردوس مکان نواب یوسف علیخان والی رامپور اپنی اشعار میری پاس بھیجتی تھی، اور سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بسبیل ہنڈوی بھجواتی تھی. اوس مغفور کی اندازہ دانی دیکھی کہ مجھسی کبھی اوس روپیہ کی رسید نہین لی. اپنی خط مین ہنڈوی بھیجا کرتی. مین خط کا جواب لکھی بھیجتا. اس ماھانہ کی علاوہ کبھی دو سو کبھی ڈھائی سو بھیجتی رھتی. فتنہ و فساد کی دنون مین قلعہ کی آمد مفقود. انگریزی پنسن مسدود. یہ بزرگوار وجہ مقرری ماہ بماہ اور فتوح گاہ گاہ بھیجتا رھا، تب میری اور میری متوسلون کی زیست ہوئی.» (۲)

اس مکتوب مین رسید سے میرزا صاحب کی مراد باضابطہ رسید ہوگی. ورنہ سرکار کے ہر فرمان مین روپیہ کی وصولیابی سے مطلع کرنے کی خواھش اور میرزا صاحب کے تمام ماھانہ عرایض مین روپیہ کی رسید کی اطلاع درج ہے.

---

(۱) اردوی معلی، ص ۱٦۲ و ۵٤ (۲) اردوی معلی، ص ۱٦

مولانا مہر کا قیاس

میرزا صاحب کی تنخواہ کے تقرر کے سلسلہ مین مولانا مہر فرماتے ہین :

«غدر کے بعد جب قلعہ کی تنخواہ جاتی رہی ، اور خاندانی پنشن بند ہوگئی ، تو غالب نے ایک فارسی قصیدہ نواب یوسف علیخان کے پاس بھیجا ، جس مین گہری دوستانہ روابط کا ذکر کرتے ہوی نوابصاحب کے تغافل کا شکوہ کیا گیا تھا ۔ ...... اس قصیدہ پر نواب یوسف علی خان مرحوم نے سو روپیہ ماہوار کا وظیفہ غالب کیلئے مقرر فرمادیا ۔ جو ماہ بماہ نواب صاحب خود غالب کو بھیجدیتے تھے ۔» (۱)

لیکن مجھے مولانا کی رای سے اتفاق نہین ۔ اسلئے کہ اس قصیدہ مین میرزا صاحب نے سرکار سے ترکِ مراسلت کا شکوہ کیا ہے ۔ اگر یہ قصیدہ سنہ ۵۹ ع کا لکھا ہوا ہوتا تو شکوہ نادرست تھا ۔ کیونکہ سرکار کا وہ فرمان ، جو اطلاعِ تقررِ وظیفہ کے سلسلہ مین میرزا صاحب کو لکھا گیا تھا ، سرکار کیطرف سے شکوۂ ترکِ مراسلت پر مشتمل ہے ۔ دوسرے اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے گورنمنٹ کیطرف سے بریلی کا علاقہ عطا ہونے کی مبارکباد تحریر کی ہے ۔ یہ علاقہ پرگنۂ کاشی پور ضلعِ مرادآباد عطا کردۂ اپریل سنہ ۶۰ ع کے عوض مین سرکار کو ملا تھا ۔ اگر میرزا صاحب کا قصیدہ سنہ ۵۹ ع کا ہوتا تو اوس مین توقیعِ بریلی کا مذکور نہونا چاہئے تھا ۔

مولانا مہر کے اس قیاس کی وجہ خود اونکے الفاظ سے یہ معلوم ہوتی ہے ، کہ اس مین میرزا صاحب نے اپنی تنخواہ کے تقرر کی درخواست کی ہے ۔ اگر قصیدہ تقررِ تنخواہ کے بعد لکھا گیا ہوتا ، تو اس مین عنایت کا شکریہ ادا کیا جاتا ۔ مولانا کے الفاظ یہ ہین :

«اسکے بعد نواب صاحب کو توقیع بریلی کی مبارکباد دیتے ہین اور فرماتے ہین کہ مین مفتی یا قاضی یا شحنہ یا عامل کے عہدے کا طلبگار نہین ، بلکہ صرف یہ چاہتا ہون کہ میرا حصہ مجھے ماہ بماہ پہنچتا رہے ۔» (۲)

حالانکہ اس قصیدہ مین میرزا صاحب نے صرف سالانہ امداد کی درخواست

---

(۱) غالب ، ص ۱۴۱ (۲) ایضاً ، ص ۱۴۲

ی — مکاتیب غالب

کی ہے جو تقررِ تنخواہ کے بعد بھی ہوسکتی تھی۔ اسلئے اس کو تقررِ تنخواہ کی بنا قرار دینا مناسب نہین۔ میرزا صاحب کا قصیدہ حسب ذیل ہے:

«چون نیست مرا شربت آبی ز تو حاصل — دانم که تو دریائی و من سبزهٔ ساحل
در بادیه بر گور غریبان ز چه سوزد — آن شمع فروزان که بود در خور محفل
زان خسرو خوبان چه قدر چشم وفا بود — صد حیف که شد نقش امیدم همه باطل
افسانهٔ غم گر بسرایم نبود عیب — با دوست که پیوسته همی برد غم از دل
میگویم و همدم زندم طعنه که «تن زن — چون می ندهد داد، ز فریاد چه حاصل؟»
از طعنه شدم خسته دل و از زره تیمار — دل گفت که هان شیوهٔ عشاق فروهل
تا کس نبرد ظن که بشاهد بودم روی — حاشا که حکایت کنم از لیلی و محمل
شاهد بود آن دوست که اندر غزل او را — خوانند ستمگارهٔ و خونخوارهٔ و قاتل
من نالم ازان دوست که در عالم انصاف — شایان بودش گویم اگر خسرو عادل
او خسرو خوبان بود و بنده گدایش — او قلزم و عمان بود و من خس ساحل
گر خواجه همانست وگر دوست همانست — مائیم و یقینی که بوحدت شده کامل
خود هرچه سرودم همه با اوست کزین پیش — امیدگهم بود بهر وادی و منزل
یا رب چه شد اینك که نگیرد خبر از من — بربسته برویم در ارسال رسائل
ای «یوسف» ثانی که بود در همه عالم — مشتاق جمال تو، چه دیوانه چه عاقل
گر نام تو در بحر نگنجید زبان نیست — شد نام نظیر تو و هم نام تو داخل
تا نزد تو چون آیم و دور از تو چه سازم — ماندن ز تو دشوار و رسیدن بتو مشکل
ای کاش بکوی تو چنین روی نمودی — زینسان که فرو رفته مرا پای درین گل
چونست که گاهی نکنی روی بدین سوی — از چیست که هرگز ندهی وایه به سائل
گر جان دهم از غصه تو دانی که بگیتی — حرفی غلط از صفحهٔ هستی شده زائل
خواهی که مرا بنگری از دور بفرمای — تا نزد تو آرند یکی طائر بسمل
از صنعت استاد ازل دان که ز هر سوی — چون قبله نما سوی تو ام ساخته مائل
«غالب» بسخن نام من آمد ازل آورد — دانی که درین شیوه نیم عامی و جاهل
در فن سخن دم مزن از عرفی و طالب — این آیهٔ خاصست که بر من شده نازل
من گنجم و گردون به گل اندوه درم را — می بین، در گنج ارچه کشودن شده مشکل
خود در خور ویرانه بود گنج گرانمند — غم نیست گر آبادی دهلی شده زائل
هاروت فسون نفس گرم چه داند — اعجاز ز دهلی بود و سحر ز بابل
آنرا که صریر قلمم هوش رباید — دیگر نبرد ذوق ز آواز عنادل
توقیع «بریلی» بتو فرخنده که من نیز — بستم بفرهمندی خویش از کرمت دل
حاشا که ستانم رقم قاضی و مفتی — حاشا که پزیرم عمل شحنهٔ و عامل

بفرست خردمند کسان را بحکومت — در جیب گدا ریز قلیلی ز مداخل
هر سال ازان شهر بمن وایه روان دار — کز بهر همین گشته در اقطاع تو شامل
امید که لب تشنگی من نه پسندی — زان رشحه که بر صفحه فشانی ز انامل
امید که بپزیری و بر من نکنی قهر — نپزیرم اگر معذرت فرط مشاغل
امید که آن شیوه نورزی که نگویم — کز درد دلم فارغ و از من شده غافل
ای رای تو در روشنی از مهر فزون تر — ای روی تو در حسن دو چند از مه کامل
تا مهر بیك سال کند دائره را دور — تا ماه بیك ماه کند قطع منازل
باشی بسپهر شرف آن ماه که باشد — در نور به خرشید جهانتاب مقابل » (۱)

اصلاح مین تاخیر

میرزا صاحب کی طرف سے نواب فردوس مکان کے کلام پر اصلاح دینے مین تاخیر بھی ہوجاتی تھی. چنانچه متعدد فرامین مین تعجیل کا تقاضا اور بعض مین تاخیر کا شکوہ نظر آتا ھے. اس کا سبب میرزا صاحب کی علالتِ طبع تھی. ۲۰ نومبر سنه ٦١ ع کے ایك مکتوب بنام میان داد خان سیاح مین میرزا صاحب نے لکھا ھے:

«اندنون ضعف دماغ، دوران سر مین ایسا مبتلا ہون که والی رامپور کا بھی بہت سا کلام یونہی دھرا ہوا ھی. دیکھنے کی بھی نوبت نہین آئی. تمھاری بھیجی ہوئی غزلین سب محفوظ دھری ہوئی ہین. خاطر جمع رکھو. جب نوابصاحب کی غزلین دیکھونگا، تو یہ بھی دیکھی جائینگی.» (۲)

ایکبار تفته کے کلام پر اصلاح دینے مین دیر ہوئی. اونہون نے تقاضائی خط لکھا. اسپر ١٤ اکتوبر سنه ٦٢ ع کو میرزا صاحب نے تحریر فرمایا ھے:

«بھائی! تم سچ کہتے ہو که بہت مسودی اصلاح کیواسطے فراہم ہوی ہین. مگر یہ نہ سمجھنا که تمھاری ہی قصائد پڑی ہین. نوابصاحب کی غزلین بھی اسیطرح دھری ہوئی ہین. برسات کا حال تمھین بھی معلوم ھی .... اب نجات ہوئی ہو. نوابصاحب کی غزلین اور تمھاری قصائد دیکھی جائینگی. .... مین ناتوان بہت ہوگیا ہون. گویا صاحب فراش ہون. کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائی تو اوٹھ بیٹھتا ہون. ورنه پڑا رہتا ہون. لیٹی لیٹی خط لکھتا ہون. لیٹی لیٹی مسودات دیکھتا ہون. الله! الله! الله!» (۳)

اس جواب پر ایك ماہ گزر گیا، لیکن ہنوز تفته کو اصلاح شدہ قصائد نه ملے. اونہون نے پھر شکایت آمیز خط لکھا. اسکے جواب مین ۲۷ نومبر سنه ٦۲ ع

(۱) کلیات نظم فارسی، ص ۳۲۷ طبع لکھنو سنه ۱۸٦۳ع (۲) اردوی معلی، ص ۲۷ (۳) ایضاً، ص ۹٤ ی — الف

کو میرزا صاحب نے معذرت کرتے ہوئے نوابصاحب کی غزلون پر اصلاح ندینے کا پھر ذکر کیا۔ فرماتے ہین:

«مرزا تفتہ! جو کچھ تمنے لکھا یہ بیدردی ہو اور بدگمانی۔ معاذ اللہ! تم سے اور آزردگی۔ مجکو اسپر ناز ہو کہ مین ہندوستان مین ایك دوست صادق‌الولا رکھتا ہون، جسکا ہرگوپال نام اور تفتہ تخلص ہو .... بھائی مجہ مین کچھ اب باقی نہین ہو۔ برسات کی مصیبت گزر گئی، لیکن بڑھاپے کی شدت بڑھگئی۔ تمام دن پڑا رہتا ہون۔ بیٹھ نہین سکتا۔ اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہون... لالہ بالمکند بیصبر کا ایك پارسل ہو کہ اوسکو بہت دن ہوی، آجتك سرنامہ بھی نہین کھولا۔

نوابصاحب کی دس پندرہ غزلین پڑی ہوئی ہین۔

ضعف نے غالب نکما کردیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے» (۱)

مگر وظیفہ جاری

لیکن اس تاخیر کے باوجود نواب فردوس مکان وظیفہ برابر دیتے رہے۔ حتی کہ ایکبار میرزا صاحب نے اصلاح سے انکار کردیا۔ اسپر بھی سرکار نے از راہِ قدردانی وظیفہ بند نکیا۔ سرکار کی اس مہربانی و پرورش کا ایك خط مین میرزا صاحب نے ذکر کیا ہے۔ واقعہ یہ درپیش آیا کہ ایکبار تفتہ کے کلام پر اصلاح دینے مین دیر ہوئی۔ اونہون نے تقاضا کیا۔ میرزا صاحب نے عذرِ ضعف کیا، جسے تفتہ نے باور نکیا۔ اسپر میرزا صاحب نے تحریر فرمایا:

«میرا عجب حال ہو۔ حیران ہون کہ تمہین میرا کلام کیون باور نہین آتا۔ ... سامعہ مرگیا تھا اب باصرہ بھی ضعیف ہوگیا۔ ... رئیس رامپور سو روپیہ مہینا دیتے ہین۔ سال گزشتہ اونکو لکھ بھیجا کہ اصلاح نظم حواس کا کام ہو، اور مین اپنے مین حواس نہین پاتا۔ متوقع ہون کہ اس خدمت سے معاف رہون۔ جو کچھ مجھے آپ کی سرکار سے ملتا ہو، عوض خدمات سابقہ مین شمار کیجئے، تو مین سکھ لمبے سہی، ورنہ خیرات خوار سہی۔ اور اگر یہ عطیہ بشرط خدمت ہو تو جو آپکی مرضی ہو وہی میری قسمت ہو۔ برس دن سے اونکا کلام نہین آتا۔ فتوح مقرری نومبر تك آئی۔ اب دیکھیئے آگے کیا ہوتا ہو۔ آجتك نوابصاحب از راہ جوانمردی دیے جاتے ہین۔» (۲)

یہ خط میرزا صاحب نے ۱۴ رجب کو لکھا ہے۔ اسکے آخر مین سنہ درج نہین، لیکن قیاس یہ چاہتا ہے کہ سنہ ۱۲۸۱ ھ مطابق ۱۴ دسمبر سنہ ۱۸۶۴ ع

(۱) اردوی معلی، ص ۹۹ و ۱۰۰ (۲) ایضاً، ص ۶۳ و ۶۴

تاریخِ کتابت ہوگی ۔ اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے نومبر کی تنخواہ موصول ہونے کی اطلاع دی ہے ۔ لہذا خط لکھتے وقت دسمبر کا مہینا ہونا چاہیے ۔ اور جیسا کہ خود میرزا صاحب کے عریضہ نمبر ۳۹ سے ، جو اسی ماہِ نومبر کی تنخواہ کی رسید ہے ، معلوم ہوتا ہے ، رجب اور دسمبر سنہ ۱۲۸۱ ھ مین ایکساتھ آئے تھے ، اور اتفاق یہ کہ دونون مہینون کا آغاز بھی ایك دن ہوا تھا ۔

اس خط مین میرزا صاحب نے اوس عریضہ کا مضمون دوھرایا ھے جو نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال کیا تھا ۔ وہ عریضہ فائل مین موجود نہین ۔ لیکن امثلہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ھے کہ میرزا صاحب کا یہ ارشاد کہ « برسدن سے اونکا کلام نہین آتا » حقیقی عذر ہے ۔ کیونکہ اس ایکسال کے عرصہ مین ، جو کم از کم دسمبر سنہ ۶۳ ع سے دسمبر سنہ ٦٤ ع تك پھیلا ہوا ہے ، نواب فردوس مکان نے تقریباً ہر ماہ خط بھیجا ہے ۔ لیکن کسی مین اشعار کے ارسال کی اطلاع یا مرسلہ کلام کی واپسی کا تقاضا درج نہین ہے ۔ اونکا آخری کلام وہ واسوخت تھا جو میرزا صاحب نے آخرِ اکتوبر سنہ ٦٣ ع مین واپس بھیجا اور یہان ۲۹ اکتوبر سنہ مذکور مطابق ۱۵ جمادی الثانیہ سنہ ۸۱ ھ کو موصول ہوا ۔ اسکے بعد اکتوبر سنہ ٦٤ ع کے آخر یا نومبر کے آغاز مین سرکار سرطان کے عارضہ مین مبتلا ہوگئے ، اور غالباً سنہ ٦٥ ع کے شروع مین محرم سنہ ۸۲ ھ کی مجالس کے لئے صرف ایك سلام لکھکر بھیج سکے ، جو اونکے انتقال کے بعد میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان کی خدمت مین واپس ارسال کیا ۔[۱]

رامپور کا پہلا سفر ، اور سرکار کی تین دعوتنامے

نواب فردوس مکان کو میرزا صاحب کا شاگرد ہوے چند ماہ گزرے تھے کہ ھنگامۂ غدر برپا ہوگیا ، اور کچھ عرصہ تك باہم مراسلت

---

(۱) مکاتیب ، ص ۵۱

بند رهی ۔ لیکن مملکتِ هند مین امن و امان قائم هو تے هی سرکار نے میرزا صاحب کو رامپور تشریف لانے کی دعوت دی ۔ نوابصاحب کا پهلا دعوتنامه مثل مین موجود نهین ۔ لیکن مکتوب بنام صاحبزاده سید زین العابدین خان بهادر مورخۀ ۲۵ مارچ سنه ۵۸ ع مین میرزا صاحب نے اپنے رامپور نآنیکے وجوه تحریر کیئے هین ۔ اسلئے یقیناً پهلی دعوت ابتدایِ سال سنه ۵۸ ع مین دیگئی هوگی ۔ خود میرزا صاحب کے الفاظ «بعدِ فتح دهلی وه همیشه میرے مقدم کے خواهان رهتے تهے ۔ مین عذر کرتا تها» سے بهی یهی ثابت هوتا هے ۔ ۲۵ نومبر سنه مذکور کو سرکار نے پهر تحریر فرمایا :

«مشفقا ! جو که مخلص کو اشتیاق معانقه اور مکالمه اپ کا بدرجۀ کمال هی ، اور اب تشریف آوری آپ کی اسجگه مناسب هی ، اسواسطی حواله خامۀ محبت نگار کی هوتا هی ، که آپ دیدار فایض الانوار اپنی سی مخلص کو مسرور فرمائیے ۔» (۱)

اس کے بعد ۱۳ ماهِ اپریل سنه ۵۹ ع کو سه باره تحریر فرمایا :

«حال تشریف آوری آپ کا اسطرف کو ابهی تك سامعه نواز نهین هوا ۔ اور دل صفامنزل مشتاق اور منتظر دریافت سرور ملاقات کا هی ۔ اسواسطی حواله خامۀ اتحاد نگار کی هوتا هی ، که آپ براه عنایت کی نوید تشریف فرمائی اس سمت سی ، که کبتك ممکن الوقوع هی ، مطلع اور مطمئن فرمائیے ۔» (۲)

میرزا صاحب کا عذر

میرزا صاحب مطلعِ سیاست صاف هوجانیکے بعد اپنی انگریزی پنشن کے اجرا کی سعی مین مصروف تهے ۔ حکامِ انگریزی کی معدلت گستری و انصاف پژوهی کے بدل معترف تهے ، اور اپنے آپ کو جرمِ بیوفائی و غداری سے قطعاً بری پاتے تهے ، اسلئے حکام کی هر دفتری حرکت اونکی امید کو پیامِ کامیابی نظر آتی تهی ۔ وه روزانه اس یقین کیساتھ بیدار هوتے ، که آج پنشن کی اجرا کا حکم هوجائیگا ، اور مین شام تك اپنے قرضه کے بار سے سبك دوش هو سکونگا ۔ بسا اوقات اون سے یه موهوم خوشی ضبط نهوسکی هے ، اور احباب کو کامیابی کی منزل قریب آجانے کی اطلاعین تك دیدی هین ۔[۳]

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱٦ ، حاشیه نمبر ۱ (۲) ایضاً ، ص ۱۹ ، حاشیه نمبر ۱

(۳) اردوی معلی اور عود مین اس مضمون کی متعدد خطوط موجود هین ۔

ایسی حالت مین کسطرح ممکن تھا کہ وہ دلی سے باہر چلے جاتے. چنانچہ یہی امروز و فردا دلی چھوڑ کر رامپور آنے سے مانع رهے ، اور انہون نے ہر دعوت نامہ کے جواب مین یہی عذر کیا کہ پنشن کے وصول کا زمانہ قریب آگیا ھے. اسکو ادھورا چھوڑکر نہین آسکتا. اس سلسلہ مین صاحبزادہ سید زین العابدین خان بہادر کو تحریر کرتے هین:

«جناب نوابصاحب میری محسن اور میری قدردان اور میری امیدگاہ هین. مین اگر رامپور نآؤنگا تو کہان جاؤنگا. یہ جو آپ کہتی هین کہ تجکو آنی مین تردد کیا هی ، تردد کچھ نہین توقف هی. وجہ توقف کی یہ کہ مین نی اپنی پنسن کی باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تھی. وهان سی صاحب کمشنر شہر کی وہ درخواست حوالہ هوئی. صاحب کمشنر دھلی نی صاحب کلکٹر شہر سی کیفیت طلب کی هی. .... بہر حال صاحب کمشنر شہر کیفیت صاحب کلکٹر سی طلب کر کر چیف کمشنر کیساتھ پنجاب کو گئی هین. دیکھی کب آوین ، اور بعد ملاحظۂ کیفیت کیا حکم دین. مگر تا صدور حکم مین یہان سی کہین جا نہین سکتا. هان بعد ملنی حکم کی ، خواهی دلخواہ هو خواهی مخالف مدعا ، دونون صورت مین رامپور آؤنگا.» (۱)

نواب فردوس مکان کے دعوتنامہ مورخۂ ۲۵ نومبر سنہ ۵۸ع کے جواب مین اسی عذر کا اعادہ کیا ھے. تحریر کرتے هین:

«میری حاضر هونی کو جو ارشاد هوتا هی ، مین وهان نہ آؤنگا ، تو اور کہان جاؤنگا. پنسن کی وصول کا زمانہ قریب آیا هی. اسکو ملتوی چھوڑکر کیونکر چلا آؤن. سنا جاتا هی اور یقین بھی آتا هی کہ جنوری آغاز سال ۵۹ عیسوی مین یہ قصہ انجام پائی. جسکو روپیہ ملنا هی اوسکو روپیہ ، جسکو جواب ملنا هو اوسکو جواب ملجائی.» (۲)

لیکن میرزا صاحب کے علی الرغم جنوری سنہ ۵۹ع بھی بیگانہوار گزر گیا ، تو انھون نے اپنی صادق الاعتقادی مین اور وسعت دے لی ، اور جب سرکار نے ۱۳ ماہِ اپریل سنہ مذکور کو تیسری بار آمدِ رامپور کی دعوت دی تو اسکے جواب مین لکھا:

«پہلی خط مین یہ عرض کیا هی ، کہ مجموع پنسندارون کی مثل مرتب هی ، اور هنوز صدر کو روانا نہین هوئی. نواب گورنر جنرل لاڑد کیننگ بہادر نی کلکتہ سی میری پنسن کی کواغذ طلب کیئی ، اور وہ کاغذ فہرست مین سی الگ هوکر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال هوئی. وهان سی کلکتہ کو بھیجی جائین گی. پھر وهان سی حکم منظوری پنجاب

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۰۹ (۲) ایضاً ، ص ١٦

ہوتا ہوا یہان آئیگا، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا. آج روپیہ ملا، کل مین نی آپ سی سواری اور باربرداری مانگی. آج سواری اور باربرداری پہچی، اور کل مین نی رامپور کی راہ لی.» (۱)

چوتھی دعوت

آخرِ کار سال ۵۹ ع بھی ختم ہونے کے قریب آ گیا، مگر پنشن کا معاملہ ہنوز لیت و لعل مین پڑا رہا. سرکار نے ۱٦ دسمبر سنہ ۵۹ ع کو پھر ارقام فرمایا:

«سابق مین چند مرتبہ در باب تشریف فرمائی یہان کی متکلف ہوا ہون. لیکن ابتک آپنی سرور ملاقات بہجت آیات سی مسرور نہین فرمایا. اب لازم اشفاق کا یہ ھی کہ آپ تشریف شریف باسرع ازمنہ ارزانی فرماوین، اور مخلص کو مشکور الطاف کا کرین.» (۲)

میرزا صاحب اس عرصہ مین نواب فردوس مکان کے اخلاص و اعانت کے بدل معترف ہوچکے تھے، اور یہ عزم کرکے، کہ مقدمۂ پنشن کے منفصل ہوتے ھی رامپور روانا ہوجائینگے، یوسف مرزا کو لکھا تھا:

«مین تو پنسن کی باب مین حکم اخیر سن لون. پھر رامپور چلا جاؤنگا. جمادی الاول سی ذی الحجہ تك ۸ مہینی، اور پھر محرم سی سنہ ۱۲۷۷ سال شروع ہوگا. اس سال کی دو چار حد دس گیارہ مہینی غرض کہ اونیس بیس مہینی ہر طرح بسر کرتی ہین. اسمین رنج و راحت و ذلت و عزت جو مقسوم مین ھی وہ پہنچ جاتی. اور پھر «علی علی» کہتا ہوا ملك عدم کو چلا جاؤن. جسم رامپور مین اور روح عالم نور مین. یاعلی! یاعلی! یاعلی!.» (۳)

میرزا صاحب کا عزم سفر اور اوسکا مقصد

جب آغازِ سنہ ۱۸٦۰ ع مین گورنمنٹ نے مقدمۂ پنشن کا فیصلہ میرزا صاحب کی خواہش اور امید کے خلاف صادر کیا، تو انھون نے حسبِ وعدہ سفرِ رامپور کی تیاری کی. اس سلسلہ مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ہین:

«بعد فتح دھلی وہ (نواب فردوس مکان) ہمیشہ میری مقدم کی خواہان رہتی تھی. مین عذر کرتا تھا. جب جنوری سنہ ۱۸٦۰ مین گورمنٹ سی وہ جواب پایا، کہ جو اوپر لکھ آیا ہون. تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا.» (٤)

نواب فردوس مکان ایامِ غدر مین گورنمنٹ کے وفادار اور معاون رہے تھے.

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۹ (۲) ایضاً، ص ۲۵، حاشیہ نمبر ۴ (۳) اردوی معلی، ص ۳٤۵
(٤) ایضاً، ص ۲۸۳

بنا برین برٹش حکام کی نظر مین اونکی بڑی عزت و وقعت تھی ۔ میرزا صاحب سے بھی اونکے تعلقات بیحد پرخلوص تھے ۔ اسلئے مقدمہ خلاف فیصل ہونیکے بعد میرزا صاحب نے مناسب جانا کہ رامپور جائین اور سرکار سے زبانی عرض کرین کہ اپنے توسط سے گورنمنٹ سے میرے معاملہ کو صاف فرمادیجے ۔ منشی شیونراین اکبرآبادی کو ۳ مارچ سنہ ٦٠ ع کو رامپور سے لکھا ھے :

«مین حسب الطلب نوابصاحب کی دوستانہ یہان آیا ہون ، اور اپنی صفائی گورمنٹ سی بذریعہ انکی چاھتا ہون ۔ دیکھون کیا ہوتا ھی ۔» (۱)

اسکے علاوہ ایك اور واقعہ ، جو قیامِ رامپور کے زمانہ مین پیش آیا ، اس امر پر شاھد ھے کہ سفرِ رامپور سے میرزا صاحب کا مقصد «گورنمنٹ سے اپنی صفائی» تھی ۔ ۱٤ فروری سنۂ مذکورہ کو حکیم غلام نجف خان کو اس واقعہ کے متعلق تحریر کیا ھے :

«یہان کا یہ حال ھی کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ مرادآباد آیا چاھتی ھین ۔ مراد آباد یہان سی بارہ کوس ھی ۔ نوابصاحب دوری کو اپنی ملك کی گئی ھین ۔ دو چار دن مین پھر آئینگی ۔ اگر اونکی ملاقات کو مراد آباد جائینگی ، مین بھی ساتھ جاؤنگا ۔ اگرچہ گورنر غرب و شمال کو دلی سی کچھ علاقہ نہین ، مگر دیکھون کیا گفتگو درمیان آتی ھی ۔» (۲)

اگر میرزا صاحب کے پیشِ نظر گورنمنٹ سے صفائی نہوتی تو یہ جانتے ہوے کہ یو-پی کے گورنر کو دلی سے کچھ واسطہ نہین سرکار کیساتھ مرادآباد جانیکا تہیا نکرتے ۔

دلی سی روانگی

میرزا صاحب نے ارادہ کیا کہ آخرِ جمادی الثانیہ مین دلی روانا ہون ، اور رجب المرجب کا چاند رامپور آکر دیکھین ۔ حسین مرزا صاحب کو سہ شنبہ ۳۱ دسمبر سنہ ۵۹ ع کو لکھتے ھین :

«رامپور زندگی مین میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہولیا ۔ جب تم لکھتی ہو کہ «للہ تم وھان جاؤ !» تو مجکو ھنسی آتی ہو ۔ مین یقین کرتا ہون کہ ھلال ماہ رجب المرجب رامپور مین دیکھون ۔» (۳)

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۸۰ (۲) ایضاً ، ص ۲۲۹ (۳) ایضاً ، ص ۳۲۹

ك — مکاتیب غالب

اس خط کی تحریر سے ۱۹ دن کے بعد میرزا صاحب دلی سے روانا ھوے. دلی سے روانگی کی تاریخ کا ذکر متعدد خطوط مین پایا جاتا ھے. مثلاً خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو مجملاً لکھدیا ھے کہ

«جب جنوری سنہ ۱۸۶۰ مین گورمنٹ سی وہ جواب پایا کہ جو اوپر لکھ آیا ھون تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا.» (۱)

رامپور سے واپس جا کر منشی شیونراین کو مہینے کیساتھ تاریخ بھی لکھی ھے. فرماتے ھین:

«۱۹ یا ۲۰ جنوری سنہ ۱۸۶۰ کتاب اور دونون عرضیان ولایت کو روانہ کرکے رامپور گیا ھون.» (۲)

لیکن آخرِ عمر مین میرزا صاحب کا حافظہ خراب ھوگیا تھا، اسلئے اونھین صحیح تاریخ یاد نہین رھی. در اصل وہ ۱۹ جنوری سنہ ۶۰ ع کو دلی سے روانا ھوے تھے. چنانچہ ۲۱ جنوری کو میرٹھ پہنچکر مرزا تفتہ کو لکھا ھے:

«بھائی! مین نے دلی کو چھوڑا، اور رامپور کو چلا. پنجشنبہ ۱۹ کو مرادنگر اور جمعہ ۲۰ کو میرٹھ پہنچا. آج شنبہ ۲۱ کو بھائی مصطفی خان کی کوٹھی سے مقام کیا. یہان سے یہ خط تمکو لکھکر بھیجا. کل شاھجہان پور پرسون گڈھ مکٹیشر رھونگا. پھر مرادآباد ھوتا ھوا رامپور جاؤنگا.» (۳)

اسی تاریخ کو حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ھین:

«میان! مین تم سے رخصت ھوکر اوسدن مراد نگر مین رھا. دوسری دن، یعنی جمعہ کو، میرٹھ پہنچا. نواب مصطفی خان نے ایکدن رکھ لیا. آج شنبہ ۲۱ جنوری یہان مقام ھے. نو بج گئے ھین. بیٹھا ھوا یہ خط لکھ رھا ھون. مفت کا کھانا ھے. خوب پیٹ بھر کر کھاؤن گا. کل شاھجہانپور، پرسون گڈھ مکٹیشر، رھونگا. مرادآباد سے پھر تمکو خط لکھونگا.» (٤)

ان تمام تحریرون سے معلوم ھوتا ھے کہ جمعرات کے دن صبح کیوقت ۱۹ جنوری سنہ ۶۰ ع کو میرزا صاحب دلی سے روانا ھوے.

اخفای حال

روانگی سے پہلے میرزا صاحب نے کسی مصلحت کے ماتحت مختلف اصحاب سے مختلف مقامات کے سفر کا اظہار کیا تھا. لیکن میرٹھ پہنچکر اخفا

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳ (۲) ایضاً، ص ۳۸۲ (۳) ایضاً، ص ۸۶ (٤) ایضاً، ص ۲۳۲

کی ضرورت نہ سمجھی، اور وہین سے حکیم غلام نجف خان کو لکھا:

«ہان بھائی! مین از روی مصلحت اپنی کو مقامات مختلف کا عازم کہ آیا ہون. اب جو شخص تم سی پوچھا کری اوس سی پردہ نکرنا اور صاف کہدینا کہ رامپور کو گیا ھی. یعنی سب کو معلوم ہو جائی، اور کوئی تذبذب مین نرھی.» (۱)

اس مکتوب مین میرزا صاحب نے اوس مصلحت کو ظاہر نہین کیا، جو مقام سفر کے اخفا کی بنا تھی. لیکن قیاس یہ چاھتا ھے کہ کسی سیاسی مصلحت سے ایسا کیا ہوگا. جو کم از کم یہ ھوسکتی ھے کہ اوسوقت تک گورنمنٹ نے میرزا صاحب کی بریت تسلیم نہین کی تھی، اور انہین غدر کے بعد سفر کا پہلا اتفاق تھا، اسلئے یہ خطرہ لاحق ہوا ھوگا کہ کہین رامپور جانے سے روک ندیا جاؤن، یا یہ کہ کوئی حاسد سرکار کو یہ نہ لکھدے کہ میرزا صاحب گورنمنٹ کی نظر مین ابھی مشتبہ ھین، انہین اپنی ریاست مین نہ آنے دیجیے.

منازل سفر

۱۹ جنوری کی صبح کو دلی سے روانا ھوکر میرزا صاحب نے شام کو مرادنگر مین قیام کیا. دوسرے دن جمعہ کو میرٹھ پہنچے. وھان ایکدن نواب مصطفی خان بہادر شیفتہ کے ھان ٹہر کر اتوار کو شاھجہانپور اور پیر کو گڑھ مکٹیسر مین اوترے. یہان سے مرادآباد تک کی منازل کا پتہ نہین، جو منگل اور بدھ دو دن مین طے کیگئی ھونگی. لیکن یہ یقینی ھے کہ آخری منزل مرادآباد تھی. یہ تمام تفصیل مرزا تفتہ اور حکیم غلام نجف خان کے نام کے مکاتیب مین ابھی گزر چکی ھے.

رفقای سفر

اس سفر مین زین‌العابدین خان عارف مرحوم کے دونون لڑکے، باقر علیخان اور حسین علیخان، عنایت اللہ خادم، اور ایک دو اور ملازم میرزا صاحب کے ھمرکاب تھے. لڑکون کا ذکر متعدد خطوط مین کیا گیا ھے. یہان صرف اوس خط کا اقتباس کافی ھوگا، جس مین تمام ھمراھیون

(۱) اردوی معلی، ص ۲۳۳

کا ذکر ہے ۔ میرزا صاحب حکیم غلام نجف خان کے خط کے آخر مین لکھتے ہین :

« لڑکی بھی تندرست ۔ آدمی بھی توانا ۔ مگر ہان ایك عنایت‌الله دو دن سی کچھ بیمار ہو ۔ خیر اچھا ہوجائیگا ۔ » (۱)

ورود رامپور کی تاریخ

غالباً میرزا صاحب جمعرات کے دن مرادآباد پہنچے، اور وہان رات کو آرام کرکے دوسرے دن جمعه کو رامپور وارد ہوے ۔ جمعه ۳ فروری کو رامپور سے حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین :

« آج تك ، که جمعه آٹھوان دن میری پہنچی کو ہو ، کچھ کلام نہین ہوا ۔ » (۲)

اس سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے، که میرزا صاحب جمعه کے دن رامپور پہنچے. لیکن مرزا تفته اور حکیم غلام نجف خان کو میرٹھ سے جو خطوط لکھے ہین اون مین میرزا صاحب نے جمعه کو ۲۰ اور شنبه کو ۲۱ جنوری تاریخ تحریر کی ہے. اس حساب سے جس جمعه کو میرزا صاحب نے سر زمینِ رامپور پر قدم رکھا، ۲۷ جنوری سنه ٦۰ع تاریخِ انگریزی ہونی چاہیے.

قیامگاہ

رامپور پہنچکر میرزا صاحب نے سرکار کی خاص کوٹھی مین قیام کیا. لیکن لڑکے میرزا صاحب کیساتھ آئے تھے، اسلئے یہان چار دن گزارنے کے بعد از رویِ احتیاط جداگانه مکان کی خواهش کی. سرکار نے ایك مکان، جو تین چار حویلیون پر مشتمل تھا، قیام کیلئے عطا فرمایا. میرزا صاحب نے تفته کے پته کے استفسار پر جو خط لکھا ہے اوس مین فرماتے ہین :

« پہلی یه تو بتاؤ که رامپور مین مجھی کون نہین جانتا ۔ کہان مولوی وجیه الزمان صاحب کہان مین ۔ اونکا مسکن میری مسکن سی دور ۔ پھر در دولت رئیس کہان اور مین کہان ۔ چار دن والی شہر نی اپنی کوٹھی مین اوتارا ۔ مین نی مکان جداگانه مانگا ۔ دو تین حویلیان برابر برابر مجکو عطا ہوئین ۔ اب اس مین رہتا ہون ۔ بحسب اتفاق ڈاك گھر مسکن کی پاس ہو ۔ ڈاك منشی آشنا ہوگیا ہو ۔ برابر دلی سی خط چلی آتی ہین ۔ صرف رامپور کا نام اور میرا نام ۔ محله کی اور

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۹ (۲) ایضاً، ص ۲۲۸

عرف کی حاجت نہین. بلکہ در دولت اور مولویصاحب کی نشان سی شاید خط تلف ہوجاؤ. « (۱)

حکیم غلام نجف خان کو لکھا ہے:

«مکان کا پتہ ضرور نہین. ڈاك گھر میری گھر کی پاس. ڈاك منشی میرا آشنا. ..... ایك مکان، کہ وہ تین چار مکانون پر مشتمل ہو، رہنی کو ملا ہی.» (۲)

میر مہدی کو تحریر کیا ہے:

«تمھارا خط پہنچا. تردد عبث. میرا مکان ڈاك گھر کی قریب اور ڈاك منشی میرا دوست ہی.» (۳)

مکان کی تحقیق

حقیر عرشی نے بزرگانِ شہر سے تحقیق کی کہ اوس زمانہ مین ڈاکخانہ کس محلہ مین تھا، تو معلوم ہوا کہ محلۂ راجدوارہ کی اوس شاہراہ پر، جو خاص باغ پیلس کو جاتی ہے، مولوی محمد یحیی صاحب وکیل کے مکان مین ڈاکخانہ واقع تھا، اور میرزا صاحب نے اوسکے متصل مکان مین قیام کیا تھا. اس مکان مین آجکل ایك آھنگر مقیم ہے. چونکہ یہ مکان اردو ادب کے نیرِ رخشان کا فرودگاہ رہچکا ہے، اسلئے عالیمر تبت صاحب چیف منسٹر بہادر کے حسب الحکم اسپر پتھر کا کتبہ لگایا جا رہا ہے.

مہانداری

میرزا صاحب کیلئے ابتداء سرکاری باورچیخانہ سے کھانا آتا رہا. چنانچہ حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین:

«کھانا دونون وقت سرکار سی آتا ہی، اور وہ سب کو کافی ہوتا ہو. غذا میری بھی خلاف طبع نہین.» (۲)

میر مہدی کے خط مین بھی سرکاری مہانداری کا ذکر کیا ہے. فرماتے ہین:

«یہان کا حال سبطرح خوب ہو، اور صحت مرغوب ہو. اسوقت تك مہمان ہون.» (۳)

لیکن چند دن کے بعد کھانے کے سو روپیہ ماھوار مقرر کردیے گئے. دلی جا کر میرزا صاحب نے میر مہدی کو لکھا ہے:

«اب جو مین وہان گیا تو سو روپیہ مہینا بنام دعوت اور دیا. یعنی رامپور رہون تو دو سو روپیہ مہینا پاؤن، اور دلی رہون تو سو روپیہ.» (٤)

---

(۱) اردوی معلی، لاہور ایڈیشن، ص ۳۷۱ (۲) ایضاً، ص ۲۲۸

(۳) ایضاً، ص ۱٦۹ (٤) ایضاً، ص ۱٦۲

آب و ہوای رامپور

رامپـور کی آب و ہوا میرزا صاحب کے مزاج کے موافق ثابت ہوئی. آمدِ رامپور کے ۸ دن بعد حکیم غلام نجف خان کو لکھا ہے:

« پانی کا شکر کس منہہ سی ادا کرون . ایك دریا ہی کوسی . سبحان اللہ! اتنا میٹھا پانی کہ پینی والا گمان کری کہ یہ پھیکا شربت صاف ہی . سبك ، گوارا ، ہاضم ، سریع النفوذ . اس آٹھہ دن مین قبض وانقباض کی صدمی سی محفوظ ہون . صبح کو بھوك خوب لگتی ہی . لڑکی بھی تندرست . آدمی بھی توانا . مگر ہان ایك عنایت اللہ دو دن سی کچھہ بیمار ہی . خیر اچھا ہوجائیگا . » (۱)

رامپور ہی سے میر مہـدی مجروح کو تحریر کیا ہے:

« یہ رامپور ہی . دارالسرور ہی . جو لطف یہان ہی وہ اور کہان ہی . پانی سبحان اللہ! شہر سی تین سو قدم پر ایك دریا ہی ، اور کوسی اوسکا نام ہی . بی شبہ چشمۂ آب حیات کی کوئی سوت اوس مین ملی ہی . خیر اگر یون بھی ہی ، تو بھائی آب حیات عمر بڑھاتا ہی . اتنا شیرین کہان ہوگا . » (۲)

ملاقات اور تعظیم و توقیر

نواب فردوس مکان کا اخلاق میرزا صاحب کی امید کے مطابق ثابت ہوا . سرکار نے بر وقتِ ملاقات احباب کیطرح معانقہ کیا ، اور احباب مین تعظیم وتوقیر کی جو رسم ہے اوسکو ملحوظ رکھا . میرزا صاحب نے خود نذر پیش کرنے کے عوض دونون لڑکون سے نذر دلوائی . سرکار کے اس برتاؤ کے بارے مین میرزا صاحب میر مہدی مجروح کو لکھتے ہین :

« تعظیم وتوقیر مین کوئی دقیقہ فروگزاشت نہین ہی . » (۳)

بعد ازان دلی جاکر لکھا ہے :

« ملاقات بھی دوستانہ رہی . معانقہ وتعظیم جسطرح احباب مین رسم ہی . وہ صورت ملاقات کی ہی . لڑکون سی مین نی نذر دلوادی تھی . بس . » (۳)

اسی سلسلہ مین رامپور سے حکیم غلام نجف خان کو تحریر کیا ہے :

« اب میرا حال سنو . تعظیم وتوقیر بہت . ملاقاتین تین ہوئی ہین . » (۱)

ابھی گفتگو نہین ہوئی

اگرچہ نواب فردوس مکان نے جولائی سنہ ۵۹ع سے میرزا صاحب کو سو

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۲۸ (۲) ایضاً ، ص ۱٦۹ (۳) ایضاً ، ص ۱٦۲

روپیہ ماہوار بطورِ امداد عطا فرمانا شروع کردیے تھے، جو انھین بذریعۂ ہنڈوی ماہ بماہ ارسال ہوا کرتے، لیکن جب میرزا صاحب رامپور تشریف لائے، اور چند روز تك خدمت اور معاوضہ کے بارے مین سرکار سے بالمشافہہ گفتگو نہین ہوئی، تو انھین مختلف خطرات پیدا ہوئے. خدمت اور در ماہہ کے خطرہ کو حکیم غلام نجف کے نام کے مکتوب مین اسطرح ظاہر کیا ہے:

« ہنوز کچھ گفتگو درمیان نہین آئی. مین خود اون سی ابتدا نکرونگا. وہ بھی مجھسی بالمشافہہ نہ کہین گی. مگر بواسطۂ کارپردازان سرکار دیکھون کیا کہتی ہین، اور کیا مقرر کرتی ہین. » (۱)

یہ خط ۳ فروری کو لکھا گیا تھا. اسکے بعد ۱٤ فروری کو پھر لکھتے ہین:

« یہان کا رنگ نوابصاحب کی آنی پر جو ہوگا، اور جو قرار پائیگا، وہ مفصل تمکو لکھونگا. » (۲)

میر مہدی مجروح کو بھی دبے الفاظ مین لکھا ہے:

« اسوقت تك مہمان ہون. دیکھون کیا ہوتا ہی. » (۳)

رامپور کی اقامت کے خطرہ کو مرزا تفتہ کے خط مین ظاہر کیا ہے. فرماتے ہین:

« دوسری بات جو تم نی لکھی ہی وہ بھی مطابق واقع و مناسب حال نہین. اگر اقامت قرار پائی تو تمکو بلالونگا. » (٤)

۱٤ فروری کو مرزا تفتہ کے خط کے جواب مین پھر لکھا ہے:

« میری جان! آخر لڑکی ہو. بات کو نہ سمجھی. مین اور تفتہ کا اپنی پاس ہونا غنیمت نجانون. مین نی یہ لکھا تھا کہ بشرط اقامت بلالونگا. اور پھر لکھتا ہون کہ اگر میری اقامت یہان کی ٹھہری تو بی تمھاری نرہونگا. نہ رہونگا. زنہار نرہونگا. » (۵)

سہ بارہ یکم مارچ کو تحریر کرتے ہین:

« بالفعل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر مراد آباد اور وہان سی رامپور آئین گی. بعد اونکی جانیکی کوئی طور اقامت یا عدم اقامت کا ٹھہریگا. منظور مجکو یہ ہی کہ اگر یہان رہنا ہوا تو فوراً تمکو بلالونگا. » (٦)

تعین خدمت و اقامت

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آخرِ کار یہی طے پایا کہ میرزا صاحب رامپور کی اقامت اختیار کرنے پر مجبور نہین ہین. جہان مزاج چاہے رہین. سرکار

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۸ (۲) ایضاً، ص ۲۳۰ (۳) ایضاً، ص ۱٦۹
(٤) ایضاً، لاہور ایڈیشن، ص ۳۷۲ (۵) ایضاً، ص۷۳ (٦) ایضاً، ص ۸٦

کے کلام پر اصلاح دیدیا کرین. البتہ رامپور آکر رهینگے تو دعوت کے سو روپیے ماهوار مزید عطا هونگے، اور دلی رهینگے تو صرف سو روپیہ تنخواہ ملیگی. اس تصفیہ کے متعلق میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کو لکھا ھے:

«قرار داد یہ هو کہ نوابصاحب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی، کہ جسکو یہ دسوان مهینا هی، سو روپیہ مجھو ماہ بماہ بھیجتی هین. اب جو مین وهان گیا، تو سو روپیہ مهینا بنام دعوت اور دیا. یعنی رامپور رهون تو دو سو روپیہ مهینا پاؤن، اور دلی رهون تو سو روپیہ. بھائی سو دو سو مین کلام نہین. کلام اس مین هو کہ نوابصاحب دوستانہ و شاگردانہ دیتی هین. ... بہر حال غنیمت هو. رزق کی اچھی طرح ملنی کا شکر چاهئی. کمی کا شکوہ کیا.» (۱)

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ھے:

«وہ سو روپیہ مهینا یہان رهون وهان رهون خدا کی هان سی میرا مقرر هو.» (۲)

قاضی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو بھی یہی لکھا ھے کہ

«حق تعالی والی رامپور کو صد و سی سال سلامت رکھی. اونکا عطیہ ماہ بماہ مجکو پہنچتا هو. کرم گستری اور استاد پروری کر رهی هین. میری رنج سفر اوٹھانی کی اور رامپور جانیکی حاجت نہین.» (۳)

نواب علاءالدین احمد خان بہادر علائی کو قدرے تفصیل سے لکھتے هین:

«واہ کیا کہنا هی. رامپور کی علاقہ کو گاؤشنگ اور مجکو بیل، یا اوس پیوند کی طعنہ کو تازیانہ اور مجکو گھوڑا بنایا. وہ علاقہ اور وہ پیوند لوهارو کی سفر کا مانع و مزاحم کیون هو. رئیس کیطرف سی بطریق وکیل محکمۂ کمشنری مین معین نہین هون. جسطرح امرا واسطی فقرا کی وجہ معاش مقرر کردیتی هین اسیطرح اس سرکار سی میریواسطی مقرر هی. هان فقیر سی دعای خیر اور مجھ سی اصلاح نظم مطلوب هو. چاهون دلی رهون چاهون اکبرآباد. چاهون لاهور چاهون لوهارو.» (٤)

لڑکون کی شرارت

رامپور کی آب و هوا کی موافقتِ مزاج اور سرکار کی تعظیم و توقیر کے باعث میرزا صاحب زیادہ عرصہ قیام کرنا چاهتے تھے. لیکن باقر علیخان اور حسین علیخان ساتھ تھے. میرزا صاحب نے انکا دل بہلنے کے خیال سے طفلانہ کھیل کود کے تمام لوازمات مہیا کردیئے تھے. اسپر بھی یہ برابر انکے

---

(۱) اردوی معلی، ص ۱٦۲ (۲) ایضاً، ص ٥٤ (۳) ایضاً، ص ۲۱۱
(٤) ایضاً، ص ٤۰۳

سکون و آرام مین خلل ڈالتے رہتے تھے۔ چنانچہ ۱۴ فروری کو میرزا صاحب حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ھین:

«لڑکے دونون اچھی طرح ھین۔ کبھی میرا دل بہلاتے ھین۔ کبھی مجکو ستاتے ھین۔ بکریان، کبوتر، بٹیرین، تکل، کنکوا سب سامان درست ھی۔» (۱)

اپنے ارادۂ قیام اور انکی شرارت کے متعلق یوسف مرزا صاحب کو تحریر کرتے ھین:

«مجکو لڑکون نے بہت تنگ کیا۔ ورنہ چند روز اور رامپور مین رھتا۔» (۲)

میر مہدی مجروح کو لکھا ھے:

«لڑکون کو ساتھ لیگیا تھا۔ وھان اونھون نے میرا ناک مین دم کردیا۔ تنہا بھیجدینے مین وھم آیا، کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ھو تو بدنامی عمر بھر رھو۔ اس سبب سے جلد چلا آیا۔ ورنہ گرمی برسات وھان کاٹتا۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات جاؤنگا، اور بہت دنون تک یہان نہ آؤنگا۔» (۳)

دلی کو واپسی

لڑکون کی شرارت سے تنگ آکر میرزا صاحب نے برسات تک کے ارادۂ قیامِ رامپور کو فسخ کردیا۔ سرکار نے ھرچند روکا اور آمون کا لالچ دیا، لیکن میرزا صاحب نہ روکے اور آخرِ مارچ مطابق آخرِ شعبان مین دلی کو روانا ھوگئے۔ رامپور سے روانگی کی تاریخ بھی میرزا صاحب نے متعدد خطوط مین تحریر کی ھے۔ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو لکھتے ھین:

«سال گزشتہ اندنون مین مین رامپور تھا۔ مارچ سنہ ۶۰ع مین یہان آگیا ھون۔» (۴)

مرزا تفتہ کو لکھتے ھین:

«میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جاکر آخر مارچ مین یہان آگیا ھون، تو کیا کہون کہ یہان کے لوگ میری حق مین کیا کیا کچھ کہتے مین۔» (۵)

میر مہدی مجروح کو تحریر کرتے ھین:

«میر مہدی! تم میری عادات کو بھول گئے۔ ماہ مبارک رمضان مین کبھی مسجد جامع کی تراویح ناغہ ھوئی ھی۔ مین اس مہینے مین رامپور کیونکر رھتا۔ نوابصاحب مانع رھے، اور بہت منع

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۹ (۲) ایضاً، ص ۳۴۹ (۳) ایضاً، ص ۱۶۱
(۴) ایضاً، ص ۲۱۱، و عود، ص ۱۶۶ (۵) اردوی معلی، ص ۵۴

کرتے رہو ۔ برسات کے آمون کا لالچ دیتے رہو ۔ مگر بھائی مین ایسی انداز سے چلا کہ چاند رات کے دن یہان آپہنچا ۔ یکشنبہ کو غرۂ ماہ مقدس ہوا ۔ » (۱)

میر غلام حسنین قدر بلگرامی کو سہ شنبہ ۱۳ مارچ سنہ ٦۰ ع کو لکھا ھے :

« اب جو خط بھیجیے دلی کو بھیجیے گا ، کہ مین اس مہینے مین اودھر کو جاؤنگا ۔ رویت ماہ صیام اغلب ھے کہ دلی ھی مین ہو ۔ » (۲)

ان خطوط سے صرف اسـقدر معلوم ھوتا ھے کہ میرزا صاحب آخرِ شعبان سنہ ۱۲۷٦ ھ مطابق آخرِ مارچ سنہ ۱۸٦۰ ع مین رامپور سے روانا ھوکر ۳۰ شعبان کو دلی پہنچے ، اور وہان پہنچکر رمضان المقدس کا چاند دیکھا ۔ لیکن انگریزی و ھجری تاریخین ابھی متعین نہین ھوئی ھین ۔ انگریزی تاریخ کے بارے مین منشی شیو نراین کو رامپور سے لکھتے ھین :

« اب مین شنبہ کے دن ۱۷ مارچ کو دلی روانا ہونگا ۔ » (۳)

یوسف مرزا صاحب کو ۹ رمضان مطابق ۲ ماہِ اپریل کو ھجری تاریخ کے متعلق تحریر کیا ھے :

« مین ۲۳ شعبان کو رامپور سے چلا اور ۳۰ شعبان کو دلی پہنچا ۔ اوسی دن چاند ہوا ۔ » (٤)

میرزا صاحب نے اس خط مین رمضان کی نوین تاریخ کو اپریل کی دوسری تاریخ کے مطابق لکھا ھے ، اور یہ بھی بتایا ھے کہ اوس سال رمضان کا چاند ۳۰ کا ھوا تھا ۔ اس حساب سے ۲۳ شعبان سنہ ۱۲۷٦ ھ ۱۷ مارچ سنہ ۱۸٦۰ ع کے مطابق ، اور ۳۰ شعبان سنۂ مذکورہ ۲٤ مارچ سنہ ٦۰ ع کے مطابق ھوگی ۔ لہذا میرزا صاحب کی رامپور سے روانگی کی تاریخ ۲۳ شعبان سنہ ۷٦ ھ مطابق ۱۷ مارچ سنہ ٦۰ ع اور دلی مین ورود کی تاریخ ۳۰ شعبان سنہ ۷٦ ھ مطابق ۲٤ مارچ سنہ ٦۰ ع قرار پاتی ھے ۔

کل مدت قیام

میرزا صاحب کے بعض خطوط مین رامپور کے قیام کی کل مدت کا بھی

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱٦۱
(۲) ایضاً ، ص ٤۰٦ ، لاہور ایڈیشن
(۳) اردوی معلی ، ص ۳۸۰
(٤) ایضاً ، ص ۳٤۸

ذکر آیا ہے۔ لیکن وہ تخمینی ہے۔ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ہین:

«مین آخر جنوری مین رامپور گیا۔ چھ سات ہفتہ وہان رہکر دلی آیا۔» (۱)

مرزا تفتہ کو لکھتے ہین:

«نواب یوسف علیخان بہادر ... بلاتی رہتی تھی۔ اب مین گیا۔ دو مہینے رہکر چلا آیا۔» (۲)

نواب علاءالدین احمد خان بہادر علائی کو تحریر فرماتے ہین:

«سال گزشتہ بیڑی کو زاویۂ زندان مین چھوڑ مع دونون ہتکڑیون کے بھاگا۔ میرٹھ، مرادآباد ہوتا ہوا رامپور پہنچا۔ کچھ دن کم دو مہینے وہان رہا تھا کہ پھر پکڑا آیا۔ اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگونگا۔» (۳)

ان خطوط مین «چھ سات ہفتے، کچھ دن کم دو مہینے» اور «دو ماہ» تین مختلف بیان ملتے ہین۔ ان مین سے «کچھ دن کم دو مہینے» صحیح ہے، اسلئے کہ میرزا صاحب ایک ماہ بیس یوم رامپور مین رہے تھے۔

رامپور مین عدیم الفرصتی

قیامِ رامپور کے زمانہ مین میرزا صاحب اسقدر عدیم الفرصت رہے، کہ اکثر احباب کے محبت نامون کا بر وقت جواب تک نہ دیسکے۔ ایک خط مین اسکی وجہ تحریر فرماتے ہین:

«از بسکہ یہان کے حضرات مہربانی فرماتی ہین اور ہر وقت آتی ہین، فرصت مشاہدۂ اوراق نہین ملی۔» (٤)

واپسی پر دلی مین چہمیگوئیان

میرزا صاحب نے دلی سے روانا ہوتے وقت اپنا صحیح ارادۂ سفر ظاہر نہین کیا تھا۔ جب یہ رامپور سے واپس دلی پہنچے تو حساد نے اس اخفا کا انتقام لیا، اور شہر مین واپسی پر خوب رای زنی کیگئی۔ میرزا صاحب کو اس رای زنی سے سخت ذہنی اذیت پہنچی، اور اونہون نے شکایت آمیز لہجے مین مرزا تفتہ کو لکھا:

«میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جاکر آخر مارچ مین یہان آگیا ہون تو کیا کہون کہ

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳
(۲) ایضاً، ص ٥٤
(۳) ایضاً، ص ٤۰۰، و عود، ص ۷۰
(٤) اردوی معلی، ص ۷۳

یہانکی لوگ میری حق مین کیا کیا کچھ کہتی ہین ۔ ایک گروہ کا قول یہ ہی کہ یہ شخص والی رامپور کا استاد تھا ، اور وہان گیا تھا ۔ اگر نواب نی کچھ سلوک نہ کیا ہوگا تو بھی پانچ چار ہزار روپیہ سی کم ندیا ہوگا ۔ ایک جماعت کہتی ہی کہ نوکری کو گئی تھی مگر نوکر نرکھا ۔ ایک فرقہ کہتا ہی کہ نواب نی نوکو رکھ لیا تھا ۔ دو سو روپیہ مہینا کردیا تھا ۔ لفٹنٹ گورنر الہ آباد جو رامپور آئی ، اور اونکو غالب کا وہان ہونا معلوم ہوا ، تو اونہون نی نوابصاحب سی کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتی ہو تو اسکو جواب دو ۔ نواب نی برطرف کردیا ۔ ،، (۱)

یہ تو اربابِ دھلی کی آرا تھین ۔ لیکن انکی نقل کے بعد میرزا صاحب نے تفتہ کو اصلِ حقیقت بتائی ہے ۔ فرماتے ہین :

،، یہ تو سب سن لیا ۔ اب تم اصل حقیقت سنو ۔ نواب یوسف علی خان بہادر تیس بتیس برس کی میری دوست اور پانچ چھ برس سی میری شاگرد ہین ۔ آگی گاہ گاہ کچھ بھجدیا کرتی تھی ۔ اب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بھیجتی ہین ۔ بلاتی رہتی تھی ۔ اب مین گیا ۔ دو مہینی رہ کر چلا آیا ۔ بشرط حیات بعد برسات کی پھر جاؤنگا ۔ وہ سو روپیہ مہینا ، یہان رہون وہان رہون ، خدا کی ہان سی میرا مقرر ہی ۔ ،، (۱)

نواب فردوس مکان کی علالت اور میرزا صاحب کا تردد

ماہِ اکتوبر سنہ ٦٤ ع کے آخر یا نومبر کے آغاز مین نواب فردوس مکان عارضۂ سرطان مین مبتلا ہوئے ۔ میرزا صاحب کو کسی ذریعہ سے اسکی اطلاع ملی ، تو انہین اپنے سخی داتا شاگرد کی علالت سے سخت تردد لاحق ہوا ۔ چونکہ نوابصاحب مرزا صاحب کے پورے خاندان کے مربی تھے اسلئے میرزا صاحب کی بی بی اور حسین علیخان بھی پریشانی کا شکار ہونے سے نہ بچے ۔ مگر اسوقت تک میرزا صاحب کو یہ معلوم نہو سکا تھا کہ سرکار کو مرض کیا لاحق ہوا ہے ۔ اس امر کی تحقیق کیلئے اونہون نے ۸ نومبر سنہ ٦٤ع کو انتہائی احتیاط کیساتھ تحریر کیا :

،، جب سی حضرت کی ناسازی مزاج مبارک کا حال خارج سی مسموع ہوا ہی ، عالم الغیب گواہ ہی ، کہ مجھپر اور میری بی بی پر اور میری فرزند حسین علیخان پر کیا گزر رہی ہی ۔ ایکدن رات میری گھر مین روٹی نہین پکی ۔ سب نی فاقہ کیا ۔ باری وہ خبر وحشت اثر غلط نکلی ۔ حواس ٹھکانی ہوی ۔ ،، بالکل اطمینان جب ہوگا ، کہ آپکی غسل صحت کی نوید سنونگا ، ،،

---

(۱) اردوی معلی ، ص ٥٤

اور قطعۂ تاریخ غسل صحت لکھکر بھیجونگا ۔ فی الحال اتنا چاهتا هون که اس خط کا جواب پاؤن اور حقیقت مرض سی آگہی حاصل هو ۔» (۱)

۱۲ نومبر کو سرکار کا نامۂ مبارك میرزا صاحب کو موصول هوا ۔ غالباً اوسمین نوعیت و کیفیتِ مرض کا ذکر نه تها ، جس سے کسیقدر اطمینان هوا ۔ لیکن ابهی تشویش رفع نہوئی تهی ، اسلئے اسکے جواب مین ۱۳ نومبر کو میرزا صاحب نے پهر لکها :

«ابتدای یکم نومبر سی ۱۱ تك عرض نہین کر سکتا که لیل و نهار مجهپر کیسی گزری هین ۔ ''راه دور ۔ مین رنجور ۔ معهذا بیمقدور'' ۔ اگر دلی سی رامپور تك شکرم کی ڈاك جاتی هوتی ، تو مین یہان ایك دم نه ٹهرتا ، اور خدمت مین حاضر هوتا ۔ تار برقی بهی نہین جو صحت و عافیت کی خبر جلد حاصل هو ۔ نا چار از راه اضطرار ۸ ماه حال یعنی نومبر کو عریضه روانا کیا ۔ خدا کی عنایت اور مرشد کامل یعنی حضرت کی هدایت نے اوس خط کی جواب آنیکی مدت سی پہلی مجهی گرداب اضطراب سی نکالا ۔ کل ۱۲ نومبر کو نوازشنامه آگیا ۔ گویا میری جان بچ گئی ۔ بلکه ایك اور نئی جان میری بدن مین آگئی ۔ اب استدعا یه هی که حال ناسازی مزاج اقدس مفصل معلوم هو ۔» (۲)

اس عریضه کے جواب مین ۱۹ نومبر کو سرکار نے تحریر فرمایا که «پهوڑا نکل آیا تها ، لیکن اب بحمد الله افاقه هے» ۔ میرزا صاحب اس خبر سے بیحد مسرور هوے ، اور ۲۷ نومبر کو اسکے جواب مین لکها :

«کس زبان سی کہون ، اور کس قلم سی لکهون که یه هفته عشره کس تردد وتشویش می بسر هوا هی ۔ هر روز شام تك جانب در نگران رهتا ، که ڈاك کا هرکاره آئی ، اور حضرت کا نوازشنامه لائی ۔ باری خدا کی مهربانی هوئی ، از سر نو میری زندگانی هوئی ، که کل چار گهڑی رات گئی ڈاك کی هرکاره نی وه عطوفت نامۂ عالی دیا ، ''جسکو پڑهکر روح تازه رگ و پی مین دوڑ گئی ۔ نیند کسکی ؟ سونا کسکا ؟ روشنی کی سامنی بیٹها ، اور اشعار تہنیت لکهنی لگا ۔ سات شعر مع مادۂ حصول صحت جب لکهہ لئی تب سویا ۔'' » (۳)

غسل صحت کی تہنیت

سرکار کے خط سے صحت و افاقتِ مرض کی اطلاع ملگئی ، لیکن یه معلوم نہوسکا که غسل صحت هوچکا هے یا نہین ۔ اور بصورتِ دیگر کونسی تاریخ اس تقریبِ سعید کیلئے مقرر هوئی هے ۔ اس تحقیق کیلئے میرزا صاحب

(۱) مکاتیب ، ص ٤٠ (۲) ایضاً ، ص ٤١ (۳) ایضاً ، ص ٤٢ ۔ قطعۂ تاریخ غسل حاشیۂ صفحۂ مذکور پر درج هی ۔

نے منشی سیلچند میر منشی کو ۲۵ دسمبر کو لکھا:

«اگرچہ از روی خطوط حضور صحت و عافیت حضور معلوم ہوتی ہو ۔ لیکن یہ کہین سی نہین سنا کہ غسل صحت کیا، یا کسدن کرینگی ۔ آپ سی یہ فقیر کا سوال ہی، کہ مجکو لکھیے کہ حضرت غسل کسدن فرمائینگی ۔ اور اگر موافق میری آرزو کی نہاچکی ہون تو غسل کی تاریخ سی اطلاع دیجی ۔» (۱)

میر منشی صاحب نے جواباً لکھا کہ ابھی غسلِ صحت نہین فرمایا ہے۔ غالباً رمضانِ مبارک مین یہ تقریب عمل مین آئیگی۔ میرزا صاحب کو ۱٤ جنوری سے قبل سرکار کا نامۂ صحت ملچکا تھا۔ نیز وہ اس عرصہ مین قصیدۂ تہنیت بھی ارسال کرچکے تھے۔ اسلئے التواءِ تاریخ غسل پر ۱۹ جنوری سنہ ۱۸٦۵ ع کو پھر میر منشی صاحب کو لکھا:

«یہ جو مین نی قصیدۂ تہنیت لکھکر بھیجا ہی، منشا اسکا یہ ہی کہ شاہ کبیر الدین صاحب رامپور سی آئی، اور اونہون نی کہا کہ نوابصاحب جمعہ کی دن ساتوین تاریخ شعبان کو نہائینگی ۔ اب تمہاری تحریر سی معلوم ہوا، کہ ماہ آیندہ یعنی (رمضان) مین نہائینگی ۔ خیر وہ کاغذ تو حضور کی نظر سی گزریگا ۔ اگر موقع پاؤ تو حضور مین یہ ماجرا عرض کردینا کہ مین نی بموجب روایت شاہ کبیر الدین کی اسکی ارسال مین جلدی کی ہی ۔» (۲)

غسلِ صحت کا جشن ماہِ عید مین منایا جانا تجویز ہوا۔ لیکن ابھی مرض قدرے باقی تھا، اور رامپور سے جسقدر سرکاری تحریرین جاتی تھین اون مین مزاج کی کیفیت کا مذکور نہین ہوتا تھا۔ اسلئے میرزا صاحب نے ۱٤ مارچ سنہ ٦۵ ع کو میر منشی صاحب سے پھر استفسار کیا:

«منشی صاحب! عجب اتفاق ہی کہ حضور اپنی خط مین اپنی مزاج مبارک کا حال کچھ نہین لکھتی، اور میرا دھیان لگا ہوا ہی ۔ خدا کیواسطی! تم مفصل حال لکھو کہ کیا عارضہ باقی ہی، اور صورت کیا ہی ۔ دربار بدستور ہوتا ہی یا نہین؟» (۳)

میر منشی صاحب کا جواب مثل مین موجود نہین۔ اسلئے نہین کہا جاسکتا کہ اونہون نے مرض کے متعلق کیا لکھا۔ لیکن ۲۳ شوال سنہ ۱۲۸۱ ھ مطابق ۲۲ مارچ سنہ ۱۸٦۵ ع کو میرزا صاحب نے اپنا فارسی تہنیت نامہ ارسال کیا ہے،

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۱۲ (۲) ایضاً، ص ۱۱۳۔ قصیدۂ تہنیت ص ٤٦ کی حاشیہ مین مندرج ہی۔
(۳) ایضاً، ص ۱۱٤

جو صفحہ ٤٤ تا ٤٧ پر درج ھے۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ تاریخِ مذکورہ تک میرزا صاحب کو صحت کی اطلاع تھی۔

عود مرض اور وفات

لیکن مادۂ مرض کا بالکلیہ استیصال نہین ھوا تھا۔ کسی معمولی بے احتیاطی نے مادہ کو دو بارہ چھیڑ دیا، اور سرکار پر از سرِ نو مرض کا حملہ ھوگیا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ اطبا مجبور ھوگئے، اور حالت روز بروز خراب ھوتی چلی گئی، تا آنکہ یوم جمعہ ٢٤ ذیقعدہ سنہ ١٢٨١ ھ مطابق ٢١ اپریل سنہ ١٨٦٥ ع کو نواب فردوس مکان رھگرای عالم بقا ھوئے، اور میرزا صاحب کے ھان قیامتِ صغری کا منظر نظر آنے لگا۔

خلد آشیان کی تخت نشینی اور میرزا صاحب کا وظیفہ

نواب فردوس مکان طاب ثراہ کے بعد نواب خلد آشیان نے مسندِ آبائی پر قدم رنجہ فرمایا۔ میرزا صاحب کا تعلق نواب فردوس مکان کی ذات سے تھا، اسلئے دورِ جدید مین اسکے ختم ھوجانیکا خطرہ تھا۔ اس خطرہ کا میرزا صاحب کو احساس ھوا اور اونھون نے فوراً تہنیت نامہ لکھا۔ سوءِ اتفاق سے یہ مکتوب مثل مین موجود نہین۔ لیکن نواب خلد آشیان نے یکم مئی سنہ ٦٥ ع کو اس کے جواب مین تحریر فرمایا:

« مشفقا! آنچہ مشاھرۂ آن کرمفرما از عہد نوابصاحب و قبلہ فردوس مکان مقرر است انشاء اللہ تعالی بدستور جاری ماندہ، حسب ضابطہ بسامی خدمت رسیدہ خواھد ماند۔ » (١)

اس سے معلوم ھوتا ھے کہ میرزا صاحب نے تہنیت کیساتھ اپنے وظیفہ کے متعلق بھی کوئی درخواست کی تھی۔ یہ خواھش معرضِ قبول تک پہنچی، اور وظیفہ بدستور جاری رھا۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے ٣٠ جولائی کو میان داد خان سیاح کو لکھا ھے کہ

« اپریل کا روپیہ رئیس حال سے مین نے پایا۔ » (٢)

---

(١) مکاتیب، ص ٤٩، حاشیہ نمبر ١ (٢) اردوی معلی، ص ١٧

لیکن اس مکتوب سے ۲۴ روز قبل خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کو قدرے تفصیلاً تحریر فرمایا تھا:

« والی رامپور کو خدا سلامت رکھی . اپریل مئی ان دونون مہینون کا روپیه موافق دستور قدیم آیا . جون ماه گزشته کا روپیه خدا چاهی تو آجائی . آج جمعه ۷ جولائی هی . معمول یه هی که دسوین بارهوین کو رئیس کا خط مع هنڈوی آیا کرتا هی . » (۱)

تہنیت نامه کا امید افزا جواب پا کر میرزا صاحب نے قصیدهٔ تہنیت ارسال کیا . یه قصیده بھی مثل مین موجود نہین . لیکن مین نے عودِ هندی سے عریضه نمبر ٤٤ کے حاشیه مین نقل کردیا ہے . اس قصیده کی پزیرائی موافقِ امید ہوئی ، تو میرزا صاحب کو بڑھاپے کی تمام مجبوریون کے باوجود سفرِ رامپور کیلئے آماده ہونا پڑا .

نواب خلد آشیان کا دعوتنامه

میرزا صاحب نے اپنے ارادهٔ سفر کی اطلاع میرزا داغ کو دی . اونھون نے کسی مناسب موقع پر سرکار کے حضور مین ذکر کیا . سرکار نے ۱۱ جون سنه ٦٥ع کو قصیده کی وصولیابی کے تذکار کے بعد تحریر فرمایا :

« درینولا زبانی نواب مرزا عزم سامی باین طرف مسموع گشته موجب کمال مسرتهاست . چراکه راقم نیز متمنی ملاقات شریف است . او تعالی شب یلدای فراق را بزودی هرچه تمامتر بایام وصال مبدل گرداند . » (۲)

اس دعوت کے بعد میرزا صاحب نے تقریباً چار ماه توقف کیا . غالباً اسکی وجه یه ہوگی که سرکار نے جشنِ تخت نشینی کیلئے دسمبر کا پہلا هفته مقرر فرمایا تھا . میرزا صاحب نے اسی زمانے کو سفر کیلئے زیاده مناسب خیال کیا . لیکن سرکار کے جواب مین یه لکھا ، که

« حضرت کی خدمت مین نه آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا . وه آگ برسرهی هی که طیور کی پر جل رهی هین . بعد آگ کی پانی برسیگا . سفر خصوصاً بوڑھی رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر . آفتاب میزان مین آیا ، اور هنگامهٔ آتش و آب رفع هوا ، اور مین نی احرام بیت المعمور رامپور باندھا . انشاء الله العلی العظیم . » (۳)

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۸۰ (۲) مکاتیب ، ص ٥۱ ، بقیهٔ حاشیه . (۳) ایضاً ، ص ٥٤

«ہنگامۂ آتش وآب» کے ختم ہوجانیکے انتظار مین میرزا صاحب کو تقریباً چار ماہ توقف کرنا پڑا، اور ماہِ اکتوبر سنہ ۶۵ع مین «احرامِ بیت المعمورِ رامپور» باندھنے کی نوبت آئی۔

سفر کی غرض

میرزا صاحب کے اس سفر کی غرض وغایت نواب فردوس مکان (طاب ثراہ) کے انتقال کی تعزیت اور نواب خلد آشیان کی مسند نشینی کی تہنیت تھی۔ مولوی عبد الرزاق شاکر کو سفر کی اطلاع دیتے ہوے لکھا ہے:

«قبلہ وکعبہ! فقیر پا در رکاب ہو۔ سہ شنبہ چار شنبہ ان دونوں دنون مین سی ایک دن عازم رامپور ہونگا۔ تقریب وہان جانی کی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت۔ دو چار مہینے وہان رہنا ہوگا۔» (۱)

قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو رامپور سے تحریر فرمایا تھا:

«پیر و مرشد! نوابصاحب کا وظیفہ خوار، گویا اس در کا فقیر تکیہ‌دار ہون۔ مسند نشینی کی تہنیت کیواسطے رامپور آیا۔» (۲)

لیکن اس تعزیت وتہنیت کی تہ مین جو غرض پنہان تھی اوسکا اظہار مرزا تفتہ کے خط مین کیا ہے۔ فرماتے ہین:

«مین نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہین آیا۔ بھیك مانگنے آیا ہون۔»(۳)

تاریخ روانگی

ابتداءً میرزا صاحب کا ارادہ تھا کہ سہ شنبہ یا چار شنبہ ان دونون مین سے ایك دن رامپور روانا ہون گے۔ چنانچہ شاکر کو یہی لکھا بھی تھا۔ لیکن نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو یکم اکتوبر سنہ ۶۵ع کو لکھا:

«میان! تم جانتی ہو کہ مین عازم رامپور تھا۔ اسباب مساعد ہوگئی۔ بشرط حیات جمعہ کو روانا ہونگا۔» (٤)

مگر مرزا شہاب الدین خان بہادر کے نام کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کے دن دو تین گھڑی دن چڑھے دلی سے روانہ ہوے۔ فرماتے ہین:

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۱۶، و عود، ص ۱۶۰۔ موخر الذکر مین «عازم رامپور ہونگا» ہو۔
(۲) ایضاً، ص ۲۰۸، و ایضاً، ص ۱۶۹ (۳) اردوی معلی، ص ۹۸ (٤) ایضاً، ص ۳۹۵

«ہفتی کی دن دو تین گھڑی دن چڑھی احباب کو رخصت کرکی راھی ھوا. قصد یہ تھا کہ پلکنوی رھون. وھان قافلی کی گنجایش نپائی.» (۱)

حکیم غلام نجف خان کو مرادآباد پہنچکر جو خط لکھا ھے، اوس سے معلوم ھوتا ھے کہ ھفتے کو ماہِ اکتوبر کی ۷ تاریخ تھی. فرماتے ھین:

«بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ھوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا. ۱۰ جمادی الاول کی اور ۱۱ اکتوبر کی ھی.» (۲)

حکیم احمد حسن مودودی کو صراحت سے لکھا ھے، کہ

«ھفتم اکتوبر کو دلی سے رامپور کو روانا ھوا.» (۳)

رفقای سفر اور سواری

اس سفر مین میرزا صاحب کے ساتھ باقر علیخان، حسین علیخان، کلو، نیاز علی اور دو آدمی اور کل ٦ نفوس تھے. میرزا صاحب نے پالکی مین اور دونون لڑکون نے کبھی رتھ اور کبھی گھوڑون پر راستہ طے کیا. بقیہ چار آدمیون اور سامانِ سرمائی کے لئے دو گاڑیان ھمراہ تھین. حکیم غلام نجف خان کو محولۂ بالا خط مین لکھا ھے:

«مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا ... دونون لڑکی دونون گاڑیان اور رتھ اور آدمی سب پیچھی ھین.»

مرزا شہاب‌الدین خان بہادر کے خط مین لکھا ھے:

«دونون گھوڑی کوتل آگی، دونون لڑکی رتھ مین سوار آتی ھین.»

آدمیون کے بارے مین رامپور سے روانگی کے وقت مرزا علاءالدین احمد خان بہادر کو لکھا ھے:

«آج صبح کی سات بجی باقر علیخان اور حسین علی ... دلی کو روانا ھوی. دو آدمی میری اونکی ساتھ گئی. کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میری پاس ھین.» (٤)

کیفیت و مناظر سفر

میرزا صاحب نے دلی سے رامپور تک ٦ منزلین طے کی تھین. حکیم احمد حسن مودودی کو تحریر فرمایا ھے:

«رامپور کی سرکار کا فقیر تکیہ‌دار روزینہ خوار ھون. رئیس حال نے مسند نشینی کا جشن کیا.

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۹۲ (۲) ایضاً، ص ۲۳۳ (۳) ایضاً، ص ۲٤۳ (٤) ایضاً، ص ۳٤۹

دعاگوی دولت کو در دولت پر جانا واجب ہوا. ہفتم اکتوبر کو دلی سی رامپور کو روانا ہوا. بعد قطع منازل ستہ وہان پہنچا .» (۱)

مرزا شہاب الدین خان بہادر کو ان منازل کی تفصیل بتاتے ہوے تحریر فرماتے ہین:

«غازی‌آباد کا حال شمشاد علی سی سنا ہوگا. ہفتی کی دن دو تین گھڑی دن چڑھی احباب کو رخصت کرکی راہی ہوا. قصد یہ تھا کہ پلکنوی رہون. وہان قافلی کی گنجایش نپائی. ہاپوڑ کو روانا ہوا. دونون برخوردار گھوڑون پر سوار پہلی چلدیی. چار گھڑی دن رہی مین ہاپوڑ کی سرای مین پہنچا. دونون بھائیون کو بیٹھی ہوی اور گھوڑون کو ٹہلتی ہوی پایا. گھڑی بھر دن رہی قافلہ آیا. ... آج مین نی تمھاری والد کی نصیحت پر عمل کیا. چار بجی پانچ کی عمل مین ہاپوڑ سی چلدیا. سورج نکلی بابوگڈہ کی سرای مین آپہنچا. چار پائی بچھائی. اوسپر بچھونا بچھاکر حقہ پی رہا ہون، اور یہ خط لکھرہا ہون. دونون گھوڑی کوتل آگی دونون لڑکی رتھ مین سوار آتی ہین. اب وہ آئی اور کھانا کھالیا اور چلی.» (۲)

حکیم غلام نجف خان کو ہاپوڑ سے مرادآباد پہنچکر لکھا ہے:

«بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا. ۱۰ جمادی الاول کی اور ۱۱ اکتوبر کی ہی. دونون لڑکی دونون گاڑیان اور رتھ اور آدمی سب پیچھی ہین. اب آئی جاتی ہین. رات بخیر گزری. بشرط حیات کل رامپور پہنچ جائینگی. گھبرایا ہوا ہون. تیسرا دن ہی پاخانہ پھری کو.» (۳)

مناظرِ سفر کے متعلق حکیم غلام رضا خان کو تحریر کرتے ہین:

«تم سی رخصت ہوکر اور تمھین خدا کو سونپ کر روانۂ رامپور ہوا. موسم اچھا تھا. گرمی گزر گئی تھی. جاڑا ابھی چمکا نہ تھا. عالم اعتدال آب و ہوا. سایہ و سرچشمہ جا بجا. آرام سی رامپور پہنچا.» (٤)

توشۂ راہ

ہاپوڑ کی سرائے مین میرزا صاحب نے اپنے واسطے چھٹانک بھر گھی مین دو شامی کباب تلوائے. لڑکون نے ارھر کی کھچڑی تیار کرائی، اور خوب گھی ڈالکر خود بھی کھائی، اور آدمیون کو بھی کھلائی. دوسرے دن کیلئے سادہ سالن بغیر ترکاری کا پکوایا.

منزل پر پہنچکر حسین علیخان پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتے

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲٤۳ (۲) ایضاً، ص ۲۹۲ (۳) ایضاً، ص ۲۳۳ (٤) ایضاً، ص ٤۵۲

اور باقر علیخان کے ساتھ بیٹھکر کھا لیتے۔ مرزا شہاب‌الدین خان بہادر کے خط مین مرزا صاحب نے لکھا ھے:

«مین نی چھٹانك بھر گھی داغ کیا۔ دو شامی کباب اوس مین ڈالدیے۔ رات ھوگئی تھی۔ شراب پی لی۔ کباب کھائی۔ لڑکون نی ارھر کی کھچڑی پکوائی۔ خوب گھی ڈالکر آپ بھی کھائی، اور سب آدمیون کو بھی کھلائی۔ دن کیواسطی سادہ سالن پکوایا۔ ترکاری نہ ڈلوائی۔ باری آجتك دونون بھائیون مین موافقت ھی۔ آپس کی صلاح و مشورت سی کام کرتی ھین۔ اتنی بات زائد ھی کہ حسین علی منزل پر اوتر کر پاپڑ اور مٹھائی کی کھلونی خرید لاتا ھی۔ دونون بھائی ملکر کھا لیتی ھین۔» (۱)

ناسازی طبیعت

راستہ کی تکان اور اوقاتِ غذا مین اختلال ھوجانے کے باعث میرزا صاحب کو قبض کی شکایت ھوگئی تھی۔ حکیم غلام نجف خانصاحب کو مرادآباد سے تحریر کیا ھے:

«بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ھوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا ... رات بخیر گزری۔ بشرط حیات کل رامپور پہنچ جائونگی۔ گھبرایا ھوا ھون، تیسرا دن ھی پاخانہ پھری کو۔» (۲)

تاریخ ورود رامپور

آخرِ کار چھ منزلین طے کر کے میرزا صاحب جمعرات کےدن ۱۲ اکتوبر سنہ ٦٥ ع کو رامپور تشریف لائے۔ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو رامپور سے تحریر فرمایا ھے:

«۱۲ اکتوبر کو یہان پہنچا۔ بشرط حیات آخر دسمبر تك دھلی جاؤنگا۔» (۳)

حکیم غلام نجف خان کے محولۂ بالا خط مین بھی، جو ۱۱ اکتوبر کو مرادآباد سے لکھا تھا، یہی تحریر کیا ھے کہ کل یعنی بارا اکتوبر کو رامپور پہنچ جاؤنگا۔ حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی کے نام کے خط سے بھی یہی تاریخ مستنبط ھے۔ فرماتے ھین:

«ھفتم اکتوبر کو دلی سی رامپور کو روانہ ھوا۔ بعد قطع منازل ستہ وھان پہنچا۔» (٤)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۹۲ (۲) ایضاً، ص ۲۳۳
(۳) ایضاً، ص ۲۰۸، و عود، ص ۱٦۹ (٤) اردوی معلی، ص ۲٤۳

نواب خلد آشیان کی تواضع

نواب خلد آشیان نے میرزا صاحب کی بیحد تواضع اور مدارات کی۔ قیام کیلئے جرنیلی کی کوٹھی عطا ہوئی[۱]، اور باورچیخانۂ سرکاری سے دونون وقت کھانا مقرر ہوا۔ حکیم غلام نجف خان نے اپنے خط مین کھانے کے متعلق تشویش کا اظہار کیا تھا۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے اونہین لکھا ہے:

« صبح شنبہ ۲۱ اکتوبر سنہ ۱۸۶۵ ع۔ اقبالنشان عضد الدولہ حکیم غلام نجف خان کو غالب علیشاہ کی دعا پہنچی۔ تمھاری خط سی معلوم ہوا کہ تمکو میری کھانی پینی کی طرف سی تشویش ہی۔ خدا کی قسم! مین یہان خوش اور تندرست ہون۔ دن کا کھانا ایسی وقت آتا ہی کہ پہر دن چڑھی تک میری آدمی بھی روٹی کھا چکتی ہین۔ شام کا کھانا بھی سویری آتا ہی۔ کئی طرح کی سالن، پلاؤ، متنجن، پسندی، دونون وقت روٹیان خمیری، چپاتیان، مربی، آچار۔ مین بھی خوش لڑکی بھی خوش۔ کلو اچھا ہوگیا ہی۔ سقا، مشعلچی، خاکروب سرکار سی متعین ہی۔ حجام اور دھوبی نوکر رکھ لیا ہی۔ » (۲)

۲۴ اکتوبر کو میرزا صاحب نے پھر حکیم صاحب کو خط لکھا۔ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ مین سرکار نے کھانے اور جانورون کے گھاس دانے کی نقدی مقرر فرما دی تھی۔ فرماتے ہین:

« آج منگل کا دن ٤ جمادی الثانی کی اور ۲۴ اکتوبر کی ہی۔ کھانی کی اور گھوڑون اور بیلون کی گھاس دانی کی نقدی ہوگئی۔ لیکن اس مین میرا فائدہ ہی، نقصان نہین۔ » (۳)

تعظیم و توقیر اور اخلاص

نواب خلد آشیان قدردانیِ علم و ہنر مین اپنے والدِ مرحوم کے سچے جانشین تھے۔ اونھون نے میرزا صاحب کی تعظیم و توقیر اور خاطر و مدارات کا بیحد لحاظ کیا۔ میرزا صاحب ۲۱ اکتوبر کو حکیم صاحب کو لکھتے ہین:

« آجتك دو ملاقاتین ہوئی ہین۔ تعظیم، تواضع، اخلاق، کسی بات مین کمی نہین۔ » (۲)

سرکار کا التفات روز بروز زیادہ ہونے لگا تو میرزا صاحب نے ۲۴ ماہِ مذکور کو پھر حکیم صاحب کو تحریر کیا:

---

(۱) یہ عمارت قلعۂ معلی کی مشرقی دروازہ کی باہر واقع تھی۔ نواب سید محمد حامد علیخان بہادر جنت مکان نی قلعۂ معلی کی قدیم عمارتین منہدم کراکی نئی عمارات تعمیر کرتی وقت بعد ترمیم مناسب قلعہ کی اندر داخل کر لیا ہی۔ آجکل یہ عمارت مہمان خانہ کا کام دیتی ہی۔

(۲) اردوی معلی، ص ۲۱۹ و ۲۲۰ (۳) ایضاً، ص ۲۲۳

« اب روداد سنو . نوابصاحب کا اخلاص و التفات روز افزون هی . » (۱)

اوس بات کی کچھ اصل نہین

رامپور کے سفر سے قبل میرزا صاحب نے کوئی ایسی بات سنی تھی ، جو انکے تعلقِ ریاست کیلئے خطرناك تھی . یہان آکر نوابصاحب کے التفات و اخلاص نے اوسکی تغلیط کردی . میرزا صاحب اپنی بیوی سے اس خطره کا ذکر کرچکے تھے . اسلئے اونکی پریشانی رفع کرنے کے خیال سے حکیم صاحب کے خط کے آخر مین اونکے صاحبزاده کو مخاطب کرتے هوے تحریر کیا هے :

« ظہیرالدین خان بہادر کو دعا پہنچی . یہ خط لیکر تم اپنی دادی صاحب پاس جاؤ . اور یہ خط پڑھکر سناؤ . اور اونسی یہ کہدو کہ وہ بات جو مین نی تم سی کہی تھی وہ غلط هی . اوسکی کچھ اصل نہین هی . » (۲)

نواب خلد آشیان کے متعلق میرزا صاحب کی رای

میرزا صاحب سرکار کے حسنِ صورت و سیرت کے اسقدر گرویده هوے که اونهین بعض شیوه و روش مین نواب فردوس مکان پر ترجیح دینے لگے . اس زمانه مین سرکار نے بعض عمالانِ ریاست کو سرکاری مطالبات اور عام رعایا کو غله کا محصول معاف کردیا تھا . ان تمام واقعات نے مرزا صاحب کے دل پر اچھا نقش کیا . چنانچه حکیم غلام رضا خان کے خط مین انکا اسطرح ذکر کیا هے :

« نوابصاحب حال بمقتضای «الولد سر لابیه» حسن اخلاق مین نواب فردوس آرامگاه کی برابر بلکه بعض شیوهٔ و روش مین اون سی بہتر هین . بمجرد مسند نشینی کی غله کا محصول یکقلم معاف کیا . علی بخش خان خانسامان کو ۳۰ هزار روپیه بابت مطالبهٔ سرکاری بخشدیا . مفصل حالات بذل و نوال عند الملاقات زبانی کهونگا . » (۳)

مرزا تفته کو لکھتے هین :

« نوابصاحب از روی صورت روح مجسم . اور باعتبار اخلاق آیت رحمت هین . خزانهٔ فیض کی تحویلدار هین . جو شخص دفتر ازل سی جو کچھ لکھوا لایا هی ، اوسکی پئنی مین دیر نہین لگتی . ایك لاکھ کئی هزار روپیه سال غله کا محصول معاف کردیا . ایك اهل کار پر ساٹھ هزار کا محاسبه معاف کیا ، اور بیس هزار روپیه نقد دیا . منشی نولکشور صاحب کی عرضی

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۲۳ (۲) ایضاً ، ص ۲۱۹ و ۲۲۰ (۳) ایضاً ، ص ٤٥٢

پیش ہوئی۔ خلاصہ عرضی کا سنلیا۔ واسطے منشی صاحب کے کچھ عطیہ بتقریب شادی صبیہ تجویز ہورہا ہے۔ مقدار مجھپر نہین کھلی۔» (۱)

نواب علاءالدین احمد خان بہادر علائی کے خط مین نوابصاحب کی تصویر کھینچتے ہین:

«رئیس کی تصویر کھینچتا ہون۔ قد، رنگ، شکل، شمائل بعینه بھائی ضیاءالدین خان۔ عمر کا فرق اور کچھ کچھ چہرہ اور لحیہ متفاوت۔ حلیم، خلیق، باذل، کریم، متواضع، متشرع متورع، شعر فہم۔ سینکڑون شعر یاد۔ نظم کیطرف توجہ نہین۔ نثر لکھتے ہین اور خوب لکھتے ہین۔ جلالائی طباطبائی کی طرز برتتے ہین۔ شگفتہ جبین ایسے که اونکو دیکھنے سے غم کوسون بھاگ جائے۔ فصیح بیان ایسے که اونکی تقریر سنکر ایك اور نئی روح قالب مین آئے۔ اللهم دام اقباله و زاد اجلاله!» (۲)

نوابصاحب کی دوره کو روانگی اور میرزا صاحب کا لطیفه

نواب خلد آشیان نے ۳ نومبر سنه ٦٥ ع کو اضلاعِ ریاست کے معاینه کیلئے تشریف لیجانے کا اراده فرمایا۔ مشایعت کیلئے میرزا صاحب بھی ساتھ تھے۔ سرکار پا برکاب ہوے تو حاضرین نے آداب و کورنش ادا کی۔ سرکار نے میرزا صاحب کے آداب پر تبسم کیساتھ ارشاد فرمایا۔ «خدا کے سپرد»۔ میرزا صاحب کی شوخیِ طبع نے گدگدایا، اور آپ قدرے حزین صورت بناکر بولے: «حضرت خدا نے تو مجھے آپ کے سپرد کیا ہے۔ آپ پھر اولٹا مجکو خدا کے سپرد کرتے ہین۔» (۳)

جشن جمشیدی

دسمبر کا پہلا ہفته جشنِ تخت نشینی کیلئے مقرر ہوا تھا، اور اس تقریب کیلئے اسدرجه شاندار تیاریان ہوئی تھین که میرزا صاحب نے اسکو «جشنِ جمشیدی» سے تعبیر کیا ہے۔ حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین:

«نواب صاحب دورے سے یا آج شام کو یا کل آجائینگے۔ جشن جمشیدی کی تیاریان ہورہی ہین۔» (٤)

۲۵ اکتوبر کو تاریخِ جشن کے متعلق لکھتے ہین:

«دسمبر کی پہلی سے جشن شروع ہوگا۔ ہفته دو ہفته کی مدت اوسکی ہے۔ بعد جشن کے رخصت ہونگا۔ خدا چاہے تو آخر دسمبر تك تمکو آ دیکھتا ہون۔» (٥)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۹۸ و ۹۹ (۲) ایضاً، ص ٤٤١ (۳) یادگار غالب، ص ٤۲
(٤) اردوی معلی، ص ۲۳۱ (٥) ایضاً، ص ۲۲٤

مرزا تفتہ کو تحریر کیـا ھے :

« جشن یکم دسمبر سے شروع ۔ ٥ دسمبر کو خلعت کا آنا مسموع ۔ » (۱)

٦ دسمبر سـنہ ٦٥ ع کو نواب عـلاء الدین احمـد خان بہادر علائی کو جشنِ جمشیدی کی روداد لـکھتـے ھوـے فرماتے ھین :

« یہان جشن کی وہ سامان ھو رھی ھین کہ اگر جمشید دیکھتا تو حیران رھجاتا ۔ شہر سی دو کوس پر آغاپور نامی ایک بستی ھی ۔ آٹھ دس دن سی وھان خیام برپا تھی ۔ پرسون صاحب کمشنر بہادر بریلی مع چند صاحبون اور میمون کی آئی ، اور خیمون مین اوتری ۔ کچھ کم سو صاحب اور میم جمع ھوی ۔ سب سرکار رامپور کی مہمان ۔ کل سہ شنبہ ٥ دسمبر حضور پرنور بڑی تجمل سی آغاپور تشریف لیگئی ۔ بارہ پر دو بجی گئی ، اور شام کو پانچ بجی خلعت پہنکر آئی ۔ وزیر علیخان خانسامان خواصی مین سی روپیہ پھینکتا ھوا آتا تھا ۔ دو کوس کی عرصہ مین دو ھزار روپیہ سی کم نہ ایثار ھوا ھوگا ۔ آج صاحبان عالیشان کی دعوت ھی ۔ « ڈنر » شام کا کھانا یہین کھائینگی ۔ روشنی ، آتشبازی کی وہ افراط کہ رات دن کا سامنا کریگی ۔ طوائف کا وہ ھجوم ، حکام کا وہ مجمع ، کہ اس مجلس کو طوائف الملوک کہا چاھیے ۔ کوئی کہتا ھی کہ صاحب کمشنر بہادر مع صاحبان عالیشان کی کل جائینگی ۔ کوئی کہتا ھی پرسون ۔ » (۲)

عزم مراجعت

ابتداءً میرزا صاحب کا یہ ارادہ تھا کہ دو چار مہینـے رامپور مین قیام کرین گے ۔ چنانچہ شاکر کو تاریخِ روانگیِ رامپور کی اطلاع دیتـے ھوـے تحریر کیـا تھا :

« دو چار مہینی وھان رھنا ھوگا ۔ اب جو کوئی خط آپ بھیجین تو رامپور بھیجین ۔ » (۳)

لیکن رامپور مین کچھ عرصہ قیام کرنـے کے بعـد یہ طے کیا کہ اختتامِ جشن کے بعـــد رخصت طلب کرین ، اور آخرِ دسمبر تک دلی جا پہنچین ۔ حکیم غلام نجف خان کو ۲٤ اکتوبر کو لـکھا ھے :

« دسمبر کی پہلی سی جشن شروع ھوگا ۔ ھفتہ دو ھفتہ کی مدت اوسکی ھی ۔ بعد جشن کی رخصت ھونگا ۔ خدا چاھی تو آخر دسمبر تک تمکو آ دیکھتا ھون ۔ » (٤)

میرزا علائی کو ٦ دسمبر کو تحریر کیا ھے :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۹۹ (۲) ایضاً ، ص ٤٤۱

(۳) ایضاً ، ص ۲۱٦ ، و عود ، ص ۱٦۰ (٤) اردوی معلی ، ص ۲۲٤

»بعد اختتام محافل طالب رخصت ہونگا ۔ بعد حصول رخصت دلی جاؤنگا ۔« (۱)

اسیطرح قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو بریلی کی دعوتِ قدوم کے جواب مین لکھا ہے :

»پیر و مرشد ! نوابصاحب کا وظیفہ خوار گویا اس در کا فقیر تکیہ دار ہون ۔ مسند نشینی کی تہنیت کیواسطی رامپور آیا ۔ مین کہان اور بریلی کہان ۔ ۱۲ اکتوبر کو یہان پہنچا ۔ بشرط حیات آخر دسمبر تک دھلی جاؤنگا ۔« (۲)

لڑکون کی روانگی

باقر علیخان اور حسین علیخان اب نوجوان تھے ، اور اب انھین تنہا بھیجدینے مین اوس قسم کے خطرات پیدا نہین ہوتے تھے ، جنکے خوف سے سنہ ٦٠ ع کے سفر مین میرزا صاحب نے فردوس مکان کے اصرار کے باوجود رامپور قیام نہین کیا تھا ، اور بچون کی ضد پر راھی دھلی ہوگئے تھے ۔ لہذا میرزا صاحب نے دونون کو سرکار سے مراجعت کی اجازت دلا کر جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو دو آدمیون کیساتھ دلی روانا کردیا ۔ سرکار نے وقت رخصت ایك ایك دوشالہ مرحمت کیا ۔ نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو اسکے متعلق میرزا صاحب نے لکھا ہے :

»آج صبح کی سات بجی باقر علیخان اور حسین علی ، ١٤ مرغ ، ٦ بڑی اور آٹھ چھوٹی ، (لی) کی دلی کو روانہ ہوی ۔ دو آدمی میری اونکی ساتھ گئی ۔ کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میری پاس ہین ۔ نوابصاحب نی وقت رخصت ایك ایك دوشالہ مرحمت کیا ۔« (۳)

میرزا صاحب کی تاریخ روانگی

اسی خط کے آخر مین میرزا صاحب نے لکھا :

»میری چلنی کا حال یہ ھی کہ انشاء اللہ تعالی اسی ھفتہ مین چلونگا ۔«

۲٦ دسمبر کو پھر تحریر فرماتے ھین :

»جانا ! جانا ! ایك خط میرا تمھاری دو خطون کی جواب مین تمکو پہنچا ہوگا ۔ ... آج منگل ھی ۷ شعبان کی اور ۲٦ دسمبر کی ۔ دونو بھتیجی تمھاری جمعہ کی دن ۲۲ دسمبر کو روانہ دھلی ہوی ۔ مین پرسون یوم الخمیس کو مرحلہ پیما ہونگا ۔« (٤)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ٤٤۲ (۲) ایضاً ، ص ۲۰۸ و عود ، ص ۱٦۹
(۳) اردوی معلی ، ص ۳۹٤ (٤) ایضاً ، ص ۳۹٦

اس حساب سے میرزا صاحب جمعرات کے دن ۲۸ دسمبر سنہ ٦٥ ع کو رامپور سے رخصت ہوے .

احباب رامپور سے آخری ملاقات

سرکار سے رخصت حاصل کرکے میرزا صاحب قیامگاہ پر تشریف لائے . یہان رامپور کے بعض احباب الوداع کہنے کیلئے پہلے سے جمع تھے . صاحبزادہ سید نجابت علیخان بہادر نے ، جو اپنے والد صاحبزادہ سیّد ہدایت علیخان بہادر کے ساتھ میرزا صاحب سے آخری ملاقات کیلئے گئے تھے ، ایکروز میرزا غالب کے تذکرہ مین حقیر عرشی سے بیان کیا ، کہ جب میرزا صاحب سرکار مین سے واپس آئے ، تو مین اپنے والد کے ہمراہ اونکے قیامگاہ پر موجود تھا . میرزا صاحب نے احباب کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا :

« بھئی ! ہم نے ابھی یہ شعر کہا ہے :

اب ہے دلی کیطرف کوچ ہمارا غالب ٭ آج ہم حضرتِ نواب سے بھی مل آئے »[1]

رخصتانہ کی رقم

میرزا صاحب نے ۲۸ نومبر کو رامپور سے تفتہ کو لکھا تھا :

« مین نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہین آیا ، بھیك مانگنے آیا ہون . روٹی اپنی گرہ سے نہین کھاتا ، سرکار سے ملتی ہے . وقت رخصت میری قسمت اور منعم کی ہمت . » (۲)

نواب خلد آشیان تاریخِ تحریرِ خط سے ۲۱ روز قبل ۷ نومبر سنہ ٦٥ ع کو ایك ہزار روپیہ عطا فرما چکے تھے . تاہم ۲٦ دسمبر سنہ ٦٥ع کو

(۱) مولانا نظامی بدایونی نے شرح دیوان غالب اردو (مطبوعۂ نظامی پریس بدایون سنہ ۱۹۲۲ ع) کے صفحہ ۲۵٤ پر یہ مقطع اور ایك شعر نقل کرکے حاشیہ مین لکھا ہے : « حضرت نواب سے نواب یوسف علیخان ناظم والی رامپور کی طرف اشارہ ہے . یہ اوس غزل کے شعر ہین جو رامپور سے رخصت ہوتے وقت لکھی تھی . چونکہ دیوان اوسوقت مرتب ہوکر شایع ہو چکا تھا . اسلئے دیوان مین شامل نہین ہوئی » . اس بیان مین مولانا سے تسامح ہوا ہے . کیونکہ ایك عینی شاہد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے ، کہ یہان نواب خلد آشیان محمد کلب علیخان بہادر مراد ہین . علاوہ ازین چونکہ پہلے سفر مین میرزا صاحب رامپور سے دیوان اردو کی نقل لیگئے تھے ، جس سے دیوان طبع ہوا ، اسلئے نواب فردوس مکان کے بجائے نواب خلد آشیان کے عہد کی غزل کا اوس مین شامل نہونا قرین قیاس اور مطابق واقعہ ہو سکتا ہے .

(۲) اردوی معلی ، ص ۹۸

۲۰۰ روپیہ بوجہِ زادِ راہ مرحمت فرما کر میرزا صاحب کی اس آرزو کی بھی تکمیل کردی .

نواب ضیاء الدین خان بہادر کی فرمایش

نواب ضیاء الدین خان بہادر نیّر نے میرزا صاحب سے فرمایش کی تھی کہ رامپور سے بانس کی غلیل لائین . میرزا صاحب نے فرمایش پوری کی . لیکن غلیل پر جو کچھ بیتی وہ دلچسپی سے خالی نہین . علائی کے نام رامپور سے ۲۶ دسمبر کو لکھا ھے :

« تو کان گروھہ کہا کر . فارسی بھگارا کر . مجھسی ھندی کی چندی سن . ایك غلیل حضور نی دینی کی ھو . ایك علی اصغر خان سی میٹھی . دونون کل آئینگی . » (۱)

لیکن سوءِ اتفاق سے فرمایش کی تکمیل مین سعی کے بعض مدارج رھگئے ، اور غلیل پر نئی افتاد پڑی . ۱۳ جنوری سنہ ٦٦ ع کو میرزا صاحب علائی کو لکھتے ھین :

« میان چلتی وقت تمھاری چچا نی غلیل کی فرمایش کی تھی . رامپور پہنچکر وہ بی سعی و تلاش ھات آگئی . بنوا رکھی . لڑکون نی ملازمون نی سب نی مجھسی سنلیا کہ یہ نواب ضیاء الدین خان کیواسطی ھو . اب چلنی سی ایك ھفتہ پہلی تمنی غلیل مانگی . بھائی ! کیا بتاؤن کہ کتنی جستجو کی . کہین بہم نہ پہنچی . دس روپیہ تك مول کو نہین ملی . نواب صاحب سی مانگی . توشہ خانہ مین بھی نہ تھی . ایك امیر کی ھان پتا لگا . دوڑا ھوا گیا . کھپچی موجود پائی . لیکن کیا کھپچی ؟ جیسی نجف خان کی عہد مین تورانیون مین ھماری تمھاری ھڈی . بنوانی کی فرصت کہان ؟ آج لی کل چلدیا . اس بانس کی قدر کرنا ، اور اسکو اچھی طرح بنوا لینا . » (۲)

سفر کی مصائب

رامپور سے واپسی مین میرزا صاحب کو سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا . دریایِ رام گنگا مین سرمائی بارش کے سبب سیلاب تھا . میرزا صاحب کی پالکی کے پار ھوتے ھی پانی کے زور سے کشتیون کا عارضی پل ٹوٹ گیا . اسباب کی گاڑیان اور خدام سب مجبوراً اوس پار رہ گئے ، اور میرزا صاحب یکہ و تنہا صرف ایك کمبل ساتھ لیئے مرادآباد کی سرا مین اقامت گزین ھوے .

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۹٦ (۲) ایضاً ، ص ٤١٥ . نسخہ مین « کرتا » اور « بنوا لیتا » ھو . ن — الف

بڑھاپے کی کمزوری سرمائی تکلیفون کا مقابلہ نکر سکی، اور یہ بیمار ہوگئے. پانچ دن صدرالصدور مرادآباد کے ھان قیام کیا، اور جب قدرے رو بصحت ہوے تو دلی کا عزم کیا. دلی پہنچکر نواب خلد آشیان کو لکھتے ھین :

« بعد تسلیم معروض ھو . مرادآباد پہنچا، بعد پالکی کی اوتر آنیکی پل کا ٹوٹ جانا، گاڑی اسباب یہانتك کہ رخت خواب کا مع آدمیون کی اوسی زمہریر کی میدان مین رھنا، بغیر جاڑی کی کچھ نہ کھانا، خیر جو اونپر گزری وہ جانین مین مرادآباد کی سرا مین ایك چھوٹی سی حویلی مین ٹھرا . بھوکا پیاسا کمل اوڑھکر پڑ رھا . یہ شعر اپنا پڑھ پڑھکر صبح کی .

گرم فریاد رکھا شکل نہالی نی مجھی * تب امان ہجر مین دی برد لیالی نی مجھی

صبح کو خستۂ و رنجور اوٹھا. صاحبزادہ ممتاز علیخان بہادر کی بھیجی ھوی دو فرشتی آئی. اوٹھا کر سعید الدین خانصاحب کی ھان لیگئی . صاحبزادہ صاحب نی وہ تعظیم و تکریم ، اور سعید الدین خانصاحب نی وہ تکریم و تعظیم کی ، کہ میری ارزش سی زیادہ تھی . ناگاہ مولوی محمد حسن خان بہادر صدر الصدور آئی ، اور مجھی اپنی گھر لیگئی . پانچ دن وھان رھا . بھائی نواب مصطفی خان بہادر وھین مجھسی آکر ملی . دوسری دن وہ رھگرای دار السرور رامپور اور مین جادہ نورد ستم آباد دھلی ھوا . » (١)

سرکار کی ھمدردی

یہ عریضہ ١٠ جنوری سنہ ٦٦ ع کو تحریر کیا تھا. لیکن سرکار کو اس کے پہنچنے سے پہلے نواب مصطفی خان بہادر شیفتہ کی زبانی تمام حالات کی اطلاع مل چکی تھی. اونھون نے مرادآباد کے پتہ سے میرزا صاحب کو لکھا :

« زبانی نواب مصطفی خان بہادر کی دریافت ھوا کہ مرادآباد مین کچھ طبیعت آپکی علیل ھوگئی ھو . باستماع اس امر کی باعث کمال تردد کا ھوا . اسواسطی حوالہ خامۂ محبت نگار کی ھوتا ھی کہ خیریت مزاج سی مطلع کیجی . اور اگر ھنوز طبیعت مائل باعتدال نھو ، اور آپکا ارادہ قیام مرادآباد کا تا درستی طبیعت ھو ، تو آپ رامپور مین تشریف لائیے . یہان معالجہ بخوبی عمل مین آئیگا . » (٢)

اس فرمان کے جواب مین میرزا صاحب نے ٢١ جنوری کو لکھا :

« اس سفر کا حال کیا عرض کرون . دلی سی رامپور تك ذوق قدمبوس مین جوانانہ گیا . اختلافات آب و ھوا و تفرقۂ اوقات غذا کو ھرگز نہ مانا ، اور رنج راہ کو ھرگز خیال مین نہ لایا . وقت معاودت اندوہ فراق نی وہ فشار دیا ، کہ جوھر روح گداز پاکر ھر بن مو

---

(١) مکاتیب ، ص ٦٥ (٢) ایضاً ، ص ٦٨ ، حاشیہ نمبر ٢

می ٹپك گیا . اگر آپکی اقبال کی تایید نہوتی، تو دلی تك میرا زندہ پہنچنا محال تھا . جاڑا، مینہ، قبض و انقباض، فقدان جوع، فاقہ ھای متواتر، منزلھای نامانوس، ھاپوڑ تك آفتاب کا نظر نہ آنا، شب و روز ھوای زمہریر کا جانگزا رھنا . باری ھاپوڑ می چلکر نیر اعظم کی صورت دکھائی دی. دھوپ کھاتا ھوا دلی پہنچا . ایك ھفتہ کوفتۂ و رنجور رھا . اب ویسا پیر و ناتوان ھون جیسا کہ اس سفر می پہلی تھا . خدا وہ دن کری کہ پھر اوس در پر پہنچون !» (۱)

میرزا صاحب لٹگئی

اس سفر مین میرزا صاحب کی تکالیف اس حد کو پہنچگئی تھین کہ وہ اسکو تاراجیِ حسنِ فکر سے تعبیر کرتے تھے . مرزا شمشاد علی بیگ رضوان کو لکھتے ھین :

« رامپور کی سفر مین تاب و طاقت، حسن فکر، لطف طبیعت، یہ سب اسباب لٹگیا . » (۲)

سفر رامپور کا رہ آورد

ان جسمانی اذیتون نے میرزا صاحب کی صحت پر بہت برا اثر کیا، اور انھین رعشہ و ضعفِ بصر کی شکایت زیادہ ھوگئی . ۱۲ مئی سنہ ٦٦ ع کو مولوی حبیب اللہ خان ذکا کو تحریر فرماتے ھین :

« تمکو میری خبر بھی ھی . آگی ناتوان تھا . اب نیمجان ھون . آگی بھرا تھا . اب اندھا ھوا چاھتا ھون . رامپور کی سفر کا رہ آورد ھی رعشہ و ضعف بصر . جھان چار سطرین لکھین، انگلیان ٹیڑھی ھوگئین . حرف سوجھنی می رھگئی . » (۳)

وقت و تاریخ ورود دھلی

عناصر کی ان بیرخائیون کا مقابلہ کرتے ھوے میرزا صاحب ۸ جنوری سنہ ۱۸٦٦ ع کو دو شنبہ کے دن گیارا بجے دلی پہنچے . مرزا تفتہ کو ورود کی اطلاع دیتے ھوے تحریر کرتے ھین :

« لو صاحب ! کھچڑی کھائی دن بہلائی . کپڑی پھاڑی گھر کو آئی . ۸ جنوری ماہ و سال حال دوشنبہ کی دن غضب الٰھی کیطرح اپنی گھر پر نازل ھوا . تمھارا خط مضامین درد ناك می بھرا ھوا رامپور مین مین نی پایا . جواب لکھنی کی فرصت نہ ملی . بعد روانگی کی مرادآباد مین پہنچکر بیمار ھوگیا . پانچ دن صدر الصدور صاحب کی ھان پڑا رھا . اونھون نی بیمارداری اور غمخواری بہت کی . » (٤)

حکیم احمد حسن مودودی کو لکھا ھے :

---

(۱) مکاتیب، ص ٦۸ (۲) اردوی معلی، ص ۳۲۱ (۳) ایضاً، ص ۳۷ (٤) ایضاً، ص ۱۰۸

«هشتم جنوری کو دلی پہنچا. عرض راه مین بیمار ہوا. پانچ دن مرادآباد مین صاحب فراش رها. اب جیسا فرسوده روان ناتوان تھا ویسا هون.» (۱)

خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے هین:

«بندهٔ گناهگار شرمسار عرض کرتا هو، که پرسون غازی‌آباد کا اوٹھا ہوا گیاره بجے اپنے گھر پر مثل بلای ناگہانی نازل ہوا هون.

باید که کنم هزار نفرین بر خویش * اما بزبان جادهٔ راه وطن» (۲)

مولوی عبد الرزاق شاکر کو لکھا هے:

قبله! یه تو آپ کو معلوم هوگیا هوگا که ۸ جنوری کو فقیر دلی پہنچا، تھکا مانده خستهٔ و رنجور. هنوز افاقت کلی نہین پائی.» (۳)

یہی تاریخ نواب خلد آشیان کو بھی لکھی هے. فرماتے هین:

«دوشنبه ۲۰ شعبان ۱۲۸۲، ۸ جنوری ۱۸۶۶ در غمکده پر پہنچا. حضور کی اقبال کی تایید تھی. ورنه مین اور جیتا دلی پہنچتا.» (٤)

دلی سی باهر رهنی کی کل مدت

میرزا صاحب ۷ اکتوبر سنه ٦٥ ع کو دلی سے روانا هوے اور ۸ جنوری سنه ٦٦ ع کو دلی واپس پہنچے. اس حساب سے انکی دلی سے باهر رهنے کی کل مدت تین ماه هے.

ارسال هدایا

میرزا صاحب اور دربارِ رامپور کے درمیان حسبِ ضابطهٔ مودت و خلوص تحفے اور هدیات کی آمد و شد کا سلسله بھی پایا جاتا هے. سرکاری تحفون مین رامپور کے آم هوتے تھے، جو طبعاً مرغوب هونے کیوجه سے میرزا صاحب کو انگریزی خلعت اور سرکاری عطیات سے کم نه معلوم هوتے هونگے. ۱۷ جون سنه ٦۲ ع کو میرزا صاحب نے میان داد خان سیاح کو لکھا هے:

«رامپور سی نوابصاحب اپنی باغ کی آمون مین سی اکثر بسبیل ارمغان بھیجتی رهتی هین.» (۵)

جولائی سنه ٦٤ ع مین سرکار نے دو سو آم بھیجے تھے. میرزا صاحب

(۱) اردوی معلی، ص ۲٤۳ (۲) ایضاً، ص ۲۷۹ (۳) عود، ص ۱٦۲
(٤) مکاتیب، ص ٦۷ (۵) اردوی معلی، ص ۲۹

۵ جولائی کو اس عنایت کی رسید مین لکھتے ھین:

« نوازشنامہ اور اوسکی ساتھ دو بہنگیان دو سو آمون کی پہنچین۔

« شکر نعمتہای تو چندان کہ نعمتہای تو » (۱)

وقتاً فوقتاً میرزا صاحب بھی پھل بھیجا کرتے تھے۔ ایکبار انھون نے رنگترے ارسال کیئے، تو اسکی رسید مین ۲ جون سنہ ٦١ع مطابق ۲۲ ذیقعدہ سنہ ۷۷ ھ کو نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا، کہ دمریزی رنگترے موصول ھوئے۔ شکریہ قبول فرمائیے۔

فرمایشین

اس کے علاوہ کبھی کبھی دونون طرف سے بعض چیزون کی فرمایش بھی ھوجاتی تھی۔ سنہ ٦٤ع مین نواب فردوس مکان نے چوب چینی کی فرمایش کی۔ میرزا صاحب نے بڑی کوشش سے پانچ سیر « رنگین و سنگین و بےگرہ یا کم گرہ قطعاتِ چوب چینی » مہیا کرکے سرکاری کہار کے ھاتھ روانا کیئے، اور از راہِ معذرت لکھا:

« دلی اب شہر نہین۔ چھاونی ھو۔ کنپ ھو۔ نہ قلعہ نہ شہر کی امرا، نہ اطراف شہر کی روسا۔» (۲)

رامپور کے دوسرے سفر مین نواب ضیاءالدین خان بہادر نیر کیلئے میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان سے ایک بانس کی غلیل مانگی تھی۔ سرکار نے حکم دیا کہ توشہ خانۂ خاص سے عطا کردیجائے۔ میرزا صاحب رامپور سے ۷ شعبان سنہ ۸۲ ھ مطابق ۲٦ دسمبر ٦٥ ع کو علائی کے خط مین لکھتے ھین:

« مجھ سی ھندی کی چندی سن۔ ایک غلیل حضور نی دینی کی ھی۔» (۳)

بعد ازان اسی غلیل کے متعلق ۲۵ شعبان مطابق ۱۳ جنوری سنہ ٦٦ ع کو لکھا ھے:

«اب چلنی سی ایک ہفتہ پہلی تم نی غلیل مانگی۔ بھائی کیا بتاؤن، کہ کتنی جستجو کی۔ کہین بہم نہ پہنچی۔ دس روپیہ تک مول کو نہ ملی۔ نوابصاحب سی مانگی۔ توشہ خانہ مین بھی نہ تھی۔» (٤)

۱۱ جولائی سنہ ٦١ ع مطابق غرۂ محرم سنہ ۷۸ ھ کو میرزا صاحب نے آمون کی فرمایش کی تھی۔ اس کے جواب مین نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا:

(۱) مکاتیب، ص ۳۹ (۲) ایضاً، ص ٤۳ (۳) اردوی معلی، ص ۳۹٦ (٤) ایضاً، ص ٤۱۵

« در بارہ ترسیل انبہ‌ھای کی ، کہ زیب ترقیم فرمایا ھو ، حال یہ ھو کہ امسال بہار انبہ کی باغات اس سرکار مین بہت قلیل اور کم رھی ۔ اور علاوہ اسکی عجب کیفیت اون مین پیدا ھوئی کہ قابل رکھنی دو چار دن کی نہ تھی ۔ یعنی در صورت رکھنی کی خراب اور بوسیدہ ھو جاتی تھی ۔ اس سبب سی بھیجنا انبہ‌ھای کا متصور نہوا ۔ ظہورا اس امر کا بعالم مجبوری تصور فرمائیے ۔ »

دیگر خدمات

میرزا صاحب سرکار کی دیگر خدمات بجا لانے کیلئے بھی ھر وقت تیار رھتے ۔ ۱۰ ربیع الاول سنہ ۸۱ ھ مطابق ۱٤ اگست سنہ ٦٤ ع کو نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا :

« درینولا شب سہای ساھو رھنیوالی رامپور کی بغرض علاج چشم دھلی گئی ھین ۔ آپ اطبای دھلی کو دکھا کر علاج کرادین ۔ یہ متوسل اس سرکار کی ھین ۔ »

میرزا صاحب نے ساھو صاحب کا دلی مین بخوبی علاج کرادیا ۔

جولائی سنہ ٦٧ ع مین نواب خلد آشیان نے مرزا رحیم الدین بہادر حیا سے لکھوایا کہ دلی کے فاضل شطرنج باز کو رامپور روانا کردیجیے ۔ میرزا صاحب نے اوسکو خرچ دیکر روانہ کیا اور اطلاعاً نواب صاحب کی خدمت مین لکھا :

« بموجب تحریر میرزا رحیم الدین بہادر حیا کی فاضل شطرنج باز کو خرچ دیکر روانہ کیا ۔ » (۱)

سرکار کا طریق خطاب

سرکاری فرامین مین میرزا صاحب کو مساویانہ مخاطب کیا جاتا تھا ۔ چنانچہ القاب ، آداب اور خاتمہ ، ھرجگہ مساوات و محبت کا لحاظ پایا جاتا ، اور علی العموم فرمان کا انداز یہ ھوتا ھے :

« نوابصاحب مشفق مہربان کرمفرمای مخلصان سلمہ اللہ تعالی ۔ بعد اشتیاق مواصلات موفور المسرت کہ متجاوز التحریر ھی مشہود ضمیر مودت تخمیر کی ھو .... زیادہ جمعیت و نشاط ھو ۔ »

اثنایِ مطالب مین جہان میرزا صاحب کے خط کا حوالہ آیا ھے وھان اونکے مکتوب کو « سامی صحیفۂ لطف آگین » یا « نمیقۂ انیقۂ بلاغت مشحون » یا دیگر تعظیمی الفاظ سے تعبیر کیا گیا ھے ۔ اسیطرح ھرجگہ لفظ « مشفقا » سے

(۱) مکاتیب ، ص ۹۵

تخاطب نظر آتا ھے۔ ان رواسم و آداب سے اندازہ ھوسکتا ھے، کہ سرکارِ رامپور سے میرزا صاحب کے تعلقات کی نوعیت کیا تھی۔

میرزا صاحب کا طریق خطاب

خود میرزا صاحب کے عرایض کے القاب، آداب اور خاتمہ بھی اس پر شاھد ھین کہ اس رشتہ کی بنا احسان وعنایت سے زیادہ محبت و خلوص پر تھی۔ چنانچہ میرزا صاحب نے تقریباً تمام عرایض مین «ولیِ نعمت» سے مخاطب کیا ھے، اور «بعدِ تسلیم معروض ھے» سے اظہار مطلب شروع کرکے «زیادہ حدِ ادب» پر عریضہ کو ختم کردیا ھے۔ خاتمہ مین صرف دو دعائیہ شعر پائے جاتے ھین، جن مین سے کبھی ایک کبھی دوسرا خط کی زینت بڑھاتا رھتا تھا۔ یہ بھی بناوٹ اور تصنع سے دوری و نفرت پر دلالت کرتا ھے۔

میرزا صاحب کے رامپوری شاگرد

میرزا صاحب کے خطوط مین رامپور کے صرف ایک ایسے بزرگ کا ذکر آیا ھے، جو اون سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ یہ صاحبزادہ سید عباس علیخان بہادر ابن نواب سید عبد العلیخان بہادر، نواب فردوس مکان کے حقیقی چچازاد اور نسبتی بھائی، اور نواب خلد آشیان کے حقیقی ماموں تھے۔ بیتاب تخلص کرتے اور میرزا صاحب سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ میرزا صاحب نے میان داد خان سیاح کو ۲۳ اپریل سنہ ۱۸٦۷ع کو لکھا ھے:

«مین اب محض نکما ھوگیا۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ پچاس جگہ سے اشعار واسطے اصلاح کے آئے ھوے بکس مین دھرے ھین۔ ازانجملہ تین صاحبون کے نام تمکو لکھتا ھون۔ سر ابراھیم علیخانصاحب، میر عالم علیخانصاحب، نواب عباس علیخان رئیس حال رامپور کے حقیقی ماموں۔» (۱)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۳

انشای غالب

میرزا صاحب کے عہد تك ہندوستان کا تعلیم یافتہ طبقہ فارسی زبان مین اظہارِ خیالات پسند کرتا ، اور دیسی زبان کا پایہ اپنے مرتبہ سے فروتر جانتا تھا . عرصۂ دراز تك میرزا صاحب بھی اسی روشِ عام کے دلدادہ رہے . لیکن رفتہ رفتہ انکی فارسی خط وکتابت کی جگہ اردو نے حاصل کرنی شروع کردی ، جو آخرِ عمر تك پہنچکر انکے اظہارِ خیالات کا واحد ذریعہ ہوگئی .

اردو انشا کا آغاز اور خواجہ حالی کی رای

اردو مراسلت کی ابتدا کے متعلق میرزا صاحب کا کوئی تصریحی بیان موجود نہین . البتہ خواجہ حالی مرحوم تحریر فرماتے ہین :

« معلوم ہوتا ہی کہ مرزا سنہ ۱۸۵۰ ع تك ہمیشہ فارسی مین خط کتابت کرتی تھی . مگر سنہ مذکور مین ، جبکہ وہ تاریخ نویسی کی خدمت پر مامور کئی گئی ، اور ہمہ تن مہرنیمروز کی لکھنی مین مصروف ہوگئی ، اسوقت بضرورت انکو اردو مین خط کتابت کرنی پڑی ہوگی . وہ فارسی نثرین اور اکثر فارسی خطوط ، جن مین قوت متخیلہ کا عمل اور شاعری کا عنصر نظم سی بھی کسیقدر غالب معلوم ہوتا ہی ، نہایت کاوش سی لکھتی تھی . پس جب انکی ہمت مہرنیمروز کی ترتیب و انشا مین مصروف تھی ضرور ہی کہ اسوقت اونکو فارسی زبان مین خط کتابت کرنی اور وہ بھی اپنی طرز خاص مین شاق معلوم ہونی ہوگی . اسائ قیاس چاہتا ہی کہ انہون نی غالباً سنہ ۵۰ ع کی بعد سی اردو زبان مین خط لکھنی شروع کئ ہین . » (۱)

مہر صاحب کا اختلاف

مولانا غلام رسول مہر کو خواجہ صاحب کی رائے سے اختلاف ہے . اونکے نزدیك میرزا صاحب کی اردو مراسلت سنہ ۱۸۵۰ ع سے قبل شروع ہوچکی تھی . لیکن وہ اسلئے ضایع ہوگئی کہ اوسوقت کے اہل علم اردو کو اہمیت نہین دیتے تھے . مولانا کے وجوہِ اختلاف حسب ذیل ہین :

---

(۱) یادگار غالب ، ص ۱۷٤

« . . . اول مہر نیمروز کوئی بڑی کتاب نہین جسکی ترتیب مین غالب کی اوقات کا بیشتر حصہ صرف ہوتا ہوگا . یہ کتاب انھون نی کم و بیش پانچ برس مین مرتب کی ، موجودہ مطبوعہ صورت مین اسکی ۱۱۸ صفحی ہین . اس سی ظاہر ہی کہ باعتبار اوسط وہ سال بھر مین زیادہ سی زیادہ پچیس صفحات لکھتی رھی ، اور یہ غالب جیسی قادر الکلام اور مشاق نثر نگار کیلئی کوئی بہت بڑا کام نہین ھی ، جسکی تکمیل کی خاطر انھین فارسی خط و کتابت ترک کرنی پڑی ہو .

دوسری خط وکتابت مین انکا عام انداز پیچیدہ اور الجھا ہوا نہ تھا . بلکہ جوکچھ لکھتی تھی عموما بلا تکلف لکھتی تھی . اردو خطوط کیطرح فارسی خطوط مین بھی تکلفات سی آزادگی ھر مقام پر ظاہر ھی . انھون نی « پنج آھنگ » کی آغاز مین نثر نگاری کی جو خصایص بیان کئی ھین ان سی ظاہر ھی کہ وہ ابتدا ھی سی صحیح راستہ پر گامزن تھی . اور یہ نہین کہا جاسکتا کہ ھر فارسی خط کی لفظ لفظ پر گھنٹون مصروف فکر رھتی تھی .

تیسری انکی فارسی مکاتیب مین ایك خط منشی جواھر سنگھ جوھر کی نام ھی ، جس مین مرکیائی لنگی کی فرمایش کی ھی . اس خط کی آخر مین مطبوعہ « پنج آھنگ » مین یکم دسمبر سنہ ۱۸۴۸ع مطابق چھارم محرم سنہ ۱۲۵۱ ھ ثبت ھی . ھجری اور عیسوی تاریخ مین مطابقت نہین ھوتی . جس سی ظاہر ھوتا ھی کہ کم از کم ایك تاریخ ضرور غلط ھی . اگر تاریخ ھجری کو سنہ ۱۲۵۱ ھ کی بجائی سنہ ۱۲۶۱ ھ رکھا جائی تو عیسوی تاریخ سنہ ۱۸۴۵ع ھونی چاھئی . میرا خیال ھی کہ یہی صحیح ھی . ان کی اردوی معلی کی ایك خط مین بھی منشی جواھر سنگھ سی لنگی کا تقاضا موجود ھی . وہ فرماتی ھین : « کیون صاحب وہ ھماری لنگی ابتك کیون نہین آئی . بہت دن ھوی جب تم نی لکھا تھا کہ اسی ھفتی بھیجونگا » . یہ دونون خط لازماً ایك دوسری سی قریب کی زمانی مین لکھی گئی ھونگی . میرا خیال یہی ھی کہ غالب سنہ ۱۸۵۰ ع سی قبل اردو خط و کتابت شروع کرچکی تھی . لیکن چونکہ اس زمانی مین اردو نثر کو اھل علم زیادہ بلند پایہ نہین دیتی تھی . اسلئی وہ خط محفوظ نرہ سکی . لیکن جیسی جیسی اردو کا رواج بڑھتا گیا اور فارسی کا رواج کم ھونا گیا غالب کی خط و کتابت فارسی کی بجائی اردو مین زیادہ ھوتی گئی . » (۱)

وجوہ مین کلام

میری ناقص رائے مین مولانا مہر کے وجوہِ اختلاف مین کلام کی گنجایش موجود ھے . اونکی پہلی دلیل کے متعلق یہ عرض ھے کہ میرزا صاحب کے زمانہ تك جس قسم کی فارسی زبان ایران و ھندوستان مین مروج تھی ، اوسکی بہترین مثالین ابو الفضل ، ظھوری ، جلالای طباطبائی ، میرزا طاھرِ وحید وغیرہ اھلِ قلم کی تصنیفات ھین . یہ سب بزرگ اپنےکلام کی زینت و شکوہ

(۱) غالب مصنفۂ مہر ، ص ۳۰۷

کیلئے عربی الفاظ بکثرت استعمال کرتے تھے. ان الفاظ نے رفتہ رفتہ اصطلاحی حیثیت اختیار کرلی تھی، اور تقریباً ہر فارسی نویس، خواہ اوسکی ادبی حیثیت و استعداد معمولی ہی ہوتی، اپنی روزمرہ کی تحریرون مین ان وزنی الفاظ کو کھپانے کا عادی ہوگیا تھا. اسکے علاوہ مخصوص استعارے اور تشبیہین بھی رواجِ عام حاصل کرچکی تھین. چنانچہ ابوالفضل کے بعد سے میرزا صاحب کے وقت تك مختلف اصحاب کی ادبی اور تاریخی تالیفات دیکھنے سے صاف نظر آتا ہے کہ اظہارِ مطالب مین ہر پچھلے فارسی نویس نے اپنے پیشرو کے نشانہائے قدم پر قدم رکھنے کی پوری کوشش کی ہے، اور تقریباً سب نے ایك مضمون کو ایك ہی انداز مین لکھا ہے.

میرزا صاحب کو قدرت نے اُپچ والی طبیعت عطا کی تھی. وہ فطرتاً روشِ عام کو ناپسند کرتے تھے، اور چاہتے تھے کہ اپنی انفرادیت کو میدانِ ادب مین بھی نمایان رکھین. اونکی اس فطری اُپچ اور انفرادیت کی کوشش کا اثر نثرِ فارسی پر بھی پڑا، اور وہ طرزِ ادایِ مطالب اور انتخابِ الفاظ دونون مین ابوالفضل وغیرہ ادیبون کی نثر سے ممتاز ہوگئی.

چونکہ میرزا صاحب نے قدیم شاہراہ سے ہٹکر ایك نئی روش اختیار کی تھی، اسلئے اونہین قدم قدم پر وہ تمام مشکلات پیش آتی ہونگی، جو پرانی طرز کے تارك اور نئے انداز کے موجد کو پیش آیا کرتی ہین. اور چونکہ میرزا صاحب رسمِ عام کے برخلاف عربی الفاظ کے استعمال سے بھی حتی المقدور احتراز کیا کرتے تھے، حتی کہ اونکی اکثر تحریرون سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کاتب نے ایك پیش پا اوفتادہ عربی لفظ ترك کرکے بالقصد فارسی نژاد لفظ استعمال کیا ہے، پس کسطرح باور کیا جاسکتا ہے کہ قطعِ نظر اور تمام تحریرون سے خود «مہرِ نیمروز» کی تالیف مین بھی میرزا صاحب نے کافی غور و خوض کی ضرورت محسوس نہ کی ہوگی. خصوصاً جبکہ «مہرِ نیمروز» اکبر نامہ

کے مقابلہ مین لکھی جا رہی تھی اور انھین ایک مسلم الثبوت استاد سے بازی لیجانا منظور تھا۔

ان دشواریون کی تصدیق خود میرزا صاحب کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ انھون نے «مہرِ نیمروز» کے دیباچہ مین لکھا ہے کہ مین نے اپنی عمر کا گزشتہ حصہ بادہ خواری و نظم نگاری مین بسر کیا تھا۔ اگر کبھی ضرورتاً نثر نگاری کا اتفاق ہوا تو نثر کو نظم ھی کے مستانہ انداز مین لکھا۔ بنابرین سلاطینِ تیموریہ کی تاریخ جس اندازِ نگارش کی مقتضی ہے اس ابتلا و پریشانی کے زمانہ مین، کہ دل افسردہ اور تن خستہ ہے اور یہ حال ہے کہ

«نگارش اگر ہمہ یک صفحہ بیش نبود، پیش ازانکہ انجام گزینىد و بہم پیچیدن ورق را هنگام آید انامل بہم پیچد، و کلک از بنان فرود افتد.» (۱)

مجھ سے اسکا انصرام ممکن نہین۔ لھذا یہ کسطرح مناسب ہوگا کہ روزگار یہ فیصلہ کرلے کہ

«در فسانہ سرائی آوازۂ ساز مرا اندازہ و اندازۂ انداز مرا آزمودن برگیرد.» (۱)

بہر حال مین

«از کار فرمائی این نگارش سپاس پزیرم، کہ بپرداختن این نمط، کہ خود را چون سایہ با زمین هموار ساختہ ام تا پرداختہ ام، و بہ انگیختن این نقش کہ چشم و دل و نگاہ و نفس باهم آمیختہ ام، تا انگیختہ ام، دست از کارهای دگر کوتاہ است و دل از اندیشہهای دگر برکنار.» (۲)

میرزا صاحب کی اس تصریح کے بعد کہ «مین نے اس روش کے نباھنے مین اپنے آپکو سایہ کیطرح زمین پر بچھا دیا تھا، اور اس نقش کی درستگی مین چشم ودل و نگاہ و نفس سب کو لگادیا تھا، تب اسکے سرانجام سے عہدہ برآ ہوا ہون» اس خیال کی گنجایش باقی نہین رہتی کہ «یہ غالب جیسے قادر الکلام اور مشاق نثرنگار کیلئے کوئی بہت بڑا کام نہین ہے.»

اب یہ مسئلہ باقی رھجاتا ہے کہ کیا میرزا صاحب نے ۲۵ صفحے فی سال کے

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۷۳ (۲) ایضاً، ص ۲۷٤

حساب سے «مہرِ نیمروز» کی تالیف پر صرف کئے. واقعات اسکے خلاف هین.
«پنج آهنگ» مین منشی جواهر سنگھ جوهر کے نام ایك خط درج هے جو ۱۱ جون
سنه ۱۸۵۲ع کو لکھا گیا تھا. اس مین میرزا صاحب نے «مہرِ نیمروز» کے
مسوده کا ذکر کیا هے. فرماتے هین:

«مسودۂ روزنامۂ روداد اورنگ نشینان چغتائیه بدست هیرا سنگھ روان داشته ایم و هنوز از رسیدنش نشان نیافته ایم. اگر رسیده است بنویسند. ورنه از هیرا سنگھ باز پرس کنند.» (۱)

اس خط سے واضح هے که میرزا صاحب نے سنه ۱۸۵۰ع مین «مہرِ نیمروز»
شروع کرکے ۱۱ جون سنه ۵۲ع سے قبل تمام کرلی تھی. اسکے بعد کا زمانه،
جو تقریباً دو برس یا اس سے کچھ زائد هے، نظرِ ثانی مین گزرا، اور جب
میرزا صاحب نے اپنے احباب کو کتاب دکھا کر داد لیلی تب بادشاه کے حضور مین
اوسے پیش کیا. اس صورت مین ۲۵ صفحه فی سال کے بجائے ۵۹ صفحات فی
سال یا ۵ صفحے فی ماه هوتے هین، جو اور زیاده هو جائینگے، اگر صحیح
علم هوجائے که میرزا صاحب نے ۱۱ جون سنه ۵۲ع سے کتنا عرصه پہلے کتاب
ختم کردی تھی.

مولانا کی دوسری وجه کے بارے مین یه گزارش هے که «پنج آهنگ» کے
دیباچه مین میرزا صاحب نے جس روش کے خلاف صدایِ احتجاج بلند کی
هے، وه انشایِ خلیفه، انشایِ مادهورام، اور انشایِ هرکرن جیسی هندیانه
کتابون سے ملك مین رواج پزیر هوکر اس درجه مقبولِ خاص و عام خیال
کیجانے لگی تھی، که اوسکے خلاف قدم اوٹھانا معاشرتی و علمی گناه تسلیم
کیا جاتا تھا. میرزا صاحب اسکے طبعی مخالف تھے اسلئے اونهون نے
«پنج آهنگ» کے دیباچه مین، جو در اصل مبتدیون کیلئے تالیف کیگئی تھی،
یه مشوره دینا مناسب خیال کیا که

«این پارسی آمیخته بتازی را در کشاکش تصرفات هندی زبانان پارسی نویس ضایع نگزارد.

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۵۰. مسٹر محمد اکرام نی غالب نامه، ص ۱۱٤ مین اس خط کو مولوی رجب علیخان کی نام لکھدیا هی. حالانکه مولویصاحب کا نام صرف خط ماقبل کی آخر مین آیا هو.

و لغات عربی جز بقدر بایست صرف ننماید . و پیوسته درآن کوشد که سادگی و نغزی شعار او گردد . » (۱)

اس کا یہ مطلب کسیطرح نہین قرار دیا جاسکتا کہ خود اونکی اپنی انشا بھی تکلفات سے آزاد ھے . کیونکہ اگر القاب و آداب اور دیگر الفاظِ عربی سے قطعِ نظر کرکے دیکھا جائے تو اونکی انشا ادایِ مطلب مین سراسر تکلف سے پُر اور عام انداز سے اسقدر علیحدہ ھے ، کہ تا وقتیکہ نگاہ و فکر اوس سے اخذِ مطلب کے عادی نہوجائین ، انسان سہولت کیساتھ مطلب تک نہین پہنچ سکتا . اسی سبب سے میرزا صاحب کے پہلے عریضہ کے جواب مین نواب فردوس مکان جیسے ادیب کو یہ لکھنا پڑا تھا کہ

« مخلص را لیل و نہار متمنی اخبار تصور فرمودہ اکثر بایصال نمایق انایق خیریت وثایق بعبارت سلیس کہ در خواندنش تاملی بوقوع نیاید مسرور و مطمئن میفرمودہ باشند . » (۲)

علاوہ ازین خود میرزا صاحب اسکے معترف ھین کہ ایامِ پیری مین اون سے اپنی روشِ خاص نہین نبھ سکی . چنانچہ مولوی عبدالرزّاق شاکر کو فارسی خط کی فرمایش کے جواب مین لکھتے ھین :

« بندہ نواز ! زبان فارسی مین خطون کا لکھنا پہلی سی متروک ھی . پیرانہ سری و ضعف کی صدمون سی محنت پژوھی و جگر کاوی کی قوت مجھ مین نہین رھی . حرارت غریزی کو زوال ھی اور یہ حال ھی ،

مضمحل ہوگئی قوی غالب * وہ عناصر مین اعتدال کہان

کچھ آپ ھی کی تخصیص نہین . سب دوستون کو جن سی کتابت رھتی ھو اردو ھی مین نیازنامہ لکھا کرتا ھون . جن جن صاحبون کی خدمت مین آگی مین نی فارسی زبان مین خطوط و مکاتیب لکھی اور بھیجی تھی ، اون مین سی جو صاحب الی الآن ذیحیات و موجود ھین اون سی بھی عندالضرورت اسی زبان مروج مین مکاتبت و مراسلت کا اتفاق ھوا کرتا ھی . ... پس امیدوار ھون کہ آپ انھین نذور محقرہ یعنی تحریرات روزمرۂ اردوی سادہ و سرسری کو غنیمت جانکر قبول فرماتی رھین . » (۳)

اس خط مین میرزا صاحب نے فارسی مراسلت ترک کرنے کی وجہ یہ قرار دی ھے کہ

---

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ۵ (۲) مکاتیب غالب ، ص ٤ ، حاشیہ نمبر ۱ (۳) اردوی معلی ، ص ۲۱۵ و عود ھندی ، ص ۱۵٦

« پیرانہ سری و ضعف کے صدمون سے محنت پژوھی و جگر کاوی کی قوت مجھ مین نہین رھی . »

اسکے بعد شاکر صاحب کو یہ بھی اطمینان دلایا ھے کہ جن اصحاب سے پہلے فارسی مین خط وکتابت رھا کرتی تھی اونھین بھی اب اردو ھی مین خط لکھا کرتا ھون. اس صورت مین مولانا حالی کا یہ خیال کہ « مہرِ نیمروز کی تالیف کے زمانہ مین اردو مراسلت شروع کی » بعید از وقوع نہین معلوم ھوتا. اسلئے کہ جب میرزا صاحب معمولی فارسی مکاتبت مین اسدرجہ جگر کاوی سے کام لیا کرتے تھے کہ ایام پیری مین، جبکہ اونکی مشقِ پارسی نگاری پختہ ھو چکی تھی، اس بار کے اوٹھانے کیلئے آمادہ نہین تھے، تو « مہرِ نیمروز » کی تالیف کے زمانہ مین دو بوجھ کسطرح اوٹھاتے.

مولانا مہر کی تیسری وجہ مین صرف اسقدر کلام ھے کہ میرزا صاحب کے فارسی مکاتیب بنام جواھرسنگھ مین سے ایك خط یقینی سنہ ۵۰ ع سے بعد کا ھے. دوسرا بھی، جس مین میرزا صاحب نے لکھا ھے کہ بادشاہ کی علالت کیوجہ سے قصیدۂ تہنیتِ عید پیش کرنیکا موقع نہ ملا، سنہ ۵۰ ع کے بعد کا معلوم ھوتا ھے. اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے بادشاہ کی بیماری کے سلسلہ مین لکھا ھے:

« تا دیگر چہ رو نماید، و بر من، کہ در سایۂ دیوارش غنودہ ام، چہ رود. » (۱)

ظاھر ھے کہ یہ الفاظ اوسی وقت زیادہ بھلے نظر آتے ھین جب میرزا صاحب کے قلعہ سے تعلقات صرف دوستانہ نہون، ملازمت کا سلسلہ بھی قائم ھوچکا ھو.

اب تیسرا خط رھتا ھے. مولانا مہر کے خیال مین اس خط کی تاریخہای عیسوی و ھجری دونون غلط ھین. صحیح تاریخ یکم دسمبر سنہ ۱۸۴۵ ع مطابق ۴ محرم سنہ ۱۲۶۱ ھ ھونی چاھیے. میری ناقص رای مین مولانا کا یہ خیال درست ھے کہ ھجری اور عیسوی سنین مین تطابق نہین. مگر یہ نادرست ھے کہ دونون سنہ غلط ھین. اسلئے کہ میرزا صاحب نے دونون سنون کیساتھ

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۵۱

تاریخین بھی لکھی ھین. کتاب تشریح السنین سے معلوم ھوتا ھے کہ ۳۱ دسمبر سنہ ۱۸٤٥ ع کو یکم محرم سنہ ۱۲٦۲ ھ تھے. اس حساب سے یکم دسمبر سنہ ٤٥ ع کو یکم محرم سنہ ٦١ ھ نہین ھوسکتے. اسی کتاب سے یہ بھی معلوم ھوتا ھے کہ ٤ محرم سنہ ۱۲٦٥ ھ یکم دسمبر سنہ ۱۸٤۸ ع کے مطابق تھی. لہذا ھمین میرزا صاحب کی عیسوی تاریخ و سنہ کو درست ماننا پڑیگا. اور ھجری تاریخ و ماہ بھی صحیح ھونگے. صرف ھجری سنہ کو غلط تسلیم کر لینگے. یعنی سنہ ٥١ ھ کے بجای ٦٥ ھ صحیح سنہ ھوگا.

اور جب یہ ثابت ھوچکا کہ میرزا صاحب کا وہ فارسی خط، جس مین لنگی کا ذکر آیا ھے، دسمبر سنہ ٤٨ ع کا مکتوبہ تھا، اور یہ بھی خود میرزا صاحب نے اپنے اردو خط مین لکھا ھے کہ «بہت دن ھوے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ھفتہ مین بھیجونگا»[1] تو پھر کوئی محالِ عقلی لازم نہین آتا اگر آپ یہ تسلیم کرلین کہ میرزا صاحب نے سنہ ٥٠ ع مین یہ اردو خط لکھا تھا. اسلئے کہ ان دونون خطون کے درمیان صرف ایك سال کا فصل ھے. اور فقرۂ «بہت دن ھوئے» ایك یا ڈیڑھ سال کے وعدہ کے متعلق بسہولت استعمال کیا جاسکتا ھے.

میرزا صاحب کا بیان

اگرچہ اردو مراسلت کے آغاز کے متعلق میرزا صاحب کا کوئی قطعی بیان ھمارے پاس موجود نہین ؛ لیکن «پنج آھنگ» کے خاتمہ مین فارسی مراسلت بالکل ترك کرکے صرف اردو مین خط و کتابت کرنیکی تاریخ خود اونھین نے بیان کی ھے. فرماتے ھین :

«یزدان داند، ومدعیان دانش را توفیق دانستن دھد تا دانند، کہ خامۂ غالب سیہ نامہ مسلك دشوار گزار پارسی آمیختہ بتازی را بکدام دلاویز رفتار پیمودہ است. درین شصت وھشت سالہ زندگی کہ جزو در بازی وکل در سخن طرازی گزشت و بسا گزین روشہا در نثر نظرفروز آمد از دو سال در بند آن بودم کہ ... دیگر در خامہ فرسائی انداز خود نمائی فرو ھلم ... پنجاہ سالہ نی پی برگ را

(۱) اردوی معلی، ص ۲٥٦
ع — مکاتیب غالب

به هنجار اورامه سرایان پارس به نوا داشته ام . اکنون آن روش فروگزاشته ام . سپس ما فی الضمیر را ، که بر یاران نزدیك و دور عرضه باید داد ، در زبان اردوی و آن هم سرسری و از تکلف بری رقم خواهم کرد ، تا زندگی آسان گردد . » (۱)

یه خاتمہ سنه ۱۲۸۰ ھ (۱۸۶۳ع) مین لکھا گیا تھا ، جبکه میرزا صاحب کی عمر ٦٨ سال کی تھی . اس ٦٨ ساله زندگی مین سے ١٦ سال کھیل کود مین گزار کر ۱۲۲۸ ھ (۱۸۱۳ ع) سے ادبی زندگی کا آغاز کیا تھا ، اور تقریباً ۵۰ سال فارسی نظم و نثر لکھتے رهے تھے . لیکن سنه ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۳ع) سے دو سال قبل سنه ۷۸ ھ (٦١ع) مین یه عزم کیا تھا که اب فارسیِ آمیخته و نا آمیخته بتازی کو ترك کرکے ساده اردو مین اظهارِ مطالب کرینگے . کیونکه فارسی کیلئے جس فراغِ خاطر و قوتِ دماغ کی ضرورت تھی غلبۂ پیری کے سبب میرزا صاحب اوس سے محروم هوچکے تھے . اردویِ معلی اور عود کے مختلف خطوط سے اسکی تصدیق بھی هوتی هے ، که میرزا صاحب نے سنه ۷۸ ھ (٦١ ع) سے قبل هی فارسی نگاری سے احتراز کرنا شروع کردیا تھا . قاضی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو لکھتے هین :

« فارسی کیا لکھون ؟ یہان ترکی تمام هی . اخوان و احباب یا مقتول یا مفقود الخبر . هزار آدمی کا ماتمدار هون . آپ غمزده اور آپ غمگسار هون . اس سے قطع نظر که تباه اور خراب هون مرنا سر پر کھڑا هی . پا برکاب هون . » (۲)

اس خط مین میرزا صاحب نے اپنی وفات کی تاریخ « غالب مرد » کا بھی تذکره کیا هے ، جس سے ثابت هوتا هے که اسکی تاریخ کتابت سنه ۷۷ ھ (٦٠ ع) سے قبل هے .

مولانا محمد عباس رفعت بھوپالی کو ٤ ربیع الاول سالِ « رستاخیز » (۱۲۷۸ ھ مطابق ۱۸٦۱ ع) کو تحریر کرتے هین :

« از دیر باز به نظم و نثر نمی گرایم . نظم خواهی پارسی و خواهی اردو خوابی ست فراموش . نامه در پارسی نوشتن نیز آئین نمانده . هرچه نوشته می شود یکدست در اردوست . اینك ... مولانا عباس ... از بھوپال فرمان فرستاد که غالب .... نامه در پارسی زبان نویسد . یا رب !

---

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ۲۵٤ (۲) عود هندی ، ص ١٦٥

فرمان چون بجا آورم؟ و در نامه چه نویسم؟ باری نه از توانائی بنان بلکه از اثر روائی آن فرمان جنبش خامه لفظی چند که بخواندن نیرزد بر روی ورق ریخت.» (۱)

ان دونون خطون مین میرزا صاحب نے ترکِ فارسی نگاری کا سبب غلبۂ رنج و غم اور ضعفِ پیری کو قرار دیا ھے. یہی سبب مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام کے مکتوب مین بھی ذکر کرچکے ھین. اب اگر ھم تمام دلائل کو سامنے رکھکر نتیجه نکالنے کی کوشش کرین تو وہ یہ ھوگا که میرزا صاحب ایك ایسے دشوار گزار مسلكِ فارسی نگاری کے موجد تھے، جو اطمینانِ خاطر و توانائیِ دماغ و قلب کا مقتضی تھا. سنه ۱۸۵۰ع (۱۲٦٦ھ) تك یه دونون اسباب میسر رھے اسلئے میرزا صاحب تقریباً اسی زبان مین خامه فرسائی کرتے رھے. لیکن جب سنۂ مذکورہ مین بادشاہِ ظفر نے تاریخ نگاری کی خدمت سپرد کی اور فراغِ خاطر مین کمی ھوگئی، تو میرزا صاحب نے فارسی کیساتھ اردو نثر کو بھی نوازنا شروع کیا. سنه ۱۲۷۱ھ (۱۸۵٤ع) مین ذوق کا انتقال ھوا تو اصلاحِ کلام بھی میرزا صاحب کے سپرد کیگئی، اور یه فرصت سے بالکل محروم ھوگئے، جسکے سبب مسلكِ فارسی کی گامزنی کیلئے اور کم وقت میسر آنے لگا اور اردو کو مزید غلبه حاصل کرنیکا موقع ملا.[۲] سنه ۵۷ع کے بعد ھجومِ مصائب و آلام نے اطمینانِ خاطر کا قطعی خاتمه کردیا. نیز افکار کی زیادتی اور معاشی پریشانی کے سبب رفته رفته امراض مستولی ھوتے گئے. اب اردو نہایت سرعت کیساتھ انکی انشا پر چھانے لگی، تا آنکه سنه ۱۲۷۸ھ (۱۸٦۱ع) مین میرزا صاحب کو عزم کرنا پڑا که آینده فارسی مین نظم و نثر کچھ نه لکھین گے. لیکن اس عہد کی عملی تکمیل سنه ۱۸٦۵ع مین ھوئی.

(۱) انشای نورچشم، ص ۵۱

(۲) میرزا صاحب نے سنه ۵۷ع سے پہلے سید غلام حسنین قدر بلگرامی کو اپنی مصروفیت کا حال لکھا ھے. فرماتے ھین: «رہا جواب کا لکھنا. کاش آپ یہان ھوتے اور میرا حال دیکھتے. ھر روز صبح کو قلعه جانا اور دوپہر کو آنا. بعد کھانا کھانے کے حضرت کے مسودون کا درست کرنا. احباب کے خط لکھنے کی فرصت بہت کم ھاتھ آتی ھے» (اردوی معلی لاھور ایڈیشن ضمیمۂ سرخوش). یه اردو خطوط کے جوابات کے متعلق معذرت ھے. ایسی حالت مین فارسی نگاری کی مہلت ملنے کی امید رکھنا کسطرح قرین صواب ھوسکتا ھے.

ع — الف

چنانچـه آج همارے پاس سنۂ مذکوره کے بعد کی فارسی تحریرین کالمعدوم هین .

مجہپر اردو کی فرمایش

میرزا صاحب اپنے عهد کے ممتاز فارسی ادیب تھے ، اور اکثر اربابِ علم و فضل کیطرح اسی کو سرمایۂ نازش و افتخار خیال کرتے تھے . جب بعض معاصرین نے اپنی اردو شاعری کے بل بوتے پر انکی همسری کا دعوی کیا ، تو انهین اپنے کلامِ اردو کی تمام خوبیون سے قطعِ نظر کرکے میدانِ سخن کے ان یکّه تازون سے کهدینا پڑا :

« فارسی بین، تا به بینی نقشهای رنگ رنگ * بگزر از مجموعۂ اردو که بیرنگ منست
راست میگویم من، واز راست سرنتوان کشید * هرچه در گفتار فخر تست آن ننگ منست » (۱)

میرزا صاحب کا یه خیال نظمِ اردو هی تك محدود نه تها . وه نثرِ اردو کو بهی اپنے پایۂ کمال سے فروتر جانتے تھے . چنانچـه منشی شیونراین اکبرآبادی کے توسط سے هنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب نے نثرِ اردو کی فرمایش کی ، تو میرزا صاحب نے منشی صاحب کو لکھا :

« مگر بهائی تم غور کرو ، اردو مین مین اپنی قلم کا زور کیا صرف کرونگا ، اور اوس عبارت مین معانی نازك کیونکر بهرونگا . » (۲)

انهین کو دوباره لکھا هے :

« جناب ریڈ صاحب صاحبِ کرتی هین . مین اردو مین اپنا کمال کیا ظاهر کرسکتا هون . اوس مین گنجایش عبارت آرائی کی کهان هے . بهت هوگا تو یه هوگا که میرا اردو به نسبت اورون کی اردو کے فصیح هوگا . » (۳)

سه باره پهر انهین کو لکھا هے :

« میان ! اردو کیا لکھون . میرا یه منصب هے که مجہپر اردو کی فرمایش هو . » (٤)

نظم و نثر سهل ممتنع هے

لیکن اسکے باوجود میرزا صاحب یه ضرور جانتے تھے که اونکا کلام ، نظم هو یا نثر ، حسن وخوبی کے اوس درجـه پر پهنچ چکا هے ، جسے علمـایِ

(۱) کلیات نظم فارسی ، ص ۱۳
(۲) اردوی معلی ، ص ۳٦۳
(۳) ایضاً ، ص ۳٦٦
(٤) ایضاً ، ص ۳٦۷

بلاغت « سہلِ ممتنع » کہتے ھین . چنانچہ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کے ایك خط کے جواب مین لکھتے ھین :

« پیر و مرشد ! .... سہل ممتنع اوس نظم و نثر کو کہتی ھین کہ دیکھنے مین آسان نظر آئے اور اوسکا جواب نہوسکے . بالجملہ سہل ممتنع کمال حسن کلام ھی ، اور بلاغت کی نہایت ھی . ممتنع در حقیقت ممتنع النظیر ھی . شیخ سعدی کی بیشتر فقری اس صفت پر مشتمل ھین . اور رشید وطواط وغیرہ شعرای سلف نظم مین اس شیوہ کی رعایت منظور رکھتی ھین . خود ستائی ھوتی ھی . سخن فہم اگر غور کریگا تو فقیر کی نظم و نثر مین سہل ممتنع اکثر پائیگا . » (۱)

جہانتك میرزا صاحب کی نثرِ اردو کا تعلق ھے واقعہ یہ ھے کہ وہ شیخِ سعدی کی گلستان کیطرح بظاھر اسقدر سہل معلوم ھوتی ھے کہ انسان سمجھتا ھے مین بھی ایسا لکھ سکتا ھون ؛ مگر جب لکھنے بیٹھتا ھے تو ایك جملہ بھی نہین لکھ سکتا . اور یہی کلام کی خوبی و کمال کی آخری حد ھے ، جس تك رسائی کیلئے زورِ دماغ سے زیادہ بخششِ معنوی کی ضرورت ھے .

برتری کا پہلا سبب . استعداد فارسی

میرزا صاحب کی اردو نثر کی برتری و دلچسپی کے متعدد اسباب ھین ، جن مین سب سے اھم یہ ھے کہ میرزا صاحب ادبِ فارسی کے بے بدل ماھر تھے . اونھون نے زبانِ فارسی کے وہ تمام محاسن ، جو کئی ھزار نادرہ کار دماغون کی گیارہ سو برس کی سعی و جانفشانی سے بہم پہنچے تھے ، اردو جیسی کم عمر و تہی مایہ زبان کے دامن مین بھر دئے . اگر وہ فارسی کے بلند پایہ ادیب نہوتے ، تو اپنے کلامِ اردو مین اسقدر جدّت ، شیرینی اور تناسب پیدا نکرسکتے . اور نہ یہ ممکن تھا کہ اس زمانہ مین ، جبکہ تسکینِ ذوقِ ادب کے لئے روزانہ نیا میدان تلاش کیا جا رہا ھے ، اور تقریباً ھر سال اردو انشا کا طرزِ ادا بیرونی ادبیات سے نئے اثرات قبول کرتا جاتا ھے ، میرزا صاحب کا کلام زبانِ اردو مین پائیدار حیثیت حاصل کرسکتا . یہ در اصل زبانِ فارسی کی دولتِ بے پایان تھی ، جو میرزا صاحب کی انشا کو میسر آ گئی ھے . اسی

(۱) عود ، ص ۱٤۰

کے سہارے میرزا صاحب کی حیاتِ ادبی کی بقا ھے، جو اوسوقت تك ممات سے مبدل نہین ھوسکتی جبتك اردو زبان بھی فارسی کے برابر قدیم اور ترقی یافتہ نہوجائے.

دوسرا سبب. خطوط سے تفریح

میرزا صاحب کی کامیابی کا دوسرا سبب یہ ھے کہ اردو مکاتبت اونکے تفریحی مشغلون کا جزو بنگئی تھی. وہ جو کچھ لکھتے تھے اپنا اور مکتوب الیہ کا دل بہلانے کی خاطر لکھا کرتے تھے. قدرت نے ظریف طبیعت عطا کی تھی، اسلئے خطوط سے خود لطف اوٹھانے اور دوسرون کیلئے سامانِ انبساط مہیا کرنے مین اونھین خاطر خواہ کامیابی بھی ھوئی. لیکن غدر سنہ ۵۷ع کے بعد تمام مشاغل مین سے صرف اسی ایك مشغلہ پر انحصار کرنا پڑا. یہ دور اہلِ ھند کیلئے عموماً اور دھلی کیلئے خصوصاً سخت ابتلا و مصائب کا دور تھا، جس نے اعزا و احباب کی بڑی تعداد کو موت کے گھاٹ اوتار کر بقیہ اصحاب کو شہر بدر کردیا تھا، اور میرزا صاحب ھندوستان کے برِ اعظم مین اپنے آپکو یکہ و تنہا محسوس کرنے لگے تھے. اسلئے اس عہدِ افسردگی کو فرحت و انبساط کیساتھ گزارنے کی یہی ایك ترکیب باقی تھی کہ جو دو چار دوست آشنا رھگئے تھے اون سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا جائے. اسطرح اپنا غم اونھین سنانے اور اونکا فسانہ خود سننے کا موقع ملیگا اور کچھ غم غلط ھوجایا کریگا. چنانچہ میرزا صاحب نے یہی کیا. اور یہی میر مہدی مجروح، میرزا تفتہ، خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر اور چند دیگر اصحاب سے کثرتِ مراسلت کا باعث بھی تھا. ان مین سے جسکا خط آتا اوسکو جواب، اور جسکا نہ آتا اوسکو شکوہ و عتاب لکھتے رھتے. اس زمانے مین ایکبار ھرگوپال تفتہ نے کوتاہ قلمی سے کام لیا، اور ایك ماہ تك کوئی نیازنامہ نہ بھیجا، تو میرزا صاحب نے ۱۹ جون سنہ ۵۸ع کو پر حسرت انداز مین لکھا:

"کیون صاحب؟ مجھ سی کیون خفا ہو؟ آج مہینا بھر ہوگیا ہوگا، یا بعد دو چار دن کی ہوجائیگا، کہ آپکا خط نہین آیا. انصاف کرو کتنا کثیرالاحباب آدمی تھا. کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میری پاس دو چار دوست نہوتی ہون. اب یارون مین ایك شیو جی رام برھمن اور بالمکند اوسکا بیٹا یہ دو شخص ہین کہ گاہ گاہ آتی ہین. اس سی گزرکر لکھنو اور کالپی اور فرخ آباد اور کس کس ضلع سی خطوط آتی رہتی تھی. اون دوستون کا حال ہی نہین معلوم کہ کہان ہین اور کسطرح ہین. وہ آمد خطوط کی موقوف. صرف تم تین صاحبون کی خط کی آنی کی توقع. اوس مین وہ دونون صاحب گاہ گاہ. ہان ایك تم کہ ہر مہینی مین ایك دو بار مہربانی کرتی ہو. سنو صاحب اپنی پر لازم کر لو ہر مہینی مین ایك خط مجکو لکھنا. اگر کچھ کام آپڑا دو خط تین خط، ورنہ صرف خیر وعافیت لکھی اور ہر مہنی مین ایکبار بھیجدی." (۱)

اسکے بعد پھر تفتہ سے تاخیر ہوئی، تو میرزا صاحب نے ۱۳ نومبر سنہ ۵۸ع کو مزاحاً تحریر کیا:

"کیون صاحب؟ کیا یہ آئین جاری ہوا ہی کہ سکندرآباد کی رہنی والی دلی کی خاك نشینون کو خط نہ لکھین؟ بھلا اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہان بھی تو اشتہار ہوجاتا کہ زنہار کوئی خط سکندرآباد کو یہان کی ڈاك مین نہ جاوی." (۲)

لیکن میرزا تفتہ نے اسکے بعد بھی تساہل سے کام لیا، تو میرزا صاحب نے ۷ دسمبر سنہ ۵۸ع کو لجاجت سے لکھا:

"کیون صاحب؟ روٹھی ہی رہوگی یا کبھی منوگی بھی. اور اگر کسی طرح نہین منتی تو روٹھنی کی وجہ تو لکھو. مین اس تنہائی مین صرف خطون کی بھروسی جیتا ہون. یعنی جسکا خط آیا. مین نی جانا کہ وہ شخص تشریف لایا. خدا کا احسان ہی کہ کوئی دن ایسا نہین ہوتا جو اطراف و جوانب سی دو چار خط نہین آرہتی ہون. بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہی کہ دو دو بار ڈاك کا ہرکارہ خط لاتا ہی. ایك دو صبح کو اور ایك دو شام کو.

———— میری دلگی ہو جاتی ہی ————

دن اونکی پڑھنی اور جواب لکھنی مین گزر جاتا ہی. یہ کیا سبب دس دس بارہ بارہ دن سی تمھارا خط نہین آیا. یعنی تم نہین آئی. خط لکھو صاحب. نہ لکھنی کی وجہ لکھو. آدھ آنی مین بخل نکرو. ایسا ہی ہی تو بیرنگ بھیجو." (۳)

لفافی بناکر دل بہلاتی

اس زمانہ مین میرزا صاحب غم غلط کرنے کے اسقدر درپے تھے کہ جب خط و کتابت کے بعد بھی وقت بچ رہتا تو آیندہ مراسلت کیلئے لفافے

---

(۱) اردوی معلی، ص ۷۳ (۲) ایضاً، ص ٥٤ (۳) ایضاً، ص ۸۱

بنانے لگتے. چنانچه اپنے ایك دوست منشی نبی بخش کے مکتوب مورخهٔ ۲۲ ستمبر سنه ۵۸ ع مین لکھتے هین :

« الله ! الله ! یه دن بهی یاد رهین گے. خط سے خط لکھے گئے هین. مجکو اکثر اوقات لفافے بنانے مین گزرتے هین. اگر خط نه لکھونگا تو لفافے بناؤنگا. » (۱)

منشی شیو نراین اکبر آبادی کو یه لفافے دیکھکر خیال پیدا هوا که میرزا صاحب تنگدستی کی وجه سے ساده لفافے بازار سے نهین خرید سکتے. یه سوچکر اونهون نے کچھ لفافے بهیجے، اور بذریعهٔ تحریر ارسال کی اطلاع دی. اسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا :

« لفافون کی خبر پهنچی. آپ نے کیون تکلیف کی؟ لفافے بنانا دل کا بهلانا هے. بیکار آدمی کیا کرے. بهر حال جب لفافے پهنچ جائینگے هم آپکا شکر بجا لائینگے. ”هرچه از دوست میرسد نیکوست“. » (۲)

تیسرا سبب. خط نهین باتین

تیسرا سبب یه هے که میرزا صاحب نے تحریر کو تقریر کا پیرایه دیدیا تها. وه جب کسی دوست کو خط لکھتے، تخاطب مین وهی انداز اختیار کرتے جو مکتوب الیه سے ملاقات کیوقت زیبا هوتا. اور چونکه هر شخص گفتگو مین سادگی، برجستگی اور ظرافت پسند کرتا هے، اور یه سب خوبیان انکی تقریر مین موجود تهین، اسلئے انکی تحریر مین بهی وهی دلچسپی نظر آتی تهی، جو تقریر مین تهی. در اصل میرزا صاحب اس قسم کی مراسلت اختیار کرنے پر مجبور بهی تهے. انهین دور افتاده دوستون کو اپنی پریشانیان سنانی تهین. اگر یه پریشانیان قدیم اندازِ تحریر کے لباس مین جلوه گر هوتین، تو مکتوب الیهم بهت جلد اوکتا جاتے، اور میرزا صاحب کو مراسلت کا زیاده موقع نه ملتا. لهذا انهون نے اپنے تمام خطوط کو مکالمه بنا کر اوس مین طبعی ظرافت کی تخم ریزی کی، جسکے سبب سے احباب ان کے خطوط کے انتظار مین رها کرتے اور اجنبی اصحاب طرح طرح سے سلسلهٔ مراسلت شروع کرنے کی کوشش کرتے.

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۷۲ (۲) ایضاً، ص ۳۴۹

چونکہ میرزا صاحب نے یہ طریقہ جان بوجھکر اختیار کیا تھا، اسلئے جب انھین اسکی کامیابی کا یقین آ گیا تو اسکی ایجاد کو فخراً اپنی ذات کیطرف منسوب بھی کیا ھے۔ مرزا حاتم علی مہر کے نام کے ایك خط مین فرماتے ھین:

«مرزا صاحب! مین نی وہ انداز تحریر ایجاد کیا ھی کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ھو۔ ھزار کوس سی بزبان قلم باتین کیا کرو۔ ہجر مین وصال کی مزی لیا کرو۔» (۱)

میرزا تفتہ کو لکھا ھے:

«بھائی! مجھ مین تم مین نامہ نگاری کاھی کو ھی، مکالمہ ھو۔» (۲)

منشی نبی بخش صاحب کو تحریر کیا ھے:

«بھائی! مجکو اس مصیبت مین کیا ھنسی آتی ھی، کہ یہ ھم تم اور مرزا تفتہ مین مراسلت گویا مکالمت ھوگئی ھی۔ روز باتین کرتی ھین۔ اللہ! اللہ! یہ دن بھی یاد رھینگی۔ خط سی خط لکھی گئی ھین۔ ... غنیمت ھی کہ محصول آدھہ آنہ ھو۔ ورنہ باتین کرنیکا مزہ معلوم ھوتا۔» (۳)

حکیم غلام نجف خان کے خط کے آخر مین لکھا ھے:

«اسوقت جی تم سی باتین کرنیکو چاھا۔ جو کچھ دل مین تھا وہ تم سی کہا۔» (٤)

نواب انورالدولہ بہادر کیخدمت مین بھی اسیطرح عرض کیا ھے:

«پیر و مرشد! یہ خط لکھنا نہین ھو۔ باتین کرنی ھین۔» (٥)

انھین کو ایك خط کے آخر مین لکھتے ھین:

«اب مین حضرت سی باتین کرچکا۔ خط کو سرنامہ کرکی کہار کو دیتا ھون۔» (٦)

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھا ھے:

«اسی افسردگی مین جی چاھا کہ حضرت سی باتین کرون۔ باآنکہ خط جواب طلب نہ تھا جواب لکھنی لگا۔» (۷)

میرزا صاحب احباب سے بھی اسی طرح کی مراسلت کے امیدوار تھے۔ اسلئے کوئی اونکے تتبع مین مراسلہ کو مکالمہ کا رنگ دیدیتا تو تعریف کیا کرتے۔ ایکبار مرزا تفتہ نے خط لکھا۔ میرزا صاحب کو اوسکا پیرایۂ بیان بیحد پسند آیا۔ چنانچہ اظہارِ خوشنودی کیلئے اونھین لکھتے ھین:

«جیتی رھو اور خوش رھو۔ ... زیادہ خوشی کا سبب یہ کہ تمنی تحریر کو تقریر کا پرداز دیدیا تھا۔» (۸)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۵۸ (۲) ایضاً، ص ۵۸ (۳) ایضاً، ص ۲۷۳ (٤) ایضاً، ص ۲۲٦
(٥) ایضاً، ص ۳۱۲ (٦) ایضاً، ص ۲۹۷ (۷) ایضاً، ص ۲۷٦ (۸) ایضاً، ص ۱۰٤

میرزا صاحب کی یہ خصوصیت اونکی انشا پر اسقدر چھا گئی تھی کہ دربارِ رامپور کی مراسلت مین بھی ، جو میرزا صاحب کی سنجیدہ ترین مکاتبت ھے ، اسکا اثر نمایان ھے ؛ حتی کہ ایک عریضہ مین میرزا صاحب نے نواب فردوس مکان کو صاف صاف لکھدیا ھے ، کہ

« یہ تحریر نہین . مکالمہ ھی . گستاخی معاف کرواکے اور آپ سے اجازت لیکے بطریق انبساط عرض کرتا ھون ، کہ یہ سوا سو روپیے ، جو تورہ و خلعت کے نام سے مرحمت ھوے ھین ، مین کال کا مارا اگر یہ سب روپیہ کھا جاؤنگا اور اس مین لباس نہ بناؤنگا ، تو میرا خلعت حضور پر باقی رھیگا یا نہین ؟ » (۱)

مراسلت کا محمد شاھی طرز

میرزا صاحب کے وقت تک اردو فارسی دونون زبانون کی خط و کتابت کا انداز یہ تھا کہ شروع مین بھاری بھرکم القاب و آداب لکھے جاتے ، زان بعد متعلقین کی خیریت کی اطلاع واستفسار ھوتا اور اسکے بعد استعارون تشبیہون اور کنایون کے پردے مین دو چار مطلب لکھکر عربی یا فارسی دعائیہ جملے پر خط ختم کردیا جاتا . میرزا صاحب ابتدا سے اس روش کو ناپسند کرتے تھے . وہ چاھتے تھے کہ مکتوب الیہ کے مناسبِ حال دو چار لفظ کا القاب لکھکر سیدھے سادھے جملون مین اظہارِ مطالب کردیا جائے . « پنج آھنگ » کے دیباچہ مین اس روش سے بیزاری ظاھر کرتے ھوے لکھتے ھین :

« بیگانگی این روش از شیوۂ غالب مستمند نہ چندانست کہ بگفتن نیاز داشتہ باشد . و ادا شناس داند کہ ھنجار من در نگارش این است کہ چون کاك و ورق بکف گیرم مکتوب الیہ را بلفظی کہ فراخور حالت اوست در سر آغاز صفحہ آواز دھم ، و زمزمہ سنج مدعا گردم . القاب و آداب و خیریت گوئی وعافیت جوئی حشو زائد است . و پختگان حشو را دفع نہند . » (۲)

میرزا صاحب نے مراسلت کی اوس روش کا نام جس مین بڑے بڑے القاب و آداب اور حشو و زوائد سے پُر خیریت گوئی و عافیت جوئی کے جملے ھوتے « محمد شاھی روش » رکھا تھا . اور اس سے اسقدر بیزار تھے کہ میر مہدی مجروح کے نام کے ایک خط مین اسکا مضحکہ اوڑایا ھے . فرماتے ھین :

---

(۱) مکاتیب ، ص ۲۹ (۲) کلیات نثر غالب ، ص ۵

"وهان صاحب ! تم کیا چاهتی هو ؟ مجتہد العصر کی مسوده کو اصلاح دیکر بھیجدیا . اب اور کیا لکھون . تم میری هم عمر نہین جو سلام لکھون . مین فقیر نہین جو دعا لکھون . تمہارا دماغ چل گیا هو . لفافه کو کریدا کرو . مسوده کو بار بار دیکھا کرو . پاؤگی کیا ؟ یعنی تمکو وه محمد شاهی روشین پسند هین — یہان خیریت هی . وهان کی عافیت مطلوب هو . خط تمہارا بہت دن کی بعد پہنچا . جی خوش هوا . مسوده بعد اصلاح کی بھیجا جاتا هو . برخوردار میر سرفراز حسین کو دینا ، اور دعا کہنا . اور هان حکیم میر اشرف علی اور میر افضل علی کو بھی دعا کہنا . لازمۂ سعادتمندی یه هی که همیشه اسیطرح خط بھیجتی رهو — کیون سچ کہیو اگاون کی خطوط کی تحریر کی یہی طرز تھی ؟ هائی کیا اچھا شیوه هی ! جبتك یون نه لکھو وه خط هی نہین هو . چاه بی آب هی . ابر بی باران هی . نخل بی میوه هو . خانۂ بی چراغ هی . چراغ بی نور هو . هم جانتی هین تم زنده هو . تم جانتی هو که هم زنده هین . امر ضروری کو لکھ لیا . زوائد کو اور وقت پر موقوف رکھا . اور اگر تمہاری خوشنودی اوسیطرح کی نگارش پر منحصر هو ، تو بھائی ساڑھی تین سطرین ویسی بھی مین نی لکھدین . کیا نماز قضا نہین پڑھتی ؟ اور وه مقبول نہوگی ؟ » (۱)"

نواب انور الدوله سعدالدینخان بہادر شفق کو خط لکھا ہے . اوس مین القاب و آداب سے آغاز کرنے کے بجائے انتہائی پاکیزہ اندازہ سے اس متعارف طرز کی سبکی اور عدمِ احتیاج کا اظہار کرتے هین . ارشاد ہے :

" « کیونکر کہون که مین دیوانه نہین هون ؟ هان اتنی هوش باقی هین که اپنی کو دیوانه سمجھتا هون . واه ! کیا هوشمندی هی ، که قبلۂ ارباب هوش کو خط لکھتا هون ، نه القاب ، نه آداب ، نه بندگی ، نه تسلیم ؟ سن غالب ! هم تجھسی کہتی هین ، بہت مصاحب نه بن . ای ایاز ! حد خود بشناس ." مانا که تو نی کئی برس کی بعد نو بیت کی غزل لکھی هو اور آپ اپنی کلام پر وجد کر رها هو . مگر یه تحریر کی کیا روش هو ؟ پہلی القاب لکھ . پھر بندگی عرض کر . پھر هاتھ جوڑ کر مزاج کی خبر پوچھ . پھر عنایت نامه کی آنیکا شکر ادا کر . » (۲)

میرزا صاحب کی روش . القاب و آداب

میرزا صاحب کے عہد مین جو روش پسند کیجاتی تھی اوسکے سمجھ لینے کے بعد ضروری ہے که خود میرزا صاحب کا اندازِ مراسلت و مکاتبت دریافت کیا جائے . سب سے پہلے القاب و آداب کو لیجیے . میرزا صاحب کے هان یه اجزا اسقدر مختصر اور متعارف روش سے جدا هین که اونہون نے انکے ترك کردینے کا دعوی کردیا ہے . فرماتے هین :

« پیر و مرشد ! یه خط لکھنا نہین هی . باتین کرنی هین . اور یہی سبب هو که مین القاب و آداب نہین لکھتا . » (۳)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۸۶ (۲) ایضاً ، ص ۳۱٤ (۳) ایضاً ، ص ۳۱۲

در اصل اونهون نے القاب و آداب کا پرانا فرسودہ طریقہ ترک کیا تھا ۔ یہ نہ تھا کہ مکتوب الیہ کے مرتبہ کا لحاظ کئے بغیر ہر خط کو بغیر القاب و آداب کے شروع کردیتے ہون ۔ اونهون نے بزرگ یا بلند مرتبہ اصحاب کو جسقدر خط لکھے ہین اون سب مین الفاظ اور پرداز کے تنوع کیساتھ یہ دونون جزو موجود ہین ۔ مثلاً نواب فردوس مکان اور خلد آشیان طاب ثراهما کی خدمت مین جسقدر عرضیان ارسال کی ہین اون سب مین بجز ایک کے « حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔ بعدِ تسلیم معروض ہے » ہوتا ہے ۔ صرف چار پانچ عرضیون مین لفظِ (حضرت) ساقط ہوگیا ہے ۔

البتہ بے تکلف احباب یا شاگردون کے نام کے مکاتیب مین تنوّع زیادہ ہے ۔ کبھی تو سرے سے القاب ہوتا ہی نہین ۔ اور اگر ہے تو « میان ، برخوردار ، بھائیصاحب ، سید صاحب ، مرزا ، میرجان ، کیون صاحب ، منشی صاحب بندہ پرور » یا اور کسی مختصر اور بے تکلف انداز کے الفاظ مین ۔ کبھی کبھی مزاحاً چھوٹون کو بھی « قبلہ وکعبہ ، مولانا ، یا پیر و مرشد » لکھدیا ہے ۔ بعض خطوط ایسے بھی نظر آتے ہین جن مین پورا القاب تحریر کیا گیا ہے ، مگر اوسمین بھی سادگی و بے تکلفی مفقود نہین ہوتی ہے ۔ مثلاً میر سرفراز حسین صاحب کو لکھتے ہین :

” « نورچشم راحت جان میر سرفراز حسین جیتے رہو اور خوش رہو ۔ » “

یا انهین کو لکھا ہے :

” « میری جان کی چین میر سرفراز حسین » “

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ہے :

” « میری مهربان ، میری جان ، مرزا تفتہ سخندان » “

” « نور نظر لخت جگر مرزا تفتہ » “

نواب علاء الدینخان بهادر علائی کو لکھتے ہین :

” « سعادت و اقبال نشان مرزا علاء الدینخان بهادر کو فقیر غالب کی دعا پہنچے ۔ » “

یہی حال آداب و تسلیمات کا ھے۔ نواب میر غلام بابا خان بہادر کو لکھا ھے:

« سلام مسنون الاسلام و دعای دوام دولت و اقبال کے بعد عرض کیا جاتا ھو۔»

بعض اصحاب کو لکھدیا ھے: «.... فقیر غالب کا سلام» یا «سلامٌ علیکم» یا «بعد دعا کے معلوم ہو» یا صرف «آداب» یا زیادہ مزاحیہ انداز مین «اگر خفا نہون تو دعا اور اگر آزردہ ہون تو بندگی»، وغیرہ۔

خیریت گوئی و عافیت جوئی

خیریت گوئی سے میرزا صاحب سخت متنفر تھے۔ وہ اس حصہ کو حشو و زوائد شمار کرتے تھے، اسلئے کسی ایک خط مین بھی «یہان خیریت ھے اور آپکی خیریت نیک مطلوب» نہین پایا جاتا۔ ھان مطالب کے ساتھ ساتھ اپنی خیریت کا ذکر اور مکتوب الیہ کی عافیت کا استفسار کرلیتے، اور اس روش کو «کارِ پختگان» شمار کرتے ھین۔

اظہار مطالب (۱)

میرزا صاحب کا ادای مطالب کا طریقہ بالکل ایسا ھے جیسے دو آدمی بالمشافہہ بات چیت یا سوال و جواب کرتے ھین۔ مثلاً اونکو یہ لکھنا تھا کہ — محمد علی بیگ میرے کوٹھے کے نیچے سے گزرا۔ مینے پوچھا کہ لوھارو کی سواریان روانہ ہوگئین؟ اوسنے کہا ابھی نہین ہوئین۔ مین نے پوچھا کیا آج جائینگی؟ اسنے کہا آج ضرور جائینگی۔ تیاری ہو رھی ھے — اس مطلب کو اونھون نے اسطرح ادا کیا ھے:

« محمد علی بیگ ادھر سے نکلا۔ بھئی محمد علی بیگ! لوھارو کی سواریان روانہ ہوگئین؟ حضرت ابھی نہین۔ کیا آج نہ جائینگی؟ آج ضرور جائین گی۔ تیاری ہو رھی ھو۔»

میر مہدی مجروح کو خط لکھا ھے۔ اوسمین لکھنا یہ ھے کہ میرنصاحب آئے اور اونسے یہ یہ باتین ہوئین۔ مگر وہ اسطرح نہین لکھتے بلکہ اوسکو اسطرح شروع کرتے ھین:

(۱) اس عنوان کے ماتحت جو کچھ لکھا گیا ھو وہ مولانا حالی کی یادگار غالب، ص ۱۷۶-۱۹۱ کا بلفظہ خلاصہ ھو۔

« ای میر نصاحب! السلام علیکم! حضرت آداب. کہو صاحب آج اجازت ھی میر مہدی کی خط کا جواب لکھنی کی؟ حضور مین کیا منع کرتا ہون؟ مگر مین اپنی ہر خط مین آپکی طرف سی دعا لکھدیتا ہون. پھر آپ کیون تکلیف کرین؟ نہین میر نصاحب! اوسکی خط کو آئی ہوی بہت دن ہوی ہین. وہ خفا ہوا ہوگا. جواب لکھنا ضرور ھی. حضرت وہ آپکی فرزند ہین. آپ سی خفا کیا ہونگی. بھائی! آخر کوئی وجہ تو بتلاؤ کہ تم مجھی خط لکھنی سی کیون باز رکھتی ہو؟ سبحان اللہ! ای لو حضرت آپ تو خط نہین لکھتی، اور مجھی فرماتی ہین کہ تو باز رکھتا ھی. اچھا تم باز نہین رکھتی مگر یہ کہو کہ تم کیون نہین چاھتی کہ مین میر مہدی کو خط لکھون؟ کیا عرض کرون؟ سچ تو یہ ھی کہ جب آپ کا خط جاتا اور وہ پڑھا جاتا تو مین سنتا اور خط اوٹھاتا. اب جو مین وہان نہین ہون تو نہین چاھتا کہ آپ کا خط جاوی. مین اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہون. میری روانگی کی تین دن بعد آپ خط شوق سی لکھیی گا. میان بیٹھو. ہوش کی خبر لو. تمھاری جانی نہ جانی سی مجھی کیا علاقہ؟ مین بوڑھا آدمی، بھولا آدمی، تمھاری باتون مین آگیا، اور آجتك اوسی خط نہین لکھا. لا حول و لا قوۃ. »

اسکے بعد میر مہدی سے مخاطب ہو کر اصل مطلب لکھتے ہین.

بعضی جگہ مکتوب الیہ کو خطاب کرتے کرتے غائب فرض کرلیتے ہین. یہان تك کہ جو لوگ مرزا کے اندازِ بیان سے واقف نہین وہ اوسکو مکتوب الیہ کا غیر سمجھ لیتے ہین. مثلاً میر مہدی کو لکھتے ہین:

« میر مہدی! جیتی رھو! آفرین! صد ہزار آفرین! اردو لکھنی کا کیا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ھی، کہ مجھکو رشك آنی لگا ھی. سنو دلی کی تمام مال و متاع و زر و گوھر کی لوٹ پنجاب احاطہ مین گئی ھی. یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی. سو ایك ظالم پانی پت انصاریون کی محلی کا رھنیوالا لوٹ لیگیا. مگر مین نی اوسکو بحل کیا. اللہ برکت دی! »

مغربی طریقے پر جو قصے لکھے جاتے ہین اونمین اکثر اس قسم کے سوال و جواب ہوتے ہین جیسے کہ مرزا کی تحریرون مین ہم اوپر دکھا چکے ہین. مگر وہان ہر سوال و جواب کے سرے پر سائل اور مجیب کا نام یا اونکے نامون کی کوئی علامت لکھدیجاتی ہے. ورنہ یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ سوال کہان ختم ہوا اور جواب کہان سے شروع ہوا؟ مرزا ایسے موقع پر سائل و مجیب کا نام نہین لیتے، اور نہ اونکے نام کی علامت لکھتے ہین. مگر سوال یا جواب کے ضمن مین ایك ایسا لفظ لے آتے ہین جس سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ سوال کیا ہے اور جواب کیا.

مرزا کی طرزِ تحریر کی جو خصوصیتین اوپر مذکور ہوئین یہ کوئی ایسی چیز نہین ہے کہ اور لوگ اوسکی پیروی نکرسکین. مگر وہ چیز جسنے اونکے مکاتبات کو ناول یا ڈراما سے زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے وہ شوخیِ تحریر ہے، جو اکتساب یا مشق و مہارت یا پیروی و تقلید سے حاصل نہین ہوسکتی. ... معلوم ہوتا ہے کہ مرزا خط لکھتے وقت ہمیشہ اس بات کو نصب العین رکھتے تھے کہ خط مین کوئی ایسی بات لکھی جائے کہ مکتوب الیہ اوسکو پڑھکر محظوظ اور خوش ہو. پھر جس رتبے کا مکتوب الیہ ہوتا تھا اوسکی سمجھ اور مذاق کے موافق خط مین شوخیان کرتے تھے. مثلاً اپنے ایک دوست کو خط لکھا ہے. اوسمین اونکی لڑکی کو، جو بچپن مین مرزا کے سامنے آتی تھی، اور اب جوان ہوگئی ہے، بعد دعا کے لکھتے ہین:

«کیون بھئی! اب اگر ہم کول آئی بھی تو تمکو کیونکر دیکھینگی؟ کیا تمھاری مالک مین بھتیجیان چچا سے پردہ کرتی ہین؟»

یا مثلاً نواب امیر الدین احمد خان رئیسِ لوہاروکو اونکے بچپن کے زمانے مین اونکے رقعے کا جواب، جس مین مرزا کو دادا صاحب لکھا تھا، اسطرح لکھتے ہین:

«ای مردم چشم جہان بین غالب! پہلی القاب کے معنی سمجھ لو. یعنی چشم جہان بین غالب کی پتلی. چشم جہان بین تمھارا باپ مرزا علاءالدین احمد خان بہادر، اور پتلی تم. میان تمھاری دادا تو نواب امین الدینخان بہادر ہین. مین تو صرف تمھارا دلدادہ ہون.»

ایک دوست کو دسمبر سنہ ۵۸ ع کی اخیر تاریخون مین خط لکھا ہے. اونھون نے اوسکا جواب جنوری سنہ ۵۹ ع کی پہلی یا دوسری کو لکھ بھیجا. اوسکے جواب مین اونکو اسطرح لکھتے ہین:

«دیکھو صاحب! یہ باتین ہمکو پسند نہین. سنہ ۱۸۵۸ ع کی خط کا جواب سنہ ۱۸۵۹ ع مین بھیجتی ہو. اور مزا یہ کہ جب تم سی کہا جائیگا تو یہ کہوگی کہ مین نے دوسری ہی دن جواب لکھا ہو.»

الغرض مرزا کے خطوط و رقعات مین ایسے خطوط بہت کم نکلین گے جن مین اس قسم کی ظرافت اور ہنسی کی باتین مندرج نہون. یہانتک کہ رنج و افسردگی

کا بیان بھی اس قسم کی چھیڑ سے خالی نہین ھوتا. منشی نبی بخش مرحوم کو لکھتے ھین :

« بھائیصاحب ! مین بھی تمھارا ھمدرد ھوگیا . یعنی منگل کی دن ۱۸ ربیع الاول کو شام کیوقت میری وہ پھپھی ، کہ مین نی بچپن سی آجتک اوسکو مان سمجھا تھا ، اور وہ بھی مجکو بیٹا سمجھتی تھی ، مرگئی . آپکو معلوم رھی کہ پرسون میری گویا نو آدمی مری . تین پھپھیان اور تین چچا اور ایک باپ اور ایک دادی اور ایک دادا . یعنی اس مرحومہ کی ھونی سی مین جانتا تھا کہ یہ نو آدمی زندہ ھین ، اور اوسکی مرنی سی مین نی جانا کہ یہ نو آدمی آج ایکبار مرگئی . »

مرزا نے بعض اردو خطوط مین .... مُسَجّع عبارت لکھنے کا التزام کیا ھے. عربی اور سنسکرت زبان کے سوا اور زبانون کی مسجع نثرون مین عموماً یہ عیب ھوتا ھے، کہ دوسرے فقرے مین جو پہلے فقرے کی رعایت سے خواہ نخواہ قافیہ تلاش کرنا پڑتا ھے تو اوسمین تصنع اور آورد کا رنگ پیدا ھو جاتا ھے، اور اسلئے پہلے فقرے کے مقابلے مین دوسرا فقرہ بسبب لزوم ما لا یلزم کے کم وزن ھوجاتا ھے. مگر مرزا کی مسجع نثر مین یہ بات بہت کم دیکھی جاتی ھے. دوسرے فقرے مین تقریباً ویسی ھی بے تکلفی پائی جاتی ھے جیسی پہلے فقرے مین . اور یہ بات اوسی شخص سے بن پڑتی ھے جو باوجود خوش سلیقگی اور لطفِ طبیعت کے شاعری مین غایت درجے کا کمال رکھتا ھو ، اور وزن و قافیہ کی جانچ اور تول مین ایک عمر بسر کرچکا ھو. مگر یہ معلوم رھے کہ مُقَفّیٰ عبارت مرزا خاصکر اون خطوط مین لکھتے تھے جن سے ھنسی یا ظرافت اور مخاطب کا خوش کرنا مقصود ھوتا تھا.

عرایض کا طرز ادا

اگرچہ میرزا صاحب کے عرایض کا طرزِ ادا اون خطوط کے مقابلے مین، جو « اردوی معلی » اور « عودِ ھندی » مین شایع ھو چکے ھین، با تکلف ھے، اور یہان وہ رنگا رنگی نہین پائی جاتی جو مذکورہ مجموعون کے خطوط کی جان ھے، تاھم یہ عرایض بھی اوسی نادرہ کار قلم کے رھینِ منت ھین، جو

ادبِ اردو کے دامنِ کوتاہ کو سدا بہار پھولون سے بھر چکا ھے۔ اسلئے ان سرکاری درخواستون مین بھی وہ سادگی، شوخی اور ظرافت موجود ھے، جسکے سبب ادای مطلب مین میرزا صاحب کی انشا دیگر انشا پردازون کی تحریرون سے گوی سبقت لیگئی ھے۔

لیکن یہ محاسن اون خطوط مین زیادہ نمایان ھین، جن مین حسنِ طلب ھے۔ چونکہ سرکارِ رامپور میرزا صاحب کی مالی دستگیری کی واحد کفیل تھی، اسلئے وہ ھر ضرورت کے موقع پر سوال کر بیٹھتے تھے، اور یہ سوچکر کہ ابھی سابق امداد کو زیادہ زمانہ نہین ھوا ھے، ھمیشہ ایسے انداز سے سوال کرتے تھے کہ انکار کی گنجایش باقی نر ھے۔ مثلاً نواب فردوس مکان نے اپنے چھوٹے صاحبزادے سید حیدر علیخان بہادر کی شادی کے موقع پر میرزا صاحب کو تورہ اور خلعت کے نام سے ۱۲۵ روپیے نقد ارسال کئے ھین۔ میرزا صاحب اس روپیہ کو خرچ کرنیکے بعد آیندہ کیلئے سبیل نکالتے ھوے لکھتے ھین:

«یہ تحریر نہین مکالمہ ھے۔ گستاخی معاف کرواکے اور آپ سے اجازت لیکر بطریق انبساط عرض کرتا ھون، کہ یہ سوا سو روپیے، جو تورۂ و خلعت کے نام سے مرحمت ھوی ھین، مین کال کا مارا اگر یہ سب روپیہ کھا جاؤنگا، اور اس مین لباس نہ بناؤنگا تو میرا خلعت حضور پر باقی رھیگا یا نہین؟» (۱)

نواب فردوس مکان کی وفات کے بعد نواب خلد آشیان کی خدمت مین قصیدۂ تہنیت ارسال کیا ھے۔ یہان سے صلہ مین تاخیر ھوتی ھے۔ میرزا صاحب کو روپیہ کی ضرورت ھے، اسلئے نامۂ تقاضائی لکھتے ھین، اور اوس مین بطور تقاضا ارشاد فرماتے ھین:

«پیر و مرشد! حضرت فردوس مکان کا دستور تھا کہ جب مین قصیدہ بھیجتا، اوسکی رسید مین خط تحسین و آفرین کا، شرم آتی ھے کہتے ھوی مگر کہے بغیر بنتی نہین، دو سو چہلے کی ھنڈوی اوس خط مین ملفوف عطا ھوا کرتی تھی۔ ..... یہ رسم بری نہین ھے۔ اگر جاری رھے تو بہتر ھے۔» (۲)

---

(۱) مکاتیب، ص ۲۹ (۲) ایضاً، ص ۵۲

ص — مکاتیب غالب

ایکسال دلی مین بارش کم اور رامپور مین کافی ہوئی ہے. اس سلسلہ مین تحریر فرماتے ہین:

« اگرچہ یہان مینہ اسیقدر برسا ہی کہ جسکو پانی سی زمیندار حاصل فصل ربیع سی ہاتھ دھولین، مگر چونکہ بفرمان ازلی میری رزق کی برات آپ پر ہی، اور آپکی ملک مین بارش خوب ہوئی ہی، ابر رحمت کی شکریہ مین ایک قطعہ ملفوف اس عرضی کی بھیجتا ہون. بنظر اصلاح نظم و اصلاح حال ملاحظہ ہو. » (۱)

نواب خلد آشیان نے جشنِ تخت نشینی مین شرکت کی دعوت دی ہے. اسکا شکریہ ادا کرکے لکھتے ہین:

« حضرت کی خدمت مین نہ آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا. وہ آگ برس رہی ہی کہ طیور کی پر جل رہی ہین. بعد آگ کی پانی برسیگا. سفر خصوصاً بوڑھی رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر. آفتاب میزان مین آیا، اور ہنگامۂ آتش و آب رفع ہوا، اور مین نی احرام بیت المعمور رامپور باندھا. » (۲)

ایک مرتبہ نواب خلد آشیان نے اپنی ایک فارسی نثر اصلاح کو بھیجی ہے. میرزا صاحب بعض محاورون کی تغلیط کرتے ہین. اہلِ دربار بہارِ عجم اور فرہنگِ جہانگیری وغیرہ لغات کے حوالہ سے اس اصلاح کو غلط بتاتے ہین. نوابصاحب یہ حوالے نقل کرکے میرزا صاحب سے اصلاح پر نظرِ ثانی کی درخواست کرتے ہین. اسکے جواب مین میرزا صاحب نے تحریر کیا ہے:

« مجھی اس امر خاص مین نفس مطمئنہ حاصل ہی. مگر دعوی اجتہاد نہین ہی. بحث کا طریقہ یاد نہین. میان انجو جامع فرہنگ جہانگیری، شیخ رشید راقم فرہنگ رشیدی، علمای عجم مین سی نہین. ہند انکا مولد. ماخذ انکا اشعار قدما. ہادی انکا انکا قیاس. ٹیک چند اور سیالکوٹی مل انکی پیرو. سبحان اللہ! ہندی بھی اور ہندو بھی! نور علی نور!! » (۳)

باغ بے نظیر کی نمایش کا حال اخبار مین پڑھا ہے، اور چاہتے ہین کہ نوابصاحب کو اس جشنِ بینظیر کی مبارکباد دین. اس مضمون کو اسطرح ادا فرماتے ہین:

« نمایشگاہ سراسر سور رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ہون، اور خون جگر کھاتا ہون، کہ ہای! مین وہان نہین. بالا خانی پر رہتا ہون. اوتر نہین سکتا. مانا کہ آدمیون نی گود مین لیکر

(۱) مکاتیب، ص ٥٦ (۲) ایضاً، ص ٥٤ (۳) ایضاً، ص ۸۲

اوتارا، اور پالکی مین بٹھا دیا. کہار چلے. راہ مین نہ مرا اور رامپور پہنچ گیا. کہارون نے جا کر بینظیر مین میری پالکی رکھدی. پالکی قفس، اور مین طائر اسیر. وہ بھی بے پر و بال. نہ چل سکون، نہ پھر سکون. جو کچھ اوپر لکھ آیا ھون، یہ سب بطریق فرض محال ھے. ورنہ ان امور کے وقوع کی کہان مجال ھو؟ » (۱)

نواب سکندر زمانی بیگم صاحبہ کی تعزیت کرتے ہوئے رقمطراز ھین:

« چاھتا ھون کہ کچھ لکھون. مگر نہین جانتا کہ کیا لکھون. لازم تھا کہ تعزیت نامہ بزبان فارسی و عبارت بلیغ لکھون. آپکے قدمون کی قسم! دل نے قبول نکیا. آرایش گفتار، نظماً او نثراً، واسطے تہنیت کے ھے، کہ دل کثرت نشاط سے گل کیطرح کھل رھا ھے. طبیعت راہ دیتی ھے. الفاظ ڈھونڈھے جاتے ھین. معنی پیدا کیے جاتے ھین. اب مین نیم مردہ، دل پژمردہ، خاطر افسردہ جس باب مین لفظ و معنی فراھم کیا چاھون وہ سراسر طبع کے خلاف. جس بات کا تصور ناگوار ھو اوسکے تذکر سے جی کیون نہ بیقرار ھو؟ » (۲)

نواب زین العابدین خان بہادر سے خواھش کرتے ھین کہ اپنے نام کا خط سرکار کو دکھا دینا. مگر ساتھ ھی فرماتے ھین:

« لیکن تم سے یہ توقع کیونکر پڑے؟ کسواسطے کہ تم نے اردو دیوان کے پہنچنے نہ پہنچنے کا حال جنابعالی سے دریافت کرکر کب لکھا ھے، جو اس بات کا جواب لکھوگے. » (۳)

خاتمہ

میرزا صاحب خط کے آخر مین بالعموم ایک دو دعائیہ لفظ لکھا کرتے تھے. اردوی معلی و عودِ ھندی مین بعض مقامات پر یہ جزو متروک ھوگیا ھے، یا اپنی خیریت یا دنیا کی بے ثباتی سے متعلق کسی جملہ سے بدل گیا ھے. لیکن عرایض مین کبھی نظر انداز نہین ھوا. ان مین ھمیشہ

« زیادہ حد ادب. " تم سلامت رھو ھزار برس * ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار »"

یا

" « تم سلامت رھو قیامت تک * دولت و عز و جاہ روز افزون »"

تحریر کیا کرتے تھے. چونکہ اس جزو مین کوئی ادبی خوبی میرزا صاحب کے ھان بھی نہین پائی جاتی، اسلئے تمثیل و استشہاد بیکار ھوگا.

کاتب کا نام

میرزا صاحب کاتب کی شخصیت کا تعین بھی نئے اسلوب سے کرتے تھے.

---

(۱) مکاتیب، ص ۹۲ (۲) ایضاً، ص ٦٤ (۳) ایضاً، ص ۱۱۰

ص — الف

عام انشا پردازون کی طرح آخر مین نام لکھنے کا طریقہ اونکے ہان صرف پُر تکلف مراسلت کیساتھ مخصوص تھا ۔ وہ مساویانہ یا بزرگانہ خط و کتابت مین کبھی خط کے شروع یا درمیان مین اسطرح نام لکھتے ہین، کہ مکتوب الیہ کو خیال تک نہین ہوسکتا کہ یہان نام لکھنے سے مقصود کاتب کا تعارف ہے ۔ مثلاً خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھا ہے :

"قبلہ ! کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہو ، کہ کوئی ہمارا دوست ، جو غالب کہلاتا ہو ، وہ کیا کھاتا پیتا ہو اور کیونکر جیتا ہو ؟" (۱)

یا مثلاً نواب انور الدولہ بہادر شفق کو تحریر کیا ہے :

"کیونکر کہون کہ مین دیوانہ نہین ہون ؟ ہان اتنے ہوش باقی ہین کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہون ۔ واہ ! کیا ہوشمندی ہو کہ قبلۂ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہون ، نہ القاب ، نہ آداب ، نہ بندگی ، نہ تسلیم ؟ سن غالب ! ہم تجھ سی کتنے ہین بہت مصاحب نہ بن۔" (۲)

اور کبھی آخر مین نام لکھتے ہین ، جو بیشتر تو اونکا تخلص « غالب » ہوتا ہے ، اور تنہا یا کسی ہمقافیہ فقرہ کیساتھ آتا ہے ۔ مثلاً

"بندۂ علی ابن ابیطالب آرزومند مرگ غالب ، نجات کا طالب غالب ، عفو جرم کا طالب غالب ، داد کا طالب غالب ، اس خط کی رسید کا طالب غالب ، ترحم کا مستحق اور تفقد کا طالب غالب"، وغیرہ

لیکن بعض خطوط مین اصلی نام « اسد اللہ خان » یا « اسد اللہ » یا صرف « اسد » یا « اسد اللہ خان غالب » یا « اسد اللہ غالب » بھی لکھا ہے ، نواب فردوس مکان کے نام کے ایک عریضہ مین « اسد اللہ » کیساتھ بھی ایک ہمقافیہ فقرہ استعمال کیا ہے ۔ فرماتے ہین :

« عرضداشت ہوا خواہ اسد اللہ ۔ » (۳)

متعدد خطوط مین میرزا صاحب نے یہ جزو ترک کردیا ہے ۔ ان مین چند ایسے ہین جن مین کنایۃً نام آ گیا ہے ۔ مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھتے ہین :

"تاریخ اوپر لکھ آیا ۔ نام اپنا بدلکر مغلوب رکھ لیا ہو ۔" (٤)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۷٤ (۲) ایضاً ، ص ۳۱٤ (۳) مکاتیب ، ص ٤ (٤) اردوی معلی ، ص ۳۹۵

انھی کو دوسرے خط مین لکھا ھے :

"۵ دن تاریخ صدر مین لکھ آیا ھون . کاتب کا نام غالب ھو کہ دستخط سی پہچان جاؤ ." (۱)

ایك اور خط مین تحریر کیا ھے :

"۶ دسمبر سنہ ۱۸۶۵ ع کی بدھ کا دن صبح کی آٹھ بجا چاھتی ھین . کاتب کا نام غالب ھو کہ تم جانتی ھوگی ." (۲)

چودھری عبد الغفور سرور کو بالکل نئے انداز سے لکھا ھے :

"کاتب وھی ھی جو لفافۂ ملفوفہ کا مکتوب الیہ ھو ." (۳)

باقی جن خطوط مین نام سرِ دست موجود نہین ھے اونکے متعلق یہ سمجھنا چاھیے کہ یا تو ناقلون نے نقل کرتے وقت نام چھوڑ دیا اور یا آخر مین نام کے بجائے «غالب» نقش کی مہر ثبت تھی ، جو نقل کرنے سے رہ گئی. ورنہ مین نے جسقدر میرزا صاحب کے سرکاری اور نجی خطوط دیکھے ھین اون مین سے ایك بھی نام یا مہر سے خالی نہین ھے .

تاریخ کتابت خطوط

میرزا صاحب خط کی تاریخ بھی ھمیشہ ایك انداز سے نہین لکھا کرتے تھے . اونکی تنوع پسند طبیعت اس خشك جزوِ مکتوب مین بھی نئے شگوفے کھلاتی ، اور وہ کبھی آغاز مین کبھی درمیان مین اور کبھی آخر مین تاریخ ثبت کرتے . تاریخ کے ساتھ ساتھ بعض وقت دن گھڑی اور سال بھی تحریر کرتے تھے . انگریزی و ھجری تاریخون مین سے اونکے ھان بسا اوقات صرف انگریزی یا صرف ھجری اور کبھی کبھی دونون پائی جاتی ھین . مگر سنین لکھنے کا التزام کم اور علامتِ ھجری و عیسوی کا التزام کمتر ھے .

آغاز کی تاریخ

میرزا صاحب موجودہ یوروپین طرز کے مطابق القاب وآداب سے قبل تاریخ بہت کم لکھتے تھے . اونکے ھان القاب کے بعد آغازِ مطلب مین تاریخ زیادہ ھوتی ھے . چنانچہ میر مہدی مجروح کو لکھتے ھین :

(۱) اردوی معلی ، ص ٤۳٤ (۲) ایضاً ، ص ٤٤۲ (۳) ایضاً ، ص ۱۳۳

« میان ! آج یکشنبہ کا دن ساتوین فروری کی اور شاید بائیسوین جمادی الثانی کی ھی ۔ دو پہر کی وقت شیخ مشرف علی رھنی والی استاد حامد کی کوچہ کی میری پاس آئی ، اور اونھون نی تمھارا خط لکھا ھوا ۱۵ جمادی الثانی کا دیا ۔ » (۱)

یوسف مرزا صاحب کو لکھا ھے :

« آؤ صاحب ! میری پاس بیٹھ جاؤ ۔ آج یکشنبہ کا دن ھی ساتوین تاریخ رمضان کی اور اونیسوین اپریل کی ۔ » (۲)

مرزا تفتہ کو تحریر کرتے ھین :

« آج منگل کی دن پانچوین اپریل کو تین گھڑی دن رھی ڈاك کا ھرکارہ آیا ۔ » (۳)

نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا ھے :

« چار شنبہ ۱۸ مئی ... بقول عوام باسی عید کا دن صبح کا وقت ۔ » (٤)

نواب انور الدولہ بہادر کو لکھتے ھین :

« خداوند نعمت ! آج دو شنبہ ٦ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ھی ۔ اسوقت کہ بارہ پر تین بجی ھین ، عطوفت نامہ پہنچا ۔ » (۵)

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو تحریر کیا ھے :

« جنابعالی ! آج دو شنبہ ۳ جنوری سنہ ۱۸۵۹ کی ھی ۔ پہر دن چڑھا ھوگا کہ ابر گھر رھا ھی ۔ ترشح ھورھا ھی ۔ ھوا سرد چل رھی ھی ۔ پینی کو کچھ میسر نہین ۔ ناچار روٹی کھائی ھی ۔ » (٦)

وسط کی تاریخ

مطالب کے ضمن مین میرزا صاحب تاریخ اسطرح لکھتے ھین کہ بظاھر پڑھنے والے کو تاریخ نویسی کا خیال نہین گزرتا ۔ بلکہ تاریخ بھی منجملۂ مطالب معلوم ھوتی ھے ۔ مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا ھے :

« تمھاری پاس جو قاطع برھان پہنچی ھی اگر چھاپی کی ھی تو صحیح ھی ۔ جہان تردد ھو غلطنامۂ ملحقہ مین دیکھ لو ۔ زیادہ انکشاف منظور ھو مجھ سی پوچھ لو ۔ اور اگر قلمی ھی تو درجۂ اعتبار سی ساقط ھی ۔ اوسکو میری تالیف نہ سمجھو ۔ بلکہ مجکو مول لیلو اور اوسکو پھاڑ ڈالو ۔

" آج یوم الخمیس ۱۹ جون المبارك بارہ پر تین بجی تمھارا خط آیا ۔ اودھر پڑھا ، ادھر جواب لکھنی بیٹھا ۔ یہانتك لکھ چکا تھا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی آئی ۔ تمھارا خط اونکو دیا ۔ وہ پڑھ رھی ھین ۔ ھم لکھ رھی ھین ۔ ابر آیا ھوا ھی ۔ ھوا سرد چل رھی ھی " ۔ » (۷)

شاہ عالم صاحب مارھروی کو تحریر کیا ھے :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۵٦ (۲) ایضاً ، ص ۳۳۰ (۳) ایضاً ، ص ٤۵ (٤) ایضاً ، ص ٤٤٦
(۵) ایضاً ، ص ۲۹۵ (٦) ایضاً ، ص ۲۷۵ (۷) ایضاً ، ص ٤۱۲

« یای تحتانی لکھ چکا تھا کہ ایك چپراسی آیا ، اور اوسنی خط تمھاری نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نی سلام کہا ھی اور یہ خط دیا ھی . اب مین یہ خط اپنا مع اونکی خط کی ڈاك گھر مین بھیجتا ھون . صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۸ صفر اور ۲۵ اگست کی ھی . ڈپٹی صاحب چاندنی چوك حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی مین رہتی ھین . » (۱)

میر مہدی مجروح کو لکھتے ھین :

تمھاری شکایتھای بیجا کا جواب یہ ھی کہ تم نی جو خط مجکو پانی پت سی بھیجا تھا ، اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی ، مین نی تجویز کرلیا تھا کہ جب کرنال سی خط آئیگا تو مین جواب لکھونگا . آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ، ابھی کھانا پکا بھی نہین ، تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمھارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا . » (۲)

خاتمہ کی تاریخ

خاتمہ کی تاریخ مین بھی میرزا صاحب موجودہ رسمِ تحریر کی مخالفت کرتے نظر آتے ھین . اونکے ھان آخری تاریخ کا مذکور بھی ضمنِ مطالب مین ھوتا ھے . البتہ عرایض مین دو چار مقامات کے علاوہ ھر جگہ خط ختم کرنیکے بعد نام سے قبل یا بعد تاریخ ثبت کی ھے . مثلاً مرزا حاتم علی مہر کو لکھا ھے :

« دو شنبہ کا دن ۲۰ دسمبر کی صبح کا وقت ھی . انگیٹھی رکھی ھوئی ھی . آگ تاپ رھا ھون ، اور خط لکھ رھا ھون . یہ اشعار یاد آگئی . تمکو لکھ بھیجی . والسلام . » (۳)

منشی حبیب اللہ خان ذکا کو تحریر کیا ھے :

« جواب خط کا طالب غالب . سہ شنبہ از روی جنتری ۲٦ اور از روی رویت ۲۵ رجب سنہ ۱۲۸۳ ھ اور ٤ دسمبر سنہ ۱۸٦٦ ع . » (٤)

نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھتے ھین :

” « ٦ دسمبر سنہ ۱۸٦۵ ع کی بدہ کا دن صبح کی آٹھ بجا چاھتی ھین . کاتب کا نام غالب ھی کہ تم جانتی ھوگی . » (۵)“

انھی کو لکھتے ھین :

« ... مرقومۂ شنبہ یکم جون وقت صبح چھہ بجی سات کی عمل مین . » (٦)

خاتمہ مین اعادۂ تاریخ

کبھی کبھی میرزا صاحب آغاز مین تاریخ لکھدینے کے بعد خاتمہ مین

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۰۲ (۲) ایضاً ، ص ۱۸۰ (۳) ایضاً ، ص ۲٦۷
(٤) ایضاً ، ص ٤۳ (۵) ایضاً ، ص ٤٤۲ (٦) ایضاً ، ص ٤۰۸

اوسکا دوباره اجمالی ذکر کرتے هین. مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بهادر کو لکھا هے:

« دن تاریخ اپنا نام آغاز کتابت مین لکھ آیا هون. اب ارسال جواب کی تاکید کی سوا اور کیا لکھون.» (١)

انهی کو ایك اور خط مین لکھتے هین:

« دن تاریخ صدر مین لکھ آیا هون. کاتب کا نام غالب هی که دستخط سی پهچان جاؤ.» (٢)

انهی کو سه باره تحریر کیا هے:

« تاریخ اوپر لکھ آیا. نام اپنا بدلکر مغلوب رکھ لیا هی.» (٣)

وقت کتابت کا ماحول

بعض اوقات میرزا صاحب تاریخ کے علاوه خط لکھتے وقت کی حالت کا نقشه بهی مکتوب الیه کی نگاهون کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے، تا که مکتوب الیه یه محسوس کرکے که خود میرزا صاحب کے پاس بیٹھا هوا اونکی زبان سے مکتوبه واقعات سن رها هے. مطالبِ خط سے زیاده لطف اندوز هو. مثلاً گرمی کا موسم هے. رامپور کے پهلے سفر سے واپس دلی پهنچے هین. میر مهدی مجروح کی فرمایش پر رودادِ سفر لکھی هے. اسکے آخر مین فرماتے هین:

« کوٹھری مین بیٹھا هون. ٹٹی لگی هوئی هی. هوا آرهی هی. پانی کا جهجر دهرا هوا هی. حقه پی رها هون. یه خط لکھ رها هون. تم سی باتین کرنی کو جی چاها. یه باتین کرلین.» (٤)

برسات کے موسم مین خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کو تحریر کرتے هین:

« پهر دن چڑها هوگا که ابر گهر رها هی. ترشح هو رها هی. هوا سرد چل رهی هی. پینی کو کچھ میسر نهین. ناچار روٹی کهائی هی.

افقها پر از ابر بهمن مهی * سفالینه جام من از می تهی

غمزده و دردمند بیٹھا تها که ڈاك کا هرکاره تمهارا خط لایا.» (٥)

نواب انور الدوله بهادر کو لکھتے هین:

---

(١) اردوی معلی، ص ٤٤٨ (٢) ایضاً، ص ٤٣٤ (٣) ایضاً، ص ٣٩٥
(٤) ایضاً، ص ١٦٢ (٥) ایضاً، ص ٢٧٥

« پیر و مرشد ! شب رفتہ کو مینھ خوب برسا ۔ ھوا مین فرط برودت سی گزند پیدا ھوگیا ۔ اب صبح کا وقت ھی ۔ ھوا ٹھنڈی بی گزند چل رھی ھی ۔ ابر تنك محیط ھی ۔ آفتاب نکلا ھی ؛ پر نظر نہین آتا ھی ۔ » (۱)

انھی کو ایك اور خط مین لکھا ھے :

پیر و مرشد ! ۱۲ بجی تھی ۔ مین ننگا اپنی پلنگ پر لیٹا ھوا حقہ پی رھا تھا کہ آدمی نی آکر خط دیا ۔ مین نی کھولا ۔ پڑھا ۔ بھلی کو انگرکھا یا کرتا گلی مین نہ تھا ۔ اگر ھوتا تو مین گریبان پھاڑ ڈالتا ۔ حضرت کا کیا جاتا ؟ میرا نقصان ھوتا ۔ » (۲)

میرزا صاحب کا املا

میرزا صاحب اردو الفاظ کے املا مین یایِ معروف و مجھول اور ھایِ سادہ و مخلوط کا فرق نہین کرتے ۔ اور ابتدائی الفِ مکسورہ و مضمومہ کے فرق کیلئے ھمیشہ موخر الذکر کو باضافۂ (و) تحریر کرتے ھین ۔ چانچہ اونکے ھان «اُس» بواو اور «اِس» بغیرِ واو پایاجاتا ھے ۔ بعض الفاظ مختلف خطوط مین مختلف املا سے لکھے ھین ۔ مثلًا ھاتھ کو کبھی «ھاتھہ» اور کبھی «ھات» لکھا ھے ۔

انگریزی الفاظ کا تلفظ بھی بیشتر غلط کیا ھے ۔ اسی لئے اونکا املا بھی درست نہین ھے ۔ مثلًا «پنشن» کو «پنسن» اور «لارڈ» کو «لاڑد» اور «بورڈ» کو «بوڑد» لکھتے ھین ۔[۳] اسیطرح ایك دو جگہ عربی الفاظ کو بھی غلط لکھا ھے ۔ مثلًا «بالکل» کو «باالکل» دو الفون کیساتھ لکھدیا ھے ، جو درست نہین ۔[٤]

ایك پیراگراف کے خاتمہ اور دوسرے کے آغاز کے اظہار کیلئے کبھی تو نئے پیرا کے پہلے حرف پر اس شکل (ــ) کی علامت بناتے ھین ، اور کبھی بارہ کا ھندسہ لکھتے ھین ، جو لفظِ «حد» کا عدد ھے ۔ مرزا حاتم علی مہر کو اس عدد کے التزام کی وجہ بھی لکھی ھے ۔ فرماتے ھین :

« صاحب ! بندۂ اثنا عشری ھون ۔ ھر مطلب کی خاتمہ پر بارہ کا ھندسہ کرتا ھون ۔ » (۵)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۰۰ (۲) ایضاً ، ص ۳۰۳ (۳) مکاتیب ، ص ۱۲ و ۱۵ و ۲۲ و ۱۱۰
(٤) ایضاً ، ص ۳۳ (۵) اردوی معلی ، ص ۲۵۷

ھجری اور عیسوی سنہ کے اظہار کیلئے میرزا صاحب «ھ» اور «ع» بھی استعمال کرتے تھے۔ لیکن اسکا التزام نہین پایا جاتا۔

میرزا صاحب کا رسم الخط

میرزا صاحب کا خط نہایت پختہ شفیعا آمیز نستعلیق تھا۔ چونکہ وہ ایرانی اداؤن کے دلدادہ تھے، اسلئے خط سے ولایتی شان زیادہ نمایان ھے۔ مگر آخرِ عمر مین رعشہ پیدا ھوجانے سے دائرون اور کشش مین پہلی سی خوش نمائی باقی نہین رھی تھی۔ چنانچہ ان خطون کے دیکھنے سے پہلی نظر مین ھاتھ کی تھرتھراھٹ کا احساس ھوتا ھے۔

سامان کتابت۔ کاغذ

میرزا صاحب کے خطوط مین سامانِ خط و کتابت کا بھی ذکر آیا ھے۔ اسلئے اوسپر ایك اجمالی نظر نامناسب نہوگی۔

میرزا صاحب بالعموم باریك ولایتی کاغذ استعمال کرتے تھے، جو نیلگون یا سفید یا گلابی ھوتا۔ دربارِ رامپور مین اونکی جسقدر عرضیان پیش ھوئی ھین وہ بجز ایك دو کے تمام اسی قسم کے گران قیمت کاغذ پر لکھی ھوئی ھین۔ لیکن منشی سیلچند اور خلیفہ احمد علی صاحب کے نام کے خطوط گھٹیا کاغذ پر ھین۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ھے کہ میرزا صاحب کاغذ کے انتخاب کیوقت مکتوب الیہ کی حیثیتِ دنیوی کا لحاظ رکھتے تھے۔

بعض اوقات تنگدستی کے سبب میرزا صاحب کے پاس کاغذ کا ذخیرہ ختم ھوجاتا، تو جواب دینے کیلئے روپیہ کا انتظار کرنے کے عوض کتاب مین سے سادہ ورق پھاڑ لیتے تھے۔ ۸ نومبر سنہ ۱۸۵۹ع کو میر مہدی مجروح کو لکھتے وقت یہی ترکیب استعمال کرنی پڑی تھی۔ چنانچہ اوسی خط مین فرماتے ھین:

«بھائی! نہ کاغذ ھے، نہ ٹکٹ ھے۔ اگلے لفافون مین سے ایك بیرنگ لفافہ پڑا ھے۔ کتاب مین سے یہ کاغذ پھاڑ کر تمکو خط لکھتا ھون، اور بیرنگ لفافہ مین لپیٹ کر بھیجتا ھون۔ غمگین نہ ھونا۔ کل شام کو کچھ فتوح کہین سے پہنچ گئی ھے۔ آج کاغذ و ٹکٹ منگا لونگا۔» (۱)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۱۵۵

قلم

معلوم هوتا هے که میرزا صاحب کے زمانه تك لوهے کے قلم کا رواج نهوا تها. وه نیزے کا قلم استعمال کرتے، اور اوسے خود هی بناتے تهے. چنانچه ایك مرتبه قلم بنانے مین چاقو سے انگوٹها زخمی هوگیا، اور منشی شیو نرائن کے خط کے جواب مین تاخیر هوئی، تو میرزا صاحب نے تحریر کیا تها:

«صاحب! تم خط کے جواب نه بهیجنے سے گهبرا رهے هوگے. حال یه هے که قلم بنانے مین میرا هاتھ انگوٹهے کے پاس سے زخمی هوگیا اور ورم کر آیا. چار دن روٹی بهی مشکل سے کهائی گئی هے. بهر حال اب اچها هون.» (۱)

یه سنه ۱۸۵۸ ع کا واقعه تها. لیکن آخرِ عمر مین رعشه کے سبب خود قلم نه بنا سکتے. لڑکون سے بنوالیتے تهے. ۱۳ مارچ سنه ۱۸۶۷ ع کو نواب خلد آشیان کو لکهتے هین:

«اس درویش کا حال اب قابل گزارش نهین. امراض قدیم بڑھ گئے. دوران سر اور رعشه اور ضعف بصر تین بیماریان نئی پیدا هوئی هین. قلم نهین بنا سکتا. لڑکون سے بنوا لیتا هون. برسون کی بات نهین رهی. هفتون کی یا مهینون کی زندگی ره گئی هے.» (۲)

لفافے

میرزا صاحب ساده کاغذ کے مستطیل لفافے استعمال کرتے تهے. بعض اوقات اونکے حاشیون پر باریك بیل بوٹے بهی بنے هوتے. لیکن اوسوقت تك ڈاکخانه کے ٹکٹ چهپے هوئے لفافے مروج نه تهے. اسلئے یه سب دیسی ساخت کے هوتے تهے.

خود میرزا صاحب بهی وقت گزاری کیلئے لفافے بنالیا کرتے تهے. ایکبار منشی شیو نرائن اکبرآبادی نے خود ساخته لفافون کے استعمال سے خیال کیا که تنگدستی کے سبب میرزا صاحب ایسا کرتے هین. اور یه سوچکر میرزا صاحب کو لفافون کا ایك بنڈل روانا کیا. میرزا صاحب نے اس سے مطلع هوکر لکها:

«لفافون کی خبر پهنچی. آپ نے کیون تکلیف کی. لفافے بنانا دل کا بهلانا هے. بیکار آدمی

(۱) اردوی معلی، ص ۳۶۲ (۲) مکاتیب، ص ۹۱

کیا کری ۔ بہر حال جب لفافی پہنچ جائینگی ، ہم آپکا شکر بجا لائینگی ۔ هرچه از دوست میرسد نیکوست ۔ » (۱)

لیکن اس کرمفرما نے لفافون کے اوپر « از مقام ، در مقام ، تاریخ و ماه » طبع کرا کے بھیجے ۔ میرزا صاحب ان چوچلون کو ناپسند کرتے تھے ۔ اونھون نے یہ ھدیہ دوستون مین تقسیم کردیا ، اور جب منشی صاحب نے ۱۸ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ ع کو دوبارہ اوسی قسم کے لفافے ارسال کئے ، تو اونہین لکھا :

« برخوردار ! آج اسوقت تمھارا خط مع لفافون کی لفافی کی آیا ۔ دل خوش هوا ۔ بھائی ! مین اپنی مزاج سی ناچار هون ۔ یہ لفافی « از مقام و در مقام و تاریخ و ماہ » مجکو پسند نہین ۔ آگی جو تم نی مجھی بھیجی تھی وہ بھی مین نی دوستون کو بانٹ دیی ۔ اب یہ لفافون کا لفافہ اس مراد سی بھیجتاهون کہ انکی عوض یہ لفافی جو « در مقام و از مقام » سی خالی هین ، جن مین تم اپنی خط بھیجا کرتی هو ، مجکو بھیجدو ، اور یہ لفافی اوسکی عوض مجھ سی لیلو ۔ اور اگر اوسطرح کی لفافی نہون تو انکی کچھ ضرورت نہین ۔ » (۲)

اسکے بعد منشی صاحب نے جو کیا اوسکے متعلق کچھ معلوم نہین ۔ لیکن منشی نبی بخش صاحب کے نام کے مکتوب مورخۂ ۲۲ ستمبر سنہ ۵۸ ع سے یہ ضرور پتا چلتا ھے کہ سنہ ۵۸ ع مین لفافہ سازی کا خاصہ مشغلہ رھا تھا ۔ فرماتے ھین ۔

« اللہ ! اللہ ! یہ دن بھی یاد رھین گی ۔ خط سی خط لکھی گئی هین ۔ مجکو اکثر اوقات لفافی بنانی مین گزرتی هین ۔ اگر خط نہ لکھونگا تو لفافی بناؤنگا ۔ » (۳)

ٹکٹ

میرزا صاحب پوسٹ پیڈ خط بھیجنے کے پابند تھے ، اور بالعموم پتہ کے داھنی یا بائین جانب کبھی اوپر اور کبھی نیچے ٹکٹ چسپان کرتے تھے ۔ ایسے خطوط پر اونھون نے ھمیشہ « پوسٹ پڈ » بھی لکھا ھے ۔ بعض اوقات ٹکٹ کے اوپر « اسد » بھی لکھدیا کرتے تھے ۔

روشنائی

میرزا صاحب ھمیشہ سیاہ روشنائی استعمال کرتے تھے ، جو عموماً بہت روشن اور پختہ ھوتی ۔ آخری ایام کے خطوط مین پھیکی روشنائی بھی نظر آتی ھے ۔ جسکی وجہ خود میرزا صاحب کی « قلمدانِ انشا » سے بے توجھی

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۴۹ (۲) ایضاً ، ص ۳۶۵ (۳) ایضاً ، ص ۲۷۲

ہوگی. ضرورت کے وقت لڑکون کے قلم اور اونہی کی روشنائی سے لکھا کرتے ہونگے، اور خود «لوح و قلم» کی درستی اور اهتمام سے اسلئے احتراز کرنے لگے ہونگے، کہ اب اونهین ان دونون کی شہادت کی ضرورت نہ تهی. عالمِ ادب اونکا لوہا مان چکا تھا.

قواعد ڈاک کی پابندی

میرزا صاحب ڈاک کے قاعدون کے سخت پابند تھے. وہ خود بهی خلاف ورزیِ قانون سے احتراز کرتے، اور احباب کو بهی اسی امر کی هدایت کرتے رہتے تھے. ایکبار منشی حبیب الله خان ذکا کو لکھا هے:

«خط مین خط ملفوف کرنا جانب حکام سی ممنوع هی. اگر یون نهوتا تو مین اونکی نام کا خط تمهاری خط مین ملفوف کرکی بهیجتا.» (۱)

منشی غلام بسم الله صاحب نے اپنی غزل کیساتھ ایک منصف صاحب کی غزل بهی ارسال کردی تهی. اونکی اس سهل انگاری پر سرزنش کرتے ہوے لکھتے هین:

«سنیے حضرت! خط مین خط (کا) تداخل برا هی. اگر یہان کی ڈاک مین کبهی خط کهل گیا، تو مجھسی پچاس روپیه لئی جائینگی، یا قید کا حکم هوگا. آینده آپ خط جداگانه بهیجا کیجی. اس باب مین تاکید جانیے. کوئی حیله جواز کا آپ کی طرف سی مسموع نهوگا.» (۲)

چودهری عبد الغفور صاحب نے پارسل مین کچھ خط رکھدیے تھے. اونکو تحریر کرتے هین:

«پارسل مین خطوط بهیجنی محل اندیشه هی. خدا نی بچایا. چونکه اب وہ خط آپکی کچھ کام کی نه سمجها، از راہ احتیاط پارسل مین سی نکال لیے.» (۳)

ایکبار تفته کے نام ایک پارسل حسبِ قاعده ایک آنے کا ٹکٹ چسپان کرکے ڈاک خانه بهیجا. جو شخص پارسل لیکر گیا تھا، اوسنے غلطی سے خطون کے بکس مین پارسل ڈالدیا. میرزا صاحب نے واقعه سے مطلع هوکر تفته کو لکھا:

«صاحب! کل پارسل اشعار کا ایک آنه کا ٹکٹ لگاکر اور اوسپر یه لکھکر که یه پارسل هی، خط نهین هی، ڈاک مین بهیجدیا. ڈاک منشی نی کها که خطون کی صندوق مین ڈالدو. خدمتگار

(۱) اردویِ معلی، ص ۳۹ (۲) عودهندی، ص ۱۸۶ (۳) اردوی معلی، ص ۱۳۷

ناخواندہ آدمی۔ اوسکا حکم بجا لایا، اور اوسکو خطوں کی صندوق مین ڈال آیا۔ وہ لفظ کہ «یہ خط نہین ھی پارسل ھی» دست آویز معقول ھی۔ اگر وھان کی ڈاکیے تم سی خط کا محصول مانگین، تو تم اوس جملہ کی ذریعہ سی گفتگو کر لینا۔» (۱)

در اصل میرزا صاحب کی احتیاط کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایکبار تفتہ کی غلطی کا خمیازہ بھگت چکے تھے، اور غالباً پارسل کو خطوں کے بکس مین ڈالدینے کی وجہ سے اونکو پوسٹ پیڈ پارسل کا مزید محصول ادا کرنا پڑا تھا۔ ۲۸ جولائی سنہ ۱۸۵۸ع کو یہ واقعہ خود تفتہ کو لکھا ہے:

«میرزا تفتہ! کل قریب دو پہر کی ڈاک کا ھرکارہ، وہ جو خط بانٹا کرتا ھی، آیا، اور اوسنی پارسل موم جامی مین لپٹا ھوا دیا۔ پہلی تو حیران رھا کہ پاکٹ خطوں کی ڈاک مین کیون آیا؟ باری جب اوسکی تحریر دیکھی تو تمھاری ھات کا پیم فلٹ لکھا ھوا اور دو ٹکٹ لگی ھوی۔ مگر اوسکی آگی کالی مہر اور کچھ انگریزی لکھا ھوا۔ ھرکارہ نی کہا کہ ایک روپیہ دس آنی دلوائیے۔ دلوادیی، اور پارسل لی لیا۔ مگر حیران کہ یہ کیا پیچ پڑا؟ قیاس ایسا چاھتا ھی کہ تمھارا آدمی جو ڈاک گھر گیا اس کو خطوں کی بکس مین ڈال آیا۔ ڈاک کی کارپردازون نی غور نہ کی، اور اوسکو بیرنگ خطوں کی ڈاک مین بھیجدیا۔» (۲)

پوسٹ مین کا لطیفہ

ایکبار پوسٹ مین کی غفلت سے ایک دلچسپ لطیفہ پیدا ہوگیا تھا۔ واقعہ یہ ھوا کہ میرزا صاحب کے نام ایک خط آیا۔ اوس کے پتہ مین مکتوب الیہ کے نام کے ساتھ جو تعظیمی الفاظ استعمال ہوے تھے، اونمین ایک لفظ «کیشان» بھی تھا۔ ڈاکیے نے اوسے «کپتان» پڑھا، اور میرزا صاحب کی خدمت مین مبارکباد پیش کرکے طالبِ انعام ھوا۔ میرزا صاحب نے نواب انور الدولہ بہادر شفق کو یہ واقعہ لکھا ہے۔ فرماتے ھین:

«ایک لطیفۂ نشاط انگیز سنیے۔ ڈاک کا ھرکارہ، جو بلیماروں کی خطوط پہنچاتا ھی، اندنون مین ایک بنیا پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلان ناتھ ڈھمک داس ھی۔ مین بالاخانہ پر رھتا ھون۔ حویلی مین آکر اوسنی داروغہ کو خط دیا۔ اور اوسنی خط دیکر مجھسی کہا کہ ڈاک کا ھرکارہ بندگی عرض کرتا ھی، اور کہتا ھی کہ مبارک ھو! آپ کو، جیسا کہ دلی کی بادشاہ نی نوابی کا خطاب دیا تھا، اب کالپی سی خطاب کپتانی کا ملا۔ حیران کہ یہ کیا کہتا ھی؟ سرنامہ کو غور سی دیکھا۔ کہین قبل از اسم «مخدوم نیازکیشان» لکھا تھا۔ اوس قرم ساق نی اور الفاظ سی قطع نظر کرکی «کیشان» کو کپتان پڑھا۔» (۳)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۱۰۹ (۲) ایضاً، ص ۵۸ (۳) ایضاً، ص ۳۰۰

بیرنگ خطوط

اگرچـه قانونِ ڈاك کی رو سے بیرنگ خطوط ارسال کرنا ممنوع نہین ، لیکن میرزا صـاحب اسے قانونِ محبت و اخلاق کے خلاف جانتے ، اور اسلئے بغیر کسی معقول وجه کے کبھی بیرنگ خط نہین لکھتے تھے . سید احمد حسن مودودی کو ایك بیرنگ خط لکھتے ہوے فرماتے ھین :

« میرا شیوہ نہین ھی خط بیرنگ بھیجنا . » (۱)

میرزا صاحب اپنے ھر بیرنگ خط مین بیرنگی کی وجه بھی لکھدیا کرتے تھے . چنانچه وه یا تو اوسوقت بیرنگ خط لکھا کرتے جبکه

۱) اونکے پاس ٹکٹ موجود نہوتا . خواه اسلئے که جیب اسکی اجازت ندیتی ، یا بر وقت ڈاکخانه سے حصول دشوار ھوتا . مگر اس عذر کیلئے بے تکلف احباب اور شاگرد مخصوص تھے . میر مہدی مجروح کو ایك بیرنگ خط مین لکھا ھے :

« بھائی ! نه کاغذ ھی ، نه ٹکٹ ھی . اگلی لفافون مین سی ایك بیرنگ لفافه پڑا ھی . کتاب مین سی یه کاغذ پھاڑ کر تمکو خط لکھتا ھون ، اور بیرنگ لفافه مین لپیٹ کر بھیجتا ھون . غمگین نہونا . کل شام کو کچھ فتوح کہین سی پہنچ گئی ھی . آج کاغذ و ٹکٹ منگا لونگا . » (۲)

اسیطرح نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھتے ھین :

« بھائی ! سچ تو یون ھی که اندنون مین میری پاس ٹکٹ نہین . اگر بیرنگ بھیجون توکہار مانده . اوٹھ نہین سکتا . ڈاك گھر تك جاؤ کون ؟ » (۳)

نواب شہاب الدین احمد خان بہادر کو زیاده مُضحکانه انداز مین تحریر کیا ھے :

" « آج میری پاس ٹکٹ ھی نه دام . معاف رکھنا . والسلام . » " (٤)

۲) اور یا اوسوقت بیرنگ خط ارسال کرتے که اوسکے تلف ھوجانے کا خطره ھوتا . اور چونکه تلف ھوجانیکا خطره اھم مکاتیب کے سلسله مین زیاده ناپسندیده معلوم ھوتا ھے ، اور اھم مکاتیب بے تکلف اور با تکلف دونون قسم کے مکتوب الیه کو لکھے جاتے ھین ، بنابرین اس عذر کے ماتحت

(۱) اردوی معلی ، ص ۲٤٤ (۲) ایضاً ، ص ۱۵۵ (۳) ایضاً ، ص ٤۲۵ (٤) ایضاً ، ص ۲۹۱

میرزا صاحب نے والیانِ ریاست تك کو بیرنگ خطوط لکھے هین ۔ چنانچه ایکبار نواب انور الدوله بهادر نے خط نه لکھنے کی شکایت کی، تو اوسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا :

« سونچتا هون که دونون خط بیرنگ گئی تهی ۔ تلف هونا کسیطرح متصور نهین ۔ » (۱)

در اصل میرزا صاحب یه سمجھتے تھے که ڈاکیا بیرنگ خط ضایع نهین کرتا ۔ بلکه کوشش کرکے مکتوب الیه تك خط پهنچاتا هے، تاکه اوس سے محصولِ ڈاك وصول کرسکے ۔ یه خیال سید احمد حسن مودودی کے خط مین ظاهر بھی کیا هے ۔ فرماتے هین :

« یه خط عمداً بیرنگ بھیجتا هون ۔ کهتے هین که پیڈ کی تلف هونیکا احتمال هو، اور بیرنگ کا نهین ۔ » (۲)

سیف الحق سیاح کو لکھتے هین :

« پیڈ خط گاه گاه تلف بهی هوجاتا هی ۔ نظر اس بات پر یه خط تم کو بیرنگ بھیجتا هون ۔ تاکه ضایع نهونیکا احتمال قوی رهی ۔ » (۳)

چودھری عبد الغفور سرور کو ضروری خطوط کے بیرنگ ارسال کرنے کی هدایت کرتے هوے لکھتے هین :

« ایك قاعده آپ کو بتاتا هون ۔ اگر اوسکو منظور کیجی گا تو خطوط کی نه پهنچنی کا احتمال اوٹھ جائیگا ، اور رجستری کا درد سر جاتا رهیگا ۔ آده آنه نه سهی ، ایك آنه سهی ۔ آپ بهی خط بیرنگ بھیجا کیجی ، اور مین بهی بیرنگ بھیجا کرون ۔ اسٹامپ پیڈ خطوط تلف بهی هوتی هین ۔ اس قاعده کا جیسا که مین واضع هوا هون بادی بهی هوا ، اور یه خط بیرنگ بھیجا ۔ » (٤)

مولوی عزیز الدین صاحب نے قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے خط ارسال کرنیکی اطلاع اور اوسکے جواب نه لکھنے کی شکایت کی، تو اوسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا :

« خط از روی احتیاط بیرنگ بھیجا هی ۔ پوست پڈ خط اکثر تلف هو جاتی هین ۔ چنانچه قاضی عبد الجمیل صاحب کا خط ، جسکا آپ نی ذکر لکھا هی ، آنکھین پھوٹ جائین اگر مین نی دیکھا هو ! آپ اون سی میرا سلام نیاز کهیی ، اور خط کی نه پهنچنی کی اونکو خبر پهنچائیی ۔ » (٥)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۰٤ (۲) ایضاً ، ص ۲٤٤ (۳) ایضاً ، ص ۱٤
(٤) عود هندی ، ص ۳۳ (٥) اردوی معلی ، ص ۲۱۷

والی بھرتپور کا انتقال ہوا اور یہ خبر دلی پہنچی، تو میرزا صاحب کو فکر ہوئی که کہین جانی جی، جو مرزا تفتہ کے مربی تھے، معزول تو نہین کردیے گئے. اس خبر کے استفسار کیلئے مرزا تفتہ کو خط لکھا اور اوس مین ہدایت کی که

"واسطی خدا کی! نه مختصر نه سرسری بلکه مفصل اور منقح جو کچھ واقع ہوا ہو، اور جو صورت ہو، مجکو لکھو، اور جلد لکھو، که مجھپر خواب و خور حرام ہی". کل شام کو مین نی سنا. آج صبح قلعه نہین گیا، اور یه خط لکھکر از راه احتیاط بیرنگ روانه کیا ہی. تم بھی اسکا جواب بیرنگ روانه کرنا. آدھ آنا ایسی بڑی چیز نہین. ڈاك کی لوگ بیرنگ خط کو ضروری سمجھ کر جلد پہنچاتی ہین، اور پوسٹ پڈ پڑا رهتا ہی. جب اوس محله مین جانا ہوتا ہی تو اوسکو بھی لیجاتی ہین." (۱)

«دستنبو» کی طباعت کے متعلق ضروری ہدایتین بیرنگ خط مین لکھکر فرماتے ہین:

"واسطی تاکید کی بیرنگ بھیجا گیا." (۲)

اسیطرح منشی حبیب الله خان ذکا کو ایك ضروری خط بیرنگ لکھکر از راهِ معذرت فرماتے ہین:

"بھائی! یه خط از راه احتیاط بیرنگ بھیجتا ہون." (۳)

نواب فردوس مکان کی خدمت مین ایك عریضه، جو اونکی والدهٔ ماجده کی تعزیتِ وفات کے متعلق تھا، ارسال کیا ہے، اور اوسکا جواب نه پاکر دوسرا عریضه بیرنگ ارسال کرتے ہوے آخر مین از راهِ معذرت لکھتے ہین:

"پرسون ایك قطعه جناب بیگم صاحبه و قبله کی تاریخ وفات کا بھیجا ہی. یقین ہی که پہنچیگا. از راه احتیاط وه قطعه اس ورق مین پھر لکھتا ہون، اور نیز از راه احتیاط یه خط بیرنگ روانا کرتا ہون." (٤)

میرزا صاحب پوسٹ پیڈ خط کے ضایع ہوجانے کے اسدرجه قایل تھے که جب اونہین کوئی خط نه ملتا تو وه اسے ڈاکخانه کی سہل انگاری پر محمول کرکے یه لکھدیا کرتے تھے که ڈاك مین ضایع ہوگیا ہوگا. اور اگر کسی دوست

(۱) اردوی معلی، ص ٦١ (۲) ایضاً، ص ۵۰ (۳) ایضاً، ص ٤٣ (٤) مکاتیب، ص ۲۰

ر — مکاتیب غالب

سے جوابِ خط مین تاخیر هوتی، یا انکے مرسله خط کا حواله نهوتا تو باور کرلیتے که خط ڈاك مین تلف هوگیا. ممکن هے اوسوقت ڈاك کا محکمه زیاده منظم نهوا هو. ورنه اس زمانه مین پوسٹ پیڈ خطوط ضایع هوا کرین تو کاروبارِ عالم مختل هوجائے، اور بالخصوص تجارت پیشـه حضرات گورنمنٹ کے اس مفید ترین محکمه کے خلاف قانونی چاره جوئیان کرنے لگین.

میرزا صاحب کا پته

اگرچه باعتبارِ حسَب و نسب میرزا صاحب دلی کے مشاهیر مین شمار کیے جاتے تھے، لیکن اونکی وسیع و مسلسل مراسلت نے اس شهرت مین چار چاند لگادیے تھے. اونکے پاس روزانه هندوستان اور بیرونِ هنـد سے اردو، فارسی اور انگریزی خطوط آتے رهتے، جن مین سرکاری اور نجی هر قسم کی تحریرین هوتی تهین. چونکه اونکو شهر مین هر شخص جانتا تها، اسلئے اونکا خط دلی کے ڈاك خانه مـین پهنچکر کبهی ضـایع نهوتا. اونکی ڈاکخـانه کی معروفیت کی ایك وجه یه بهی تهی که پُورے شهرِ دهلی مین وه اپنے نام کے اعتبار سے وحده لاشریك تهے، اور ڈاکیا اسد الله خان غالب کا مسمی ایك هی ذات کو جانتا تها.

میرزا صاحب کو اپنی اس شهرت و ناموری کا اس درجه پاس تهـا، که کوئی دوست یا شاگرد اونکے مکان کا پته دریافت کرتا، یا اونکے نام کے خط پر لانبا چوڑا پته لکهدیتا، تو وه اس کو اپنی توهین خیال کرتے. چنانچه ایکبـار نواب علاء الدین احمد خان بهادر علائی نے مکان کا پتا دریافت کیـا. میرزا صاحب نے برهم هوکر لکها:

« سنو صاحب! حسن پرستون کا ایك قاعده هی که وه امرد کو دوچار برس گهٹا کر دیکهتی هین. جانتی هین که جوان هو، لیکن بچه سمجهتی هین. یه حال تمهاری قوم کا هی. قسم شرعی کها کرکهتا هون که ایك شخص هی که اوسکی عزت اور نامآوری جمهور کی نزدیك ثابت اور متحقق هی، اور تم صاحب بهی جانتی هو. مگر جبتك اوس سی قطع نظر نه کرو، اور اوس مسخری کو گمنام و ذلیل نه سمجهو تمکو چین نه آئیگا. پچاس برس سی دلی مین

رهتا هون ۔ هزارها خط اطراف و جوانب سے آتے هین ۔ بہت لوگ ایسے هین کہ محلہ نہین لکھتے ۔ بہت لوگ ایسے هین کہ محلۂ سابق کا نام لکھدیتے هین ۔ حکام کے خطوط ، فارسی اور انگریزی ، یہانتك کہ ولایت کے آئے هوے، صرف شہر کا نام اور میرا نام ۔ یہ سب مراتب تم جانتے هو ، اور اون خطوط کو تم دیکھ چکے هو ۔ اور پھر مجھسے پوچھتے هو کہ اپنا مسکن بتا ۔ اگر مین تمھارے نزدیك امیر نہین نہ سہی ۔ اهل حرفه مین سے بھی نہین هون ، کہ جبتك محلہ اور تھانہ نہ لکھا جائے هرکارہ میرا پتا نہ پائے ۔ آپ صرف دھلی لکھکر میرا نام لکھدیا کیجئے ۔ خط کے پہنچنے کا مین ضامن ۔« (۱)

قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی نے پتہ معلوم نہونیکی وجہ سے خط لکھنے مین تردد کا اظہار کیا ۔ اونکو لکھتے هین :

« قبلہ ! آپ کو خط کے بھیجنے مین تردد کیون هوتا هے ؟ هر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے آتے هین ۔ گاہ گاہ انگریزی بھی ۔ اور ڈاك کے هرکارے بھی میرا گھر جانتے هین ۔ پوسٹ ماسٹر میرا آشنا هے ۔ مجکو جو دوست خط بھیجتا هے وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا هے ۔ محلہ بھی ضرور نہین ۔ آپ هی انصاف کرین ، کہ آپ لال کنوان لکھتے رهے ، اور مجکو بلیماروں مین خط پہنچتا رها ۔ خلاصہ یہ کہ خط آپکا کوئی تلف نہین هوا ۔ » (۲)

مولوی حبیب اللہ خان ذکا نے یکے بعدِ دیگرے دو نیاز نامے بھیجے ، مگر میرزا صاحب کی طرف سے جواب نہ ملا ۔ اونھون نے اس کو دلی کے ڈاکخانہ کی غفلت پر محمول کر کے آخری خط بذریعۂ رجسٹری ارسال کیا ، اور اوس مین جواب ندینے کی شکایت لکھی ۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب الفاظ و مطالب کے گل کھلاتے هین :

« میری مشفق ! میری شفیق ! مجھسے هیچ و پوچ کے ماننے والے ! مجھسے بری کو اچھا جاننے والے ! میرے محب ! میرے محبوب ! تمکو میری خبر بھی هے ؟ آگے ناتوان تھا ۔ اب نیمجان هون ۔ آگے بہرا تھا ۔ اب اندھا هوا چاھتا هون ۔ رامپور کے سفر کا رہ آورد هے رعشہ و ضعف بصر ۔ جہان چار سطرین لکھین ، انگلیان ٹیڑھی هوگئین ۔ حرف سوجھنے سے رہگئے ۔ اکہتر برس جیا ۔ بہت جیا ۔ اب زندگی برسون کی نہین ، مہینون کی اور دنون کی هے ۔ پہلا خط تمھارا پہنچا .... دوسرا خط مع غزل آیا ... غزل بعد مشاھدہ تمکو بھیجی گئی ، اور لکھا گیا کہ نوید حصول صحت جلد بھیجو ۔ کل ایك خط رجسٹری دار آیا ۔ گویا ستارۂ دنبالہ دار آیا ۔ حیران کہ ماجرا کیا هے ؟ بارے کھولا اور دیکھا ۔ خط نوید رفع مرض و حصول صحت سے خالی اور شکوہ‌های بیجا سے لبریز ۔ »

(۱) اردوی معلی ، ص ۴۱۸ (۲) ایضاً ، ص ۲۰۷

صاحب! میری نام کا خط جہان سی روانه هو وهین ره جای تو رهجای . ورنه دلی کی ڈاکخانه مین پہنچکر کیا مجال هی جو مجهه تك نه پہنچی ؟ اسیطرح میرا خط یہانکی ڈاکخانی سی نه روانه هو گیا معنی ؟ جہان پہنچی وهان کی ڈاك کی کارپردازون کو اختیار هی . مکتوب الیه کو دین یا ندین . » (١)

مرزا تفته کو ایك خط مین صاف طور پر لکھدیا ھے، که نامور آدمی کیواسطے محله کا پته ضرور نہین ھے . فرماتے ھین :

« بات یه هی که نامور آدمی کیواسطی محله کا پتا ضرور نہین . مین غریب آدمی هون . مگر فارسی انگریزی جو خط میری نام کی آتی هین تلف نہین هوتی . بعض فارسی خط پر پتا محله کا نہین هوتا ، اور انگریزی خط پر تو مطلق پتا هوتا هی نہین . شہر کا نام هوتا هی . تین چار خط انگریزی ولایت سی مجکو آئی . جانی اونکی بلا که بلی مارون کا محله کیا چیز هی . » (٢)

مولانا حاتم علی مہر کو تحریر کیا ھے :

« اور یه بهی آپکو معلوم رهی ، که میری خط کی سرنامی پر محله کا نام لکھنا ضرور نہین . شہر کا نام اور میرا نام . قصه تمام . » (٣)

ایکبار میرزا صاحب نے مکان تبدیل کیا . مرزا تفته کو تردد هوا که یه مکان کس محله مین واقع ھے . اونکے اس تردد کے رفع کرنے کیلئے ارشاد هوا ھے :

« یه مکان به نسبت اوس مکان کی بهشت هی . اور یه خوبی که محله وهی بلیمارون کا . اگرچه هی یون که مین اگر اور محله مین بهی جا رهتا تو قاصدان ڈاك وهین پہنچتی . یعنی اب اکثر خطوط لال کنوی کی پتی سی آتی هین ، اور بی تکلف یہین پہنچتی هین . بهر حال تم وهی « دلی ، بلیمارون کا محله » لکھکر خط بهیجا کرو . » (٤)

تفته هی کو دوباره لکھا تھا :

« میری نام کا کوئی لفافه ضائع نہین جاتا . خدا جانی اوس پر کیا بجوگ پڑا ؟ » (٥)

سید احمد حسن صاحب مودودی کی شکایت پر تحریر کیا ھے :

« میری نام کا لفافه جس شہر سی چلی اوسی شہر کی ڈاك گهر مین رهجای تو رهجای . ورنه دلی کی ڈاکخانه مین پہنچکر کیا امکان هی که تلف هو ؟ » (٦)

ایکبار میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کے نام خط لکھا . ڈاکیے نے غلطی سے کسی دوسرے میر مہدی کو جا دیا . مجروح نے میرزا صاحب کو اسکی اطلاع دی . اس اطلاع پر ارشاد هوتا ھے :

---

(١) اردوی معلی ، ص ٣٧ (٢) ایضاً ، ص ٨٧ (٣) ایضاً ، ص ٢٥١
(٤) ایضاً ، ص ٧٥ (٥) ایضاً ، ص ٦٨ (٦) ایضاً ، ص ٢٤٥

"وہ جو تمنے لکھا تھا کہ تیرا خط میری نام کا میری ہمنام کی ہاتھ جا پڑا." صاحب قصور تمھارا ھی . کیون ایسی شہر مین رہتی ھو جہان دوسرا میر مہدی بھی ھو ؟ مجکو دیکھو کہ مین کب سی دلی مین رھتا ھون . نہ کوئی اپنا ھمنام ھونے دیا . نہ کوئی اپنا (ھم) عرف بننے دیا . نہ اپنا ھم تخلص بہم پہنچایا." (۱)

ابتداءِ مراسلت مین نواب فردوس مکان کے فرامین جامع مسجد کے پتہ سے جاتے تھے . حالانکہ میرزا صاحب آٹھ سات برس سے بلیمارون کے محلہ مین چلے آئے تھے . لیکن اس کے باوجود یہ فرامین میرزا صاحب کو ملتے رہے . جب خود انھین نے سرکار کو لکھا کہ آیندہ اھلِ دفتر کو صحیح پتا لکھنے کی ھدایت کردیجائے ، تب دوسرا پتا لکھا گیا . میرزا صاحب فرماتے ھین :

"دبیران خاص بر عنوان نامہ ھای پیشین نشان کلبۂ این درویش دلریش عقب مسجد جامع نبشتہ اند و من از ھفت ھشت سال در محلۂ بلیماری مانم . سپس نشان این محلہ نگاشتہ شود ." (۲)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۸۹ (۲) مکاتیب ، ص ۱٤

متعلقاتِ انشاء

اس بحث کے آخر مین بعض ایسے حالات کا تذکرہ بھی ضروری ھے ، جو بظاھر میرزا صاحب کے عادات و خصائل کی ایك کڑی معلوم ھوتے ھین ، لیکن انکی انشا کی کیفیت و کمیت کے اندازہ کیلئے اونکا مطالعہ افادہ سے خالی نہین ، اور اس لئے اونہین متعلقات انشا کے عنوان سے ذکر کیا جا سکتا ھے .

جواب مین جلدی

خطوط کا جواب دینے مین میرزا صاحب بہت با ضابطہ تھے . وہ یون تو ھر خط کا جواب فوراً لکھتے ، اور غیر اختیاری عذر کے علاوہ کسی اور عذر کے پیش کرنے کا کبھی موقع نہ آنے دیتے . لیکن ضروری و جواب طلب خط کے جواب مین بیحد جلد بازی سے کام لیتے تھے . بسا اوقات ایسا ھوتا کہ یہ جانتے ھوے کہ اب ڈاك کا وقت گزر چکا ھے جواب لکھ لیتے اور مکتوب الیہ کو بتا دیتے کہ اس مجبوری کے سبب آج خط سپردِ ڈاك نہوسکا . مثلاً بیخبر کو تحریر کیا ھے :

« جنابعالی ! آج دوشنبہ ۳ جنوری سنہ ۱۸۵۹ کی ھی . پہر دن چڑھا ھوگا .... غمزدہ و دردمند بیٹھا تھا کہ ڈاك کا ھرکارہ تمھارا خط لایا ... باآنکہ خط جوابطلب نہ تھا جواب لکھنی لگا . » (۱)

نواب انور الدولہ بہادر شفق کو لکھا ھے :

« خداوند نعمت ! آج دوشنبہ ٦ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ھی . اسوقت کہ بارہ پر تین بجی ھین عطوفت نامہ پہنچا . اودھر پڑھا ادھر جواب لکھا . ڈاك کا وقت نرھا . خط کو معنون کر رکھتا ھون . کل شنبہ ١٦ فروری کو ڈاك مین بھجوا دونگا . » (۲)

نواب علاء الدین خان بہادر علائی کو لکھتے ھین :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۷۵ (۲) ایضاً ، ص ۲۹۵

«آج یوم الخمیس ۱۹ جون المبارک بارہ پر تین بجی تمھارا خط آیا. اودھر پڑھا ادھر جواب لکھنی بیٹھا.» (۱)

ایکبار میر مہدی مجروح کا خط صبح کی ڈاك سے موصول ھوا. میرزا صاحب نے اوسکا فوراً جواب لکھا اور اوس مین تحریر کیا:

«مین نی تجویز کرلیا تھا کہ جب کرنال سی خط آئیگا، تو مین جواب لکھونگا. آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت، ابھی کھانا پکا بھی نہین، تبرید پیکر بیٹھا تھا، کہ تمھارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا.» (۲)

انھین کو لکھتے ھین:

«اسوقت تمھارا ایك خط اور یوسف مرزا کا ایك خط آیا. مجکو باتین کرنی کا مزا ملا، تو دونون کا جواب ابھی لکھکر روانا کیا. اب مین روٹی کھانی جاتا ھون.» (۳)

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ھے:

«آج سنیچر بار کو دو پہر کی وقت ڈاك کا ھرکارہ آیا، اور تمھارا خط لایا. مین نی پڑھا، اور جواب لکھا، اور کلیان کو دیا. وہ ڈاك کو لیگیا. خدا چاھی تو کل پہنچ جائی.» (٤)

معلوم ھوتا ھے کہ دسمبر سنہ ۱۸۵۷ ع تك ڈاك کا ھرکارہ خط تقسیم بھی کرتا تھا اور دلی سے باھر جانیوالے خطوط جمع بھی کیا کرتا تھا. اسلئے کہ ایکبار مرزا تفتہ کا خط آیا. میرزا صاحب نے اوسکا جواب لکھکر اوسیوقت ھرکارہ کو دیا اور آخر مین لکھا:

«اسوقت تمھارا خط پہنچا، اور اسیوقت مین نی یہ خط لکھکر ڈاك کی ھرکارہ کو دیا.» (۵)

عذر تاخیر

چونکہ میرزا صاحب خطوط کا جواب با قاعدگی سے دیا کرتے تھے اس لئے اگر اونکا کوئی دوست اپنے نیازنامہ کا جواب نہ پانے کی شکایت لکھتا، اور فی الحقیقت کسی وجہ سے جواب مین تاخیر ھوجاتی، تو میرزا صاحب فوراً عذر تاخیر لکھدیتے. لیکن اگر شکایت پا در ھوا ھوتی تو اپنے اوپر کبھی ذمہ داری نہ لیتے اور صاف انکار کردیتے. ایکبار میر احمد حسن

(۱) اردوی معلی، ص ٤١٢ (۲) ایضاً، ص ۱۸۰ (۳) ایضاً، ص ۱۹۳
(٤) ایضاً، ص ۸۰ (۵) ایضاً، ص ۸۰

صاحب مودودی نے شکایت کی کہ آپنے میرے کئی خطون کا جواب نہین بھیجا. اسکے جواب مین ارشاد فرماتے هین :

«آپ کی کسی خط کا جواب میری ذمه باقی نہین هی . دو یا تین جس خط کا جواب نہین پہنچا اوسکو یہ سمجھیے کہ وہ خط راہ مین تلف هوی ، اور میری پاس نہین پہنچی .» (١)

ایکبار اپنی عادت کے خلاف حاتم علی مہر کے خط کا جواب دوسرے دن لکھا ، تو ساتھ هی ساتھ تاخیر کی تلخی کو ظرافت کی چاشنی سے بدلنے کی بھی کوشش کی . فرماتے هین :

«بندہ پرور ! آپکا خط کل پہنچا . آج جواب لکھتا هون . داد دینا کتنا شتاب لکھتا هون ؟ » (٢)

اسیطرح میر مہدی مجروح کے خط کے جواب کو کئی دن کی دیر هوگئی تو اونہین لکھا :

«واہ واہ سید صاحب ! تم تو بڑی عبارت آرائیان کرنی لگی . نثر مین خود نمائیان کرنی لگی . کئی دن سی تمہاری خط کی جواب کی فکر مین هون . مگر جاڑی نی بیحس و حرکت کردیا هی . آج جو بسبب ابر کی وہ سردی نہین ، تو مین نی خط لکھنی کا قصد کیا هی .» (٣)

ایکبار مرزا حاتم علی مہر کو خط لکھا ، اور بکس مین رکھ لیا . کئی دن کے بعد کھولا تو خط برآمد هوا . اسکے متعلق اونہین تحریر فرماتے هین :

«مرا بسادہ دلیہای من توان بخشید * خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم

کل دو شنبه کا دن ٢٠ ستمبر کی تھی . صبح کو مین نی آپکو شکایت نامه لکھا ، اور بیرنگ ڈاك مین بھیجدیا . دو پہر کو ڈاك کا هرکارہ آیا . تمہارا خط اور ایك مرزا تفتہ کا خط لایا . معلوم هوا کہ جس خط کا جواب مین آپ سی مانگتا هون ، وہ نہین پہنچا . کچھ شکوہ سی شرمندگی اور کچھ خط کی نہ پہنچنی سی حیرت هوئی . دوپہر ڈهلی مرزا تفتہ کی خط کا جواب لکھکر ٹکٹ نکالنی لگا . بکس مین سی وہ تمہاری نام کا خط نکل آیا . اب مین سمجھا کہ خط لکھکر بھول گیا هون ، اور ڈاك مین نہین بھیجا . اپنی نسیان کو لعنت کی اور چپ هو رها . متوقع هون کہ میرا قصور معاف هو .» (٤)

ایك مرتبہ میرزا صاحب نے تفتہ کو خط لکھا . اونکی طرف سے جواب نہ ملا . بلکہ خط آیا تو اولٹی خط نہ بھیجنے کی شکایت درج تھی . میرزا صاحب اسکے جواب مین لکھتے هین :

---

(١) اردوی معلی ، ص ٢٤٠ (٢) ایضاً ، ص ٢٦٨ (٣) ایضاً ، ص ١٧٤ (٤) ایضاً ، ص ٢٥٥

«آج پنجشنبہ کے دن ١٨ نومبر کو تمہارا خط آیا ، اور مین آج ہی جواب لکھتا ہون . کیا تماشا ہی کہ تمہارا خط پہنچتا ہی ، اور میرا خط نہین پہنچتا ؟» (١)

لیٹے لیٹے لکھتے

میرزا صاحب کی وضع خطوط نویسی اسدرجہ پختہ ہوچکی تھی ، کہ شدت مرض اور زیادتی ضعف کے باعث نشست و برخاست کی قوت نہونے کی حالت مین بھی جواب خط سے دوستون کو محروم رکھنا گوارا نکرتے ، اور لیٹے لیٹے جواب لکھتے تھے . چنانچہ ایکبار فروری سنہ ١٨٥٤ ع مین تپ و لرزہ کا شدید دورہ ہوا . ابھی مرض کی شدت باقی تھی کہ مرزا تفتہ کا خط آگیا . میرزا صاحب نے اوسی حالت ضعف مین جواب دیا ، اور اوس مین لکھا :

«مین چار دن سے لرزے مین مبتلا ہون ... اتنی سطرین مجھ سے بہزار جر ثقیل لکھی گئی ہین .» (٢)

صاحبعالم صاحب مارہروی کو بحالت بیماری لکھا ہے :

«جو کچھ لکھنا ہوتا ہی وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہون .» (٣)

اسیطرح ایک مرتبہ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کا خط آیا ، تو میرزا صاحب کو اوٹھنا بیٹھنا دشوار تھا . لیکن اوسی حالت مین جواب لکھکر آخر مین فرمایا :

«بارہ پر دو بجے ہرکارہ نے آپ کا خط دیا . پلنگ پر پڑے پڑے خط پڑھا ، اور اوسیطرح جواب لکھا .» (٤)

سنہ ١٨٦٢ ع مین تقریباً سارا جسم زخمون سے بھرا ہوا تھا ، اور بالخصوص سیدھے ہاتھ کے پھوڑے کی تکلیف سے روح تحلیل ہوئی جاتی تھی ؛ لیکن اس حالت مین بھی خطون کے جوابات برابر بھیجتے رہے . چودھری عبد الغفور سرور کو لکھتے ہین :

«اشعار کی اصلاح یک قلم موقوف . خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہون . دو خط چودھری

---

(١) اردوی معلی ، ص ٧٠ (٢) ایضاً ، ص ٧٨ (٣) ایضاً ، ص ٢٠٣ (٤) عود ہندی ، ص ١٧٤

صاحب کی آئی ، اور ایك خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کی آئی . جواب نہ لکھ سکا . آج اپنی کو طعنی دیگر مرد بنایا جب یہ عبارت لکھی . » (۱)

انہین کے ایك خط مین اشعار کے حسن و قبح کا معیار بتاتے ہوے آتش و ناسخ کا ذکر کرتے ہین . لیکن استشہاد مین انکا کوئی شعر یاد نہین آتا تو کہتے ہین :

« یاد کیا آوی . لیٹا ہوا ہون . دمبدم پانو کی ورم کی ٹیس ہوش اوڑائی دیتی ہی . انا للہ وانا الیہ راجعون ! » (۲)

اسی زمانہ مین مرزا تفتہ کو لکھا ہے :

« مین ناتوان بہت ہوگیا ہون . گویا صاحب فراش ہون . کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائی تو اوٹھ بیٹھتا ہون . ورنہ پڑا رہتا ہون . لیٹی لیٹی خط لکھتا ہون . » (۳)

ضعف کی سبب مراسلت مین کمی

لیکن جب بوجہِ پیرانہ سالی میرزا صاحب کا ضعف روز افزون ہونے لگا ، تو مجبوراً مراسلت مین کمی کرنی پڑی . تاہم اس حالت مین یہ کبھی نہوا کہ کسی جوابطلب خط کا جواب ندیا ہو . ہاتھ مین رعشہ اور بینائی مین نقصان آجانے کے بعد اخبارات مین اپنی اس حالت کا اعلان کر کے اربابِ ادب سے التجا کی تھی کہ آیندہ جوابِ خط اور اصلاحِ اشعار سے معاف رکھے جائین . لیکن اسپر بھی برابر خطوط چلے آتے تھے . اس زمانہ مین میرزا صاحب کسی بے تکلف دوست کے منتظر رہتے . جب ایسا دوست آجاتا ، اوس سے جواب لکھا دیتے . ایکبار مرزا شمشاد علی بیگ رضوان نے کوتاہ قلمی کی شکایت کی . اسکے جواب مین ارشاد فرماتے ہین :

« مرزا ! رسم تحریر خطوط بسبب ضعف ترك ہوتی جاتی ہی . تحریر کا تارك نہین ہون ، بلکہ متروك ہون .... اگر تمہاری خط کا جواب نہ لکھون تو محل ترحم ہی نہ مقام شکایت . » (٤)

اپریل سنہ ۱۸٦٦ ع مین سید احمد حسن مودودی کو لکھتے ہین :

« پیر و مرشد ! آپ کو میری حال کی بھی خبر ہی . ضعف نہایت کو پہنچ گیا . رعشہ پیدا ہو گیا . بینائی مین بڑا فتور پڑا . حواس مختل ہوگئی . جہانتك ہوسکا احباب کی خدمت بجا لایا .

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۵۱ (۲) ایضاً ، ص ۱۵۰ (۳) ایضاً ، ص ۹٤ (٤) ایضاً ، ص ۳۲۱

اوراق اشعار لیٹے لیٹے دیکھتا تھا ، اور اصلاح دیتا تھا . اب نہ آنکھ سے اچھی طرح سوجھی ، نہ ہاتھ سے اچھی طرح لکھا جائے . کہتے ہین کہ شاہ شرف بو علی قلندر کو بسبب کبر سن کے خدا نے فرض اور پیمبر نے سنت معاف کردی تھی . مین متوقع ہون کہ میری دوست خدمت اصلاح اشعار مجھپر معاف کردین . خطوط شوقیہ کا جواب جس صورت سے ہوسکیگا لکھدیا کرونگا .: زیادہ حد ادب . » (۱)

مولوی حبیب اللہ خان ذکا نے کیفیتِ مزاج دریافت کی تو اسپر در افشانی فرماتے ہین :

« تم میری بات پوچھتے ہو . مگر مین کیا لکھون ؟ ہاتھ مین رعشہ . انگلیان کہنے مین نہین . ایک آنکھ کی بینائی زایل . جب کوئی دوست آجاتا ہو ، تو اوس سے خطوط کا جواب لکھوا دیتا ہون . » (۲)

جون سنہ ۱۸٦۷ ع مین میان داد خان سیاح کو اپنی حالت لکھتے ہوے فرماتے ہین :

« میرا حال امی سے جانو کہ اب مین خط نہین لکھ سکتا . آگے لیٹے لیٹے لکھتا تھا . اب رعشہ و ضعف بصارت کے سبب سے وہ بھی نہین ہوسکتا . » (۳)

انہین کو اگست سنہ ٦۷ ع مین لکھا ہے :

« آگے مین لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا . اب وہ بھی نہین ہوسکتا . ہات مین رعشہ . آنکھون مین ضعف بصر . کوئی متصدی میرا نوکر نہین . دوست آشنا کوئی آجاتا ہو تو اوس سے جواب لکھوا دیتا ہون . بھائی ! مین تو اب کوئی دن کا مہمان ہون . اور اخبار والے میرا حال کیا جانین ؟ ہان اکمل الاخبار اور اشرف الاخبار والے کہ یہ یہان کے رہنے والے ہین ، اور مجھسے ملتے رہتے ہین . سو اونکے اخبار مین مین نے اپنا حال مفصل چھپوا دیا ہے . اور اوس مین مین نے عذر چاہا خطون کے جواب سے اور اشعار کی اصلاح سے . اوس پر کسی نے عمل نکیا . ابتک ہر طرف سے خطون کے جواب کا تقاضا اور اشعار اصلاحون کے چلے آتے ہین ، اور مین شرمندہ ہوتا ہون . بوڑھا ، اپاھج ، پورا بہرا ، آدھا اندھا . دنرات پڑا رہتا ہون . » (٤)

نواب میر غلام بابا خان بہادر نے کبھی کبھی اطلاعِ خیریت کی خواہش کی تھی . اونہین ٦ اپریل سنہ ۱۸٦۸ ع کو لکھتے ہین :

« آپ جو فرماتے ہین کہ تو اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کر . آگے اتنی طاقت باقی تھی ، کہ لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا . اب وہ طاقت بھی زائل ہوگئی . ہاتھ مین رعشہ

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۴۳ (۲) ایضاً ، ص ٤۰ (۳) ایضاً ، ص ۳۳ (٤) ایضاً ، ص ۲۰

پیدا ہوگیا. بینائی ضعیف ہوگئی. متصدی نوکر رکھنے کا مقدور نہین. عزیزون اور دوستون مین سے کوئی صاحب وقت پر آگئے تو مین مطلب کہتا گیا وہ لکھتے گئے.» (۱)

سید احمد حسن صاحب کو کسی دوست نے اطلاع دی که اب میرزا صاحب کو افاقه ہے. اونہون نے میرزا صاحب سے اسکی تصدیق چاہی. اسپر تحریر فرماتے ہین:

«وه جو آپ نے سنا ہے که اب غالب کو مرض سے افاقت ہے سو محض غلط ہے. آگے ناتوان تھا. اب نیمجان ہون. خط نہین لکھ سکتا. ایك لڑکے سے یه چند سطرین لکھوادی ہین. جو مین کہتا گیا ہون، وه غریب لکھتا گیا ہے.» (۲)

اپنی اس مجبوری کے زمانه مین میرزا صاحب دوستون اور شاگردون کے خطوط کی طرح اِعزّه کے خطوط کا جواب بھی بمشکل دیا کرتے تھے. نواب زین العابدین خان عارف کے بڑے لڑکے باقر علیخان کامل کو پوتون کی طرح پالا تھا. وه روزگار کی تلاش مین الور گئے. دلی مین بیوی اور ایك بچی چھوڑ گئے تھے. میرزا صاحب سے امید تھی که اپنی اور بہو اور پوتی کی خیریت سے مطلع کرتے رہین گے. لیکن میرزا صاحب، جو اب معذور ہوچکے تھے، اونکو بھی تاخیر سے جواب دیتے تھے. ایکبار اونہون نے شکایت کی. میرزا صاحب نے جواب مین تحریر فرمایا:

«مجھسے جو تم گله کرتے ہو خط کے نه بھیجنے کا. بھائی! اب میری اونگلیان نکمی ہوگئی ہین، اور بصارت مین بھی ضعف آگیا ہے. دو سطرین نہین لکھ سکتا. اطراف و جوانب کے خطوط آئے ہوے دھرے رہتے ہین. جب کوئی دوست آجاتا ہے مین اوس سے جواب لکھوا دیتا ہون. پرسون کا تمھارا خط آیا ہوا دھرا تھا. اب اسوقت مرزا یوسف علیخان آگئے. مین نے اونسے یه خط لکھوا دیا.» (۳)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۸ (۲) ایضاً، ص ۲٤٦ (۳) ایضاً، ص ۳۲۱

طباعتِ خطوط

میرزا صاحب کی ممانعت

سب سے پہلے منشی شیو نراین اکبرآبادی اور ہرگوپال تفتہ کو میرزا صاحب کے خطوط کی طباعت کا خیال پیدا ہوا. ان دونون نے علیحدہ علیحدہ میرزا صاحب کو اپنی تجویز سے مطلع کرکے اشاعت کی اجازت چاہی. لیکن اوس عہد تك مراسلت مین انشا پردازی کے تمام اصول و ضوابط کا لحاظ ضروری شمار ہوتا تھا، اور میرزا صاحب کے خیال مین زبانِ اردو کے لئے اس بارِ گران کا تحمل دشوار تھا. چنانچہ ہنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب کی فرمایشِ اردو کے جواب مین انہون نے یہی لکھ دیا تھا، کہ اس زبان مین زورِ قلم صرف کرکے معانیِ نازك پیدا کرنا اور اسطرح اپنا کمالِ انشا ظاہر کرنا مشکل ہے. اس مین گنجایشِ عبارت آرائی کہان جو کوشش کیجائے؟ لہذا مجھے اس خدمت سے معاف رکھا جائے.[1] علاوہ ازین انہون نے اردو مراسلت کاوش پژوہی سے بچنے کیلئے شروع کی تھی، اور اسوجہ سے کبھی قلم سنبھالکر اور دل لگاکر کوئی خط نہ لکھا تھا. ان یارانِ باصفا کی تجویز منظور کرلینے مین خطرہ ہوا کہ کہین کمالِ انشایِ فارسی کے مداح اردو نثر دیکھکر شکوہِ سخنوری پر نکتہ چینی نہ کرنے لگین، اور اردو کا یہ پھیکا پکوان فارسی کی اونچی دوکان کی شہرت پر دھبا نہ لگادے. اسلئے ۱۸ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع کو منشی شیو نراین اکبرآبادی کو جواباً لکھا:

« اردو کے خطوط جو آپ چھاپا چاہتے ہین یہ بھی زاید بات ہے. کوئی رقعہ ایسا ہوگا کہ جو مین نے قلم سنبھالکر اور دل لگاکر لکھا ہوگا. ورنہ صرف تحریر سرسری ہے. اوسکی

(۱) اردوی معلی، ص ۳۶۳ و ۳۶٦ و ۳٦۷ پر وہ خطوط ملاحظہ ہون جن مین میرزا صاحب نے اردو نثر لکھنے سے انکار کیا ہے. اور ساتھ ہی اس انکار کی وجوہ بھی بتائی ہین.

شهرت میری سخنوری کی شکوہ کی منافی ھو . اس سی قطع نظر کیا ضرور ھی کہ ھماری آپس کی معاملات اوروں پر ظاھر ھوں ؟ خلاصہ یہ کہ ان رقعات کا چھاپا میری خلاف طبع ھو . » (۱)

اسی اثنا میں مرزا تفتہ کا پرزور نیازنامہ آیا . اوسکو پڑھکر ۲۰ نومبر سنہ ۵۸ ع کو ادھر منشی شیو نراین کو لکھا :

« رقعوں کی چھاپی کی باب میں ممانعت لکھ چکا ھوں . البتہ اس باب میں میری رای پر تمکو اور مرزا تفتہ کو عمل کرنا ضرور ھی . » (۱)

اور اوسطرف مرزا تفتہ کی ھٹ کے جواب میں مشفقانہ تحریر کیا :

« رقعات کی چھاپی جانی میں ھماری خوشی نہیں ھی . لڑکوں کی سی ضد نکرو . اور اگر تمھاری امی میں خوشی ھی تو صاحب مجھ سی نہ پوچھو . تمکو اختیار ھی . یہ امر میری خلاف رای ھی . » (۲)

اسکے بعد ان دونوں نے طباعتِ مکاتیب کے سلسلہ میں کچھ نہیں لکھا . جس سے یہ نتیجہ نکلتا ھے کہ انھوں نے ارادۂ طباعت فسخ کردیا تھا .

مکتوبات غالب کا پہلا مجموعہ . مہر غالب

اس واقعہ کے دو سال بعد سنہ ۱۲۷۸ ھ (۱۸۶۱ ع) میں چودھری عبد الغفور سرور مارھروی اور منشی ممتاز علیخان رئیسِ میرٹھ نے میرزا صاحب کی اجازت حاصل کئے بغیر اون خطوط کی طباعت کا تہیا کیا ، جو سرور کے نام میرزا صاحب نے لکھے تھے . ترتیب کا کام سرور کے سپرد ھوا اور طباعت کا ذمہ ، ممتاز علیخان نے لیا . مجموعہ کا سرور نے « مِہرِ غالب » نام رکھا اور اوسکے دیباچہ میں لکھا :[۳]

« ارباب علوم کو معلوم ھو کہ میں انکسار ظہور ، عبدالغفور متخلص بہ سرور ، مارھروی بدو شعور سی اھل سخن کا طالب اور صاحب کمال کا خواھاں تھا . جب کلام بلاغت نظام رشک صائب ، فخر طالب ، جناب اسد اللہ خان صاحب غالب کا دیکھا ، دل کو بھایا . یکتا پایا . ترسیل

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۶۱ (۲) ایضاً ص ۱۰۵

(۳) اگرچہ سرور نی سنہ ۱۸۶۱ ع میں میرزا صاحب کی خطوط مرتب کرلیی تھی . لیکن دیباچہ لکھنی کی نوبت سنہ ۱۸۶۳ ع میں آئی ، جب کہ کتاب پریس کو جا رھی تھی . اسلئی کہ عود ھندی (ص ۴۷) میں میرزا صاحب کا ایک خط اس دیباچہ کی تعریف میں درج ھی ، جو اسلئی سنہ ۱۸۶۳ ع کا مکتوبہ معلوم ھوتا ھی کہ اس میں میرزا صاحب نی ماقبل مکتوب کا حوالہ دیا ھی ، اور ماقبل کا خط کثرت بثور و اورام کی داستان پر مشتمل ھو ، جو سنہ مذکورہ کا واقعہ ھی .

مراسلات مین قدم بڑھایا . ہر کتابت کا جواب آیا . .... جو نامہ کہ بنام میری بعبارت اردو تحریر کیا ، مکتوب سادہ رویون سی دلربا تر ، اور ہر سطر اوسکی سلسلہ مویون سی تاب فرسا زیادہ ہو . جس آنکھ نی دیکھا وہ بینا ہی . جس کان نی سنا وہ شنوا ہو . پس تنہا متلذذ ہونا اور آپ ہی آپ مزہ اوٹھانا خلاف انصاف جانا . دل مایل تمام بشہرت عام ہوا . اور ہنوز یہ قصد ناتمام تھا ، کہ بحسن اتفاق فخر زمان ، وحید دوران ، جناب ممتاز علیخانصاحب متوطن میرٹھ ... رونق افزای مارہرہ ہوی ... ایك روز محفل ممدوح مین ذکر ہمہ دانی و شیوہ بیانی جناب استادی و مخدومی درمیان آیا . ارشاد کیا کہ کلام مرزا صاحب نسیم جانفزا اور شمیم دلکشا ہو . فارسی کا کیا کہنا ! اردو بھی یکتا ہی . نظم و نثر فارسی تو محلی بحلیۂ انطباع ہوا . لیکن نثر اردو زیور طبع سی عاری رہا . اگر وہ خطوط کہ بنام تمہاری آئی اور تم نی سنائی ہین جمع کرو تو مین اوسکی انطباع کا بیڑا اوٹھاتا ہون . اس تقریر سی نسیم تاثیر نی غنچۂ دل کھلایا . منشای خاطر ظہور مین آیا . وہ مکتوب کہ بنام میری آئی تھی ترتیب دیئی . گویا جواہر بی بہا کان قلمدان سی نکالکر کشتیء اوراق مین جمع کئی . چونکہ محبت جناب غالب میری حال پر بہت غالب ہو ، لہذا نام اس انشا کا « مہر غالب » (بکسر میم) مناسب ہو . سال ختم تالیف بھی اس نام سی مطابق پایا . » (۱)

یہ تجویز پاس ہوگئی اور منشی ممتاز علی خان صاحب میرٹھ چلے آئے . لیکن ابھی طباعت شروع نہوئی تھی کہ اونہین خیال پیدا ہوا کہ میرزا صاحب کے مزید رقعات تلاش کر کے اس مجموعہ مین شامل کئے جائین . اس خیال کی تکمیل مین قدرت نے امداد کی اور اونہین ایك اور مجموعہ کا پتہ چلا ، جو میرزا صاحب کے علم و امداد سے مرتب کیا جا رہا تھا .

مکاتیب غالب کا دوسرا مجموعہ

یہ مجموعہ منشی غلام غوث خان بہادر بیخبر مرتب کر رہے تھے . انہون نے اپنے ارادہ کی اطلاع میرزا صاحب کو پہلے سے دیدی تھی ، اور یہ خواهش کی تھی ، کہ اون تمام خطون کی نقول بھی مہیا کردین ، جو دوسرے احباب اور شاگردون کے نام لکھے گئے ہین . میرزا صاحب نے اس التماس کو قبول کرلیا تھا . لیکن اوسوقت تك اونکا یہ خیال تھا کہ صرف وہ خط مرتب کیے جائین ، جن مین کوئی ادبی خوبی ہو . روزمرہ

---

(۱) عود ہندی ، ص ۵ و ٦ .

کی نجی ضروریات پر مشتمل خطون کو خارج کردیا جائے . اسلئے بیخبر کو جواب مین لکھا تھا :

« آپ کو معلوم رهی که منشی حبیب الله ذکا اور نواب مصطفی خان حسرتی کو کبھی اردو خط نهین لکھا . هان ذکا کو غزل اصلاحی کی هر شعر کی تحت مین منشاء اصلاح سی آگهی دیجاتی هی . نوابصاحب کو یون لکھا جاتا هی : « کہار آیا . خط لایا . آم پہنچی . کچھ بانٹی . کچھ کھائی . بچون کو دعا . بچون کی بندگی . مولوی الطاف حسین صاحب کو سلام » . یه تحریر اس هفته مین گئی هی . غرضکه عامیانه لکھنا اختیار کیا هی . اب یه عبارت جو تمکو لکھ رها هون یه لایق شمول مجموعهٔ نثر اردو کہان هی ؟ یقین جانتا هون که ایسی نثرون کو آپ خود نه درج کرین گی . » (۱)

اسی زمانه مین مولوی عبد الغفور خان بهادر نساخ کو ایك خط لکھا تھا . اوسکی نقل بیخبر کو روانه کرتے هوے تمهیداً تحریر کرتے هین :

« پیر و مرشد ! کوئی صاحب ڈپٹی کلکٹر هین کلکته مین . مولوی عبد الغفور خان اونکا نام اور نساخ اونکا تخلص هی . میری اونکی ملاقات نهین . اونهون نی اپنا دیوان چھاپی کا موسوم به « دفتر بیمثال » مجکو بهیجا . اوسکی رسید مین یه خط مین نی اونکو لکھا . چونکه یه خط مجموعهٔ نثر اردو کی لایق هی ، آپ کی پاس ارسال کرتا هون . » (۲)

لیکن ان نجی خطون کی موجودگی سے معلوم هوتا هے که بیخبر نے اونکے اس مشوره کو نه مانا ، اور هر قسم کے خط شاملِ مجموعه کرلیئے .

مقام طباعت

میرزا صاحب کا خیال تھا که بیخبر اس مجموعه کو اله آباد مین ، جهان وه مقیم تھے ، طبع کرائینگے . اسلئے ایك انگریز کے استفسار کے سلسله مین بیخبر کو لکھا :

« جناب کیمس صاحب بهادر افسر مدارس غرب و شمال کا باوجود عدم تعارف خط مجکو آیا . کچھ اردو زبان کی ظهور کا حال پوچھا تھا . اوسکا جواب لکھ بهیجا . نظم و نثر اردو طلب کی تھی . مجموعهٔ نظم بهیجدیا . نثر کی باب مین تمهارا نام نهین لکھا . مگر یه لکھا که اله آباد مین وه مجموعه چھاپا جاتا هی . بعد انطباع و حصول اطلاع وهان سی منگا کر بهیجدونگا . » (۳)

(۱) عود هندی ، ص ۱۷٤ (۲) ایضاً ، ص ۱۲۵ (۳) ایضاً ، ص ۱۷۵

مگر بیخبر نے اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوے لکھا کہ منشی ممتاز علیخان رئیسِ میرٹھ نے اپنے مطبع مین طباعت کا اہتمام کیا ھے۔ میرزا صاحب ان بزرگ سے واقف تھے، اسلئے بیخبر کی اس خبر پر اطمینان ظاہر کیا، اور جب بیخبر نے دوبارہ اونکا ذکر کیا تو تحریر فرمایا:

« حضرت پیر و مرشد! اس سے آگے آپکو لکھ چکا ہون کہ منشی ممتاز علیخان صاحب سے میری ملاقات ہو، اور وہ میری دوست ھین۔ » (۱)

طباعت مین تاخیر

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے مکاتیب کی جمع و ترتیب کا کام سنہ ٦١ع مین شروع کیا۔ میرزا صاحب کے مکتوب الیہم مین سے جو بزرگ خود اونکے دوست تھے اونسے براہِ راست، اور جنکی خدمت مین خود نیاز حاصل نہ تھا اونسے بتوسطِ غالب خطوط کی نقلین مہیا کین، اور سنہ ٦٥ع مین یہ سلسلہ ختم کردیا۔ لیکن میرزا صاحب نے، جو سنہ ٦٣ع کے بعد سے طباعت کا انتظار کرنے لگے تھے، آخرِ کار مجبور ہوکر تقاضا شروع کردیا۔ چنانچہ ایك خط کے آخر مین بیخبر کو لکھا ھے:

« اور ھان حضرت! وہ مجموعہ چھپیگا بالفتح یا چھپیگا بالضم۔ چھپ چکا ہو تو حق التصنیف کی جتنی جلدین منشی ممتاز علیخان صاحب کی ہمت اقتضا کرے فقیر کو پہنچنی۔ » (۲)

احباب کے تقاضے

اس مجموعہ کی ترتیب مین مختلف اصحاب کے پاس سے خطوط کی نقلین منگائی گئی تھین۔ اسلئے پبلك مین کافی شہرت ہوچکی تھی۔ جب اشاعت مین زیادہ تاخیر ہوگئی تو میرزا صاحب کے پاس تقاضے کے خطوط آنے لگے۔ ان تقاضون سے پریشان ہوکر میرزا صاحب نے ۷ مارچ سنہ ١٨٦٤ع کو بیخبر کے نام حسبِ ذیل خط لکھا:

« ھان حضرت! کہیے۔ منشی ممتاز علیخان کی سعی بھی مشکور ہوگی؟ وہ مجموعۂ اردو

(۱) عود ہندی، ص ۱۳۸ (۲) ایضاً، ص ۱۲۵

چھپےگا یا چھپا ہی رہیگا؟ احباب اوسکے طالب ہین. بلکہ بعض نے طلب کو بسرحد تقاضا پہنچا دیا ہو.» (۱)

پنجاب احاطی کی مانگ

ان تقاضا کرنیوالے احباب مین سب سے زیادہ حصہ زندہ دلان پنجاب نے لیا تھا. ان سے مجبور ہوکر میرزا صاحب نے منشی ممتاز علیخان صاحب کو ملزم ٹھہراتے ہوے بیخبر کو تحریر کیا:

«اجی حضرت! یہ منشی ممتاز علیخان کیا کر رہی ہین؟ رقعی جمع کئی اور نہ چھپوائی. فی الحال پنجاب احاطہ مین اونکی بڑی خواہش ہو. جانتا ہون کہ وہ آپکو کہان ملین گی جو آپ اون سی کہین. مگر یہ تو حضرت کے اختیار مین ہو کہ جتنی میری خطوط آپکو پہنچی ہین وہ سب یا اون سب کی نقل بطریق پارسل آپ مجکو بھیجدین. جی یون چاہتا ہو کہ اس خط کا جواب وہی پارسل ہو.» (۲)

میرزا صاحب کا دیباچہ

غالباً اس کے جواب مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے میرزا صاحب کو لکھا کہ آپ مجموعۂ نثر اردو کیلئے دیباچہ لکھکر روانا فرمائین تو کتاب پریس کو بھیجی جائے. اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے تحریر کیا:

«مین صاحب فراش ہون. اوٹھنا بیٹھنا ناممکن ہو. خطوط لیٹی لیٹی لکھتا ہون. اس حال مین دیباچہ کیا لکھون؟» (۳)

بیخبر نے اسکے بعد بھی دیباچہ لکھنے کی درخواست کی تو اونہین ظریفانہ انداز مین لکھا:

«بندہ پرور! اگر ایک بندۂ قدیم، کہ عمر بھر فرمان پزیر رہا ہو، بڑھاپے مین ایک حکم بجا نہ لاوی تو مجرم نہین ہو جاتا. مجموعۂ نثر اردو کا انطباع اگر میری لکھی ہوی دیباچہ پر موقوف ہو، تو اوس مجموعہ کا چھپ جانا بالفتح مین نہین چاہتا، بلکہ چھپ جانا بالضم چاہتا ہون. سعدی علیہ الرحمہ فرماتی ہین:

رسم است کہ مالکان تحریر * آزاد کنند بندۂ پیر

آپ بھی اوسی گروہ یعنی مالکان تحریر مین سی ہین. پھر اس شعر پر عمل کیون نہین کرتی؟» (٤)

(۱) عود ہندی، ص ۱۲٤ (۲) ایضاً، ص ۱۳۵ (۳) ایضاً، ص ۱۳۸ (٤) ایضاً، ص ۱۲۷

عود ہندی

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے میرزا صاحب کا عذر تسلیم کرکے اپنے جمع کردہ خطوط منشی ممتاز علیخان صاحب کے پاس بھیجدیے۔ منشی صاحب نے چودھری عبد الغفور سرور اور خواجہ صاحب کے مجموعہای مکاتیب کو یکجا کرکے "عودِ ہندی" نام رکھا، اور خود دیباچہ لکھکر جمع و ترتیب مین سعی کرنیوالے اصحاب کی محنت کی اسطرح داد دی:

"... نجم الدولہ اسد اللہ خان بہادر غالب، جنکی ذات باکمالات محتاج تعریف نہین ... سارا ہند اونہین جانتا ہی۔ ایران تک اونکی جادو بیانی کا چرچا ہی۔ مجھی مدت سی اسکا خیال تھا کہ فارسی تصنیفین تو اونکی بہت مرتب ہوئین، اور چھاپی گئین۔ ... مگر کلام اردو نی سوای ایک دیوان کی ترتیب نپائی۔ یہ دولت ارباب شوق کی ہاتھ نہ آئی۔ حالانکہ نثر اردو اونکی اورون کی فارسی سی ہزار درجہ بہتر ہی۔ یہ سلاست بیان، یہ شستگی زبان، روزمرہ کی صفائی، اداؤن کی شوخی، کسی کو کب میسر ہی؟ اوسی بھی ترتیب دیجئی۔ قدر دانون پر احسان کیجئی۔ میری عنایت فرما اور مرزا صاحب کی شاگرد یکتا چودھری عبد الغفور صاحب سرور تخلص سی یہ ذکر آیا، تو اونہون نی جتنی خطوط مرزا صاحب کی اونکی نام آئی تھی، سب کو ایک جا کرکی اور اوسپر ایک دیباچہ لکھ کی، وہ مجموعہ عنایت کیا۔ عرصہ تک سرگرم تلاش رہا۔ جابجا سی اور تحریرین مرزا صاحب کی بہم پہنچائین۔ بڑی محنت اوٹھائی، تب تمنا برآئی، اور مجموعہ مرتب ہوا۔ آج پورا اپنا مطلب ہوا۔"

خواجہ غلام غوث خانصاحب بہادر بیخبر تخلص، جو نواب معلی القاب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی کی میر منشی اور میری مخدوم خاص اور حضرت غالب صاحب کی مخلص با اختصاص ہین، اس تلاش مین میری معین اور مددگار رہی۔ بہت کچھ ذخیرہ اونکی بدولت بہم پہنچا۔

اس کتاب کی دو فصل اور ایک خاتمہ ہی۔ پہلی فصل مین چودھری صاحب کی مرتب کیی ہوی خطوط اور اونکا لکھا ہوا دیباچہ، دوسری فصل مین میری جمع کیی ہوی رقعات، اور خاتمہ مین چند نثرین ہین، جو جناب غالب نی اورون کی کتابون پر تحریر فرمائی ہین۔ "عود ہندی" اس کتاب کا نام ہی۔" (۱)

عود ہندی کا سال طباعت

عودِ ہندی کا یہ اڈیشن منشی ممتاز علیخان نے اپنے مطبعِ مجتبائی واقع

---

(۱) عود ہندی، ص ۲ و ۳

شہرِ میرٹھ مین طبع کیا ۔ کتاب ۱۸۸ صفحون پر تمام ہوئی ۔ خاتمہ حکیم غلام مولانا قلق میرٹھی نے لکھا ۔ آخر مین چار تاریخی قطعے اضافہ کیے گئے ۔ ان مین ایک قلق کا ، ایک اونکے شاگرد منشی عبد الحکیم محو میرٹھی کا ، اور بقیہ دو غالباً خود منشی ممتاز علیخان صاحب کے هین ۔

ان قطعات سے معلوم ہوتا ھے کہ سنہ ۱۲۸۵ ھجری مین طباعت پایۂ تکمیل کو پہنچی ۔ آخری صفحے کے نچلے گوشہ مین ۱۰ رجب سنہ ۱۲۸۵ ھجری درج ھے ، جس سے تاریخ و ماہ بھی متعین ہو جاتے ھین ۔

میور صاحب کی نذر

آخری قطعہ کے مطالعہ سے ایک نئی بات یہ معلوم ہوتی ھے ، کہ منشی ممتاز علیخان نے میور صاحب (غالباً سر ولیم میور گورنرِ ممالک مغربی و شمالی) کی خدمت مین عود کا مطبوعہ نسخہ نذر گزرانا تھا ۔ سر ولیم میور علومِ مشرقیہ کے عالم تھے ۔ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے ، جو عودِ ہندی کی جمع و ترتیب مین برابر کے شریک تھے ، طابع کو مشورہ دیا ہوگا کہ مطبوعہ نسخہ صوبہ کے اعلی حاکم کے نام معنون کرکے اوسکے نشر و اشاعت کی تکمیل پر مہرِ توثیق ثبت کرین ۔ اوس زمانہ مین اردو زبان مین ایسی نادر کتابین معدودے چند شایع ہوئی تھین ۔ گورمنٹ بعض سیاسی مصالح کے ماتحت نئی مفید کتابون کی اشاعت مین انعام کے نام سے یا امدادِ طبع کہکر اخراجات کا بار اوٹھا لیا کرتی تھی ۔ اسلئے بعید نہین کہ منشی صاحب کو بھی کچھ روپیہ ملگیا ہو ۔

میرزا صاحب کا حق تصنیف

ایکبار میرزا صاحب نے کتاب کی فوری اشاعت کا تقاضا کرتے ہوے بیخبر کو لکھا تھا :

« اور ھان حضرت ! وہ مجموعہ چھپیگا بالفتح یا چھپیگا بالضم ۔ چھپ چکا ہو تو حق

التصنیف کی جتنی جلدین منشی ممتاز علیخان صاحب کی ہمت اقتضا کری نقیر کو بھیجیں ۔ » (۱)

یہ امر یقینی ہے کہ عودِ ہندی میرزا صاحب کی زندگی مین شایع ہوئی ۔ اسلئے بظاہر یہ خیال ہوتا ہے کہ میرزا صاحب نے حق التصنیف حاصل کیا ہوگا ۔ لیکن اونکے مکاتیب مین اسکی طباعت یا حق التصنیف کے نسخون کی وصولیابی کا مطلق ذکر نہین پایا جاتا ۔ بنابرین اس بارہ مین کسی قطعی رای کا اظہار غیرِ مناسب ہے ۔

عود کی رقعات کی تعداد

عودِ ہندی کے کل رقعات کی تعداد ۱۶۲ ہے ۔ ان مین ۲۵ چودھری عبد الغفور سرور کے نام ، ۲ صاحبعالم مارھروی کے نام ، ۲ شاہ عالم مارھروی کے نام ، ۲۰ نواب انور الدولہ بہادر شفق کے نام ، ۲ یوسف علیخان عزیز کے نام ، ۳۱ میر مہدی مجروح کے نام ، ۱ میر سرفراز حسین کے نام ، ۱ میرزا علاء الدینخان بہادر علائی کے نام ، ۱ مرزا تفتہ کے نام ، ۱۸ مرزا حاتم علی مہر کے نام ، ۲۵ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کے نام ، ۱ مولوی عبد الغفور خان نساخ کے نام ، ۱ ظہیر الدینخان کیطرف سے اونکے چچا کے نام ، ۱ نواب مصطفی خان شیفتہ کے نام ، ۱ نواب مردان علیخان رعنا کے نام ، ۱ مرزا رحیم بیگ کے نام ، ۱۰ مولوی عبد الرزاق شاکر کے نام ، ۱۵ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے نام ، ۱ مولوی عزیز الدین کے نام ، ۱ سید محمد عباس صاحب کے نام اور ۱ منشی غلام بسم اللہ صاحب کے نام ہے ۔

ان خطوط کے علاوہ دو تقریظین ، مرزا حاتم علی مہر کی مثنوی کی تقریظ اور رجب علی بیگ سرور کی گلزار سرور کی تقریظ ، اور تین دیباچے ، حدایق الانظار کا دیباچہ ، قواعدِ تذکیر و تانیث کا دیباچہ ، اور مرزا کلب حسین خان بہادر کے مجموعۂ قصاید کا دیباچہ بھی کتاب مین شامل ہین ۔ نیز

(۱) عود ہندی ، ص ۱۲۵

ایك خط بیخبر کا بھی درج کیا گیا ھے، جو میرزا صاحب کے خط کا جواب تھا اور اپنی ادبی خوبیون کی وجہ سے منشی ممتاز علیخان بہادر کی نظر مین شاملِ مجموعہ ہونے کے قابل تھا.

مکاتیب غالب کا تیسرا مجموعہ

ابھی عودِ هندی طبع ہونے نه پائی تھی، که اطرافِ هند سے میرزا صاحب کے مجموعۂ خطوط کی مانگ شروع ہوگئی. میرزا صاحب نے خواجه غلام غوث خان بہادر کو اونکے مرتب کردہ مجموعه کی طباعت کے متعلق بار بار لکھا. لیکن جب سال پر سال گزرنے لگا اور کسی طرح کتاب نه چھپی، تو انھین اوسکی طباعت کی طرف سے مایوسی ہوگئی. احبابِ دہلی نے یه دیکھ کر، که میرٹھ اس ادبی انقلاب مین پہلا قدم اوٹھانے سے قاصر نظر آتا ھے، تہیا کیا که اس شرف کو خود حاصل کرین، اور مالكِ اکمل المطابع دہلی کو اخراجاتِ طباعت برداشت کرنے پر آمادہ کرلیا. اب خطوط کی فراہمی کا مسئله باقی رہتا تھا. وہ اسطرح حل ہوگیا که خود میرزا صاحب، جو اپنی انشا کی حقیقی قدر و قیمت اور بازاری مانگ سے باخبر ہوچکے تھے، اس مین ھاتھ بٹانے کیلئے تیار ہوگئے. چنانچه چارون طرف اصلِ خطوط یا اونکے نقول کی طلب مین خطوط لکھے گئے، اور رفته رفته کافی ذخیرہ فراہم ہوگیا. اس سلسله مین خود میرزا صاحب نے جن احباب کو لکھا اون مین سے نواب علاء الدین خان بہادر علائی کے متعلق دستاویزی ثبوت موجود ھے. بقیه اصحاب نے میرزا صاحب کے تقاضائی خطوط کی نقلین نہین بھیجین. اسلئے کچھ نہین کہا جاسکتا که وہ کون بزرگ تھے جنھین خود میرزا صاحب نے ارسالِ نقول کیلئے لکھا تھا.

نواب علاء الدین خان بہادر کو سب سے پہلا خطوط طلب مکتوب اونکے لوھارو پہنچنے کے بعد لکھا ھے. فرماتے ھین:

«مقصود ان سطور کی تحریر سی یہ ھی کہ مطبع اکمل المطابع مین چند احباب میری مسودات اردو کی جمع کرنی پر اور اوسکی چھپوانی پر آمادہ ھوی ھین. مجھسی مسودات مانگی ھین، اور اطراف و جوانب سی بھی فراھم کیی ھین. مین مسودہ نہین رکھتا. جو لکھا وہ جہان بھیجنا ھو وھان بھیجدیا. یقین ھی کہ خط میری تمھاری پاس بہت ھونگی. اگر اونکا ایك پارسل بناکر بسبیل ڈاك بھیجدوگی، یا آج کل مین کوئی ادھر آنیوالا ھو اوسکو دیدوگی، تو موجب میری خوشی کا ھوگا، اور مین ایسا جانتا ھون کہ اوسکی چھاپی جانی سی تم بھی خوش ھوگی.» (۱)

نواب علاء الدین خان بہادر نے اس خواھش کی تکمیل مین پس و پیش کیا. میرزا صاحب نے سمجھا کہ غالباً نواب صاحب نجی معاملات کی اشاعت کے خیال سے گریز کررھے ھین. اگرچہ کچھ عرصہ قبل خود میرزا صاحب نے تفتہ کو یہ کہکر اشاعتِ خطوط سے روکا تھا کہ نجی واقعات کو منظرِ عام پر لانا کیا ضرور ھے؟ لیکن اب اونکا ادبی عقیدہ بدل چکا تھا. چنانچہ نواب صاحب کے اس خیال کی تردید مین تحریر کیا:

«میری خطوط اردو کی ارسال کی باب مین جو کچھ تمنی لکھا تمھاری حسن طبع پر تم سی بعید تھا. مین سخت بیمزہ ھوا. اگر بیمزگی کی وجوہ لکھون تو شاید ایك تختۂ کاغذ سیاہ کرنا پڑی. اب ایك بات موجز و مختصر لکھتا ھون. سنو بھائی! اگر اون خطوط کا تمکو اخفا منظور ھو، اور شہرت تمھاری منافی طبع ھو، تو ھرگز نہ بھیجو. قصہ تمام ھوا. اور اگر اونکی تلف ھونی کا اندیشہ ھی، تو میری دستخطی خطوط اپنی پاس رھنی دو، اور کسی متصدی سی نقل اوترواکر، چاھو کسی کی ھاتھ چاھو بسبیل پارسل، ارسال کرو، لیکن جلد. خدا کی واسطی! کہین غصہ مین آکر «عطای تو بلقای تو» کہکر اصل خطوط نہ بھیجدینا، کہ یہ امر میری مخالف مقصود ھی.» (۲)

معلوم ھوتا ھے کہ اس خط کے بعد بھی علائی نے ارسالِ نقول مین توقف کیا تھا؛ مگر میرزا صاحب نے پھر اس کے متعلق کچھ نہ لکھا، اور جب اونھون نے اصلِ خطوط بھیجکر میرزا صاحب کے ترکِ طلب کا سبب دریافت کیا، تو صبح شنبہ ۳۰ مئی سنہ ۱۸۶۳ع کو از راہِ معذرت لکھا:

«لاموجود الا اللہ. اوس خدا کی قسم! جسکو مین نی ایسا مانا ھی، اور اوسکی سوا کسی کو موجود نہین جانا ھی، کہ خطوط کی ارسال کو مکرر نہ لکھنا از راہ ملال

(۱) اردوی معلی، ص ۳۹۸ (۲) ایضاً، ص ۴۲۳

نه تھا ۔ طالب کی ذوق کو سست پاکر مین متوقف ھوگیا ۔ متوسط ایك جلیل القدر آدمی اور طالب کتب کا سوداگر ھی ۔ اپنا نفع نقصان سونچیگا ۔ لاگت بچت کو جانچیگا ۔ مین متوسط کو مہتمم سمجھا تھا ، اور یه خیال کیا تھا که یه چھپوائیگا ۔ ۳۰ رقعی ایك جگه سی لیکر اونکو بھیجی ۔ اوسکی رسید مین تقریباً اونھون نی طلب رقعات به تکلیف سوداگر لکھی ، اور اوس سوداگر کو مفقود الخبر لکھا ۔ ظاھرا کتابین لیکر کھین گیا ھوگا ۔ (یا) کتابین لینی گیا ھوگا ۔ یه ۲۳ لفافی اور ۳٤ خط بدستور میری بکس مین موجود و محفوظ رھین گی ۔ اگر متوسط بتقاضا طلب کریگا ان خطوط کی نقلین اوسکو اور اصل تمکو بھیجدونگا ۔ ورنه تمھاری بھیجی ھوی کاغذ تمکو پھنچ جائینگی ۔ » (۱)

غالباً اس خط کی روانگی کے بعد ھی مہتمم ِ طبع نے خطوط کی نقلین حاصل کرلین ۔ میرزا صاحب یکشنبه ۳۰ محرم الحرام سنه ۱۲۸۰ ھ مطابق ۲۱ جون سنه ۱۸٦۳ ع کو اصل ِ خطوط واپس کرکے لکھتے ھین :

« میری جان ! مرزا علی حسین خان آئی اور مجھسی ملی ۔ مین نی خطوط مرسله تمھاری یکمشت اونکو دیی ۔ اب تمھاری پاس بھیجنی کا اونکو اختیار ھی ۔ رسید کا البته مجھی انتظار ھی ۔ » (۲)

اردوی معلی

مکاتیب کا یه تیسرا مجموعه « اردوی ِ معلی » کے اسم سے موسوم ھوا ۔ میر مہدی مجروح نے اسکا دیباچه اور میرزا قربان علی بیگ سالك نے خاتمه لکھا ۔ کتاب دو حصون مین منقسم ھوئی ۔ « پہلے حصه مین صاف صاف عبارت کے خط تحریر کیے ۔ تا طلبای ِ مدرسه فائده اوٹھائین ۔ دوسرے حصے مین مطالب ِ مشکله کی تحریر اور تقریظ وغیره لکھی » ۔ (۳) لیکن غالباً پہلی بار صرف حصۂ اول شایع ھوسکا ۔ اس لئے که کتب خانۂ عالیۂ رامپور مین جو نسخه موجود ھے وه مکمل ھوتے ھوے صرف حصۂ اول پر مشتمل ھے ۔

اردوی معلی کا سال طباعت

بظاھر یه یقین کرنے کے تمام وجوه موجود تھے که مکاتیب کا یه مجموعه جلد از جلد شایع ھوگا ۔ لیکن قدرت نے اس ادبی انقلاب کی اولیت کا شرف میرٹھ ھی کو ودیعت کیا تھا ۔ عود ِ ھندی ۱۰ رجب سنه ۱۲۸۵ ھ

---

(۱) اردوی معلی ، ص ٤۲۸ (۲) ایضاً ، ص ٤۰۸ (۳) ایضاً ، ص ٥

کو شایع ہوگئی ، اور اردوی معلی کو یہ دن بھی نصیب نہوا کہ اپنے خالقِ مجازی کا دیدار کرلیتا . اسلئے کہ حسبِ تصریحِ خاتمۂ طبع یہ مجموعہ جمعہ کے دن ۲۱ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ ھ مطابق ٦ مارچ سنہ ۱۸٦۹ ع کو چھپ کر تیار ہوا ،[1] اور میرزا صاحب نے ۲ ذیقعدہ سنۂ مذکور کو وفات پائی . اس حساب سے اونکے انتقال سے ۱۹ دن کے بعد کتاب تمام ہوئی . سالك نے سالِ طبع لکھا :

کیا کہون ! کچھ کہا نہین جاتا ✡ لب پہ نالون کا ازدحام ہوا
صدمۂ مرگِ حضرتِ غالب ✡ سببِ رنجِ خاص و عام ہوا
ہے یہی سالِ طبع و سالِ وفات ✡ «آج اونکا سخن تمام ہوا»
۱۲۸۵

مقام طباعت اور حق تصنیف

اردوی معلی دلی کے مطبعِ اکمل المطابع مین طبع ہوا . حکیم غلام رضا خان اس کے مالك ، میر فخر الدین مہتمم ، اور لاله بہاری لعل منشی تھے .[2]

کتاب کے آخر مین ایك اعلان شایع ہوا کہ اسکا حقِ تصنیف میرزا صاحب نے حکیم غلام رضا خان صاحب کو عطا کردیا ہے ، اور ایك رقعہ بطورِ سند لکھدیا ہے . لهذا کوئی صاحب حکیم صاحب کی بلا اجازت رقعات چھاپنے کا قصد نکرین . اسکے بعد میرزا صاحب کی حسبِ ذیل تحریر چھپی :

« پیکر بی روح و روان فقیر اسد الله خان غالب تخلص هیچمدان کہتا ہی اور لکھدیتا ہی کہ یہ جو اردوی معلی تصنیف فقیر مطبع اکمل المطابع دهلی مین چھاپا هوا ، سو مین نی از راہ فرط محبت اپنا حق تالیف نور چشم اقبالنشان حکیم (غلام) رضا خان کو بخشدیا ہی اور اوس حق کو خاص اونکا حق کیا . اب اور کوئی صاحب اگر مالك اکمل المطابع حکیم (غلام) رضا خان کی بی اطلاع اردوی معلی کی چھاپنی کا قصد کرین گی تو مواخذہ می محفوظ نرهین گی . اور فوراً حسب منشاء قانون بستم، سنہ ۱۸٤۷ ع سزا پائینگی . (مہر نجم الدولہ دبیر الملك اسد الله خان بہادر نظام جنگ ۱۲٦۷) » (۳)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ٤۵۸ (۲) ایضاً ، ص ۵ و ٤۱٤ (۳) ایضاً ، ص ٤٦٤
ث — مکاتیب غالب

اردوی معلی کا پہلا ایڈیشن

اردوی معلی حصۂ اول کا پہلا ایڈیشن ٤٦٤ صفحات پر مشتمل هے. ان مین ٥ صفحے میر مہدی مجروح کے دیباچہ کے هین. پانچوین صفحے کی پندرهوین سطر سے خطوط شروع هوکر صفحۂ ٤٥٨ کی تیرهوین سطر پر ختم هوتے هین، اور باقی چار سطرین خاتمة الطبع پر مشتمل هین. صفحۂ ٤٥٩ سے ٤٦١ کی ساتوین سطر تك میرزا قربان علی بیگ سالك کا خاتمہ هے. اسکے بعد منشی جواهر سنگھ جوهر کی تاریخِ طبع هے، اور پھر اسی صفحه کی گیارهوین سطر سے صفحۂ ٤٦٤ کی تیرهوین سطر تك تصحیحِ اغلاط کا نقشه دیا هوا هے. بعد ازان میرزا صاحب کا اعلانِ عطیۂ حقِ تالیف هے. شروع مین زرد رنگ کا ٹائٹل پیج هے. یه میرزا صاحب کی زندگی هی مین چھپ گیا تھا. اسلئے اس مین اونهین مرحوم نہین لکھا گیا هے.

رقعات کی تعداد

اردوی معلی کے اس ایڈیشن کے رقعات کی کل تعداد ٤٧٢ هے. ان مین ۱۰ نواب میر غلام بابا خان بهادر کے نام، ۲۹ منشی میان داد خان سیاح کے نام، ۱۰ منشی حبیب الله خان ذکا کے نام، ۸۹ منشی هرگوپال تفته کے نام، ۳ شاهزاده بشیر الدین صاحب بهادر کے نام، ٥ سید بدرالدین المعروف بفقیر کے نام، ١٦ چودهری عبدالغفور سرور مارهروی کے نام، ۲ میر سرفراز حسین صاحب کے نام، ٤۳ میر مهدی مجروح کے نام، ۲ شاه عالم صاحب کے نام، ۲ صاحب عالم صاحب کے نام، ۱ مولوی عبد الغفور خان بهادر نساخ کے نام، ۱ مرزا یوسف علیخان عزیز کے نام، ۱۱ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے نام، ۲ مردان علیخان رعنا مراد آبادی کے نام، ۲ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام، ۱ مولوی عزیزالدین صاحب کے نام، ۱ مفتی سید عباس صاحب کے نام، ۲۳ عضد الدوله حکیم غلام نجف خان صاحب کے نام، ۱ حکیم ظهیر الدین

احمد خان کے نام، ۱ نجم الدین حیدر خان کے نام، ٥ نواب میر ابراهیم علیخان بهادر وفا کے نام، ۲ مولوی احمد حسن صاحب قنوجی کے نام، ۱۱ حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی کے نام، ۱ تفضل حسین خان کے نام، ۱۸ مرزا حاتم علی مہر کے نام، ۲ منشی نبی بخش صاحب کے نام، ۱ منشی عبداللطیف ابن منشی نبی بخش کے نام، ١٤ خواجه غلام غوث خانصاحب میر منشی المتخلص به بیخبر کے نام، ۱ نواب ضیاءالدین احمد خانصاحب بهادر نیر کے نام، ۷ مرزا شهاب الدین احمد خانصاحب کے نام، ۱۹ نواب انور الدوله سعدالدین خانصاحب شفق کے نام، ۳ میر افضل علی عرف میرنصاحب کے نام، ۲ مرزا قربان علی بیگ سالك کے نام، ۲ مرزا شمشاد علی بیگ خانصاحب رضوان کے نام، ۲ مرزا قربان علی بیگ صاحب کامل کے نام، ٤ ذوالفقار الدین حیدر خان عرف حسین مرزا صاحب کے نام، ۱۲ یوسف مرزا صاحب کے نام، ۳۳ منشی شیونراین کے نام، ۲ بابو هرگوبند سهای صاحب کے نام، ٦ نواب امین الدین احمد خان بهادر رئیسِ لوهارو کے نام، ٥٦ مرزا علاءالدین احمد خانصاحب بهادر علائی کے نام، ۱ مرزا امیرالدین احمد خان عرف فرخ مرزا کے نام، ۲ میر احمد حسین میکش کے نام، ۱ حکیم غلام مرتضی خان کے نام، ۱ حکیم غلام رضا خان کے نام، ۳ ماسٹر پیارے لال صاحب کے نام، ۲ منشی جواهر سنگھ جوهر کے نام، ۱ منشی هیرا سنگھ کے نام، اور ۲ منشی بهاری لال مشتاق کے نام هین۔

اردوی معلی حصۂ دوم

غالباً میرزا صاحب کے یکایك انتقال کے صدمه نے مهتممینِ اشاعتِ اردویِ معلی کو حصۂ دوم کی ترتیب و طباعت کیطرف سے برداشته خاطر کردیا، اور یه حصه دیباچه کے وعده کے باوجود شایع نهوسکا۔

ت — الف

سنه ۱۸۹۹ع مین مولوی عبد الاحد مرحوم، مالكِ مطبعِ مجتبائی دهلی، نے اردوی معلی کی اشاعت کا ارادہ کیا. خواجه الطاف حسین حالی مرحوم نے حصۂ دوم کیلئے کچھ مواد عطا فرمایا، جو مهتممِ طباعت نے حصۂ دوم کے نام سے آخر مین شامل کردیا. خود عبد الاحد مرحوم کے الفاظ مین «اس حصه مین خاصکر وه رقعات هین جن مین انهون نے (میرزا صاحب نے) لوگون کو اصلاحین دی هین، یا شاعری کے متعلق کوئی هدایت کی هے، یا کوئی نکته بتایا هے، اور بعض کتابون کے دیباچے اور ریویو بهی هین».

چونکه میر مهدی مجروح نے بهی تقریباً اسی قسم کے خطوط مرتب کرنے کا وعده کیا تها، اسلئے کہا جاسکتا هے که موجوده حصۂ دوم نے اونکے اراده کی تکمیل کردی. لیکن جهان تك مواد کا تعلق هے اغلب یه هے که میر مهدی مجروح کا ذخیره خواجه صاحب کو نہین ملا. ورنه مولوی عبد الاحد مرحوم اسکا ذکر کرتے.

مجتبائی ایڈیشن کا حصۂ دوم ٥٦ صفحات پر مشتمل هے. ابتدا مین ۷ سطرون کا ایك مختصر تقریبی نوٹ هے. اسکے بعد سراج المعرفت اور حدایق الانظار کے دیباچے هین. بعد ازان شاهِ ظفر کی ایك کتاب اور مرزا رجب علی بیگ سرور کی گلزارِ سرور کی تقریظین هین. انکے بعد دیوانِ ذکا، میرزا کلب حسین خان کی ایك کتاب، نیز رسالۂ تذکیر و تانیث مصنفۂ سید احمد حسن بلگرامی کے دیباچے هین. یه تمام دیباچے اور تقریظین صفحات ۱ - ۱۳ پر درج هین. انکے بعد اسی صفحه سے اصلاحی خطوط شروع هوتے هین، جن مین ۳٤ خطوط مرزا تفته کے نام، ۱ ماسٹر پیارے لال کے نام، ٥ منشی حبیب الله ذکا کے نام، ٥ سیف الحق سیاح کے نام، ۲ شاهزاده بشیرالدین کے نام، ۱ کیول رام هشیار کے نام، ۱ مولوی کرامت علی کے نام، ۱ جواهر

سنگھ جوھر کے نام، ۱ منشی ھیرا سنگھ کے نام، اور ۲ میر مہدی مجروح کے نام ھین.

ضمیمۂ اردوی معلی

سنہ ۱۹۲۹ع مین شیخ مبارك علی صاحب، تاجرِ کتب لاھور، نے اردوی معلی کے حصۂ اول و دوم کے ساتھ مسٹر شیر محمد خان سرخوش کا مرتب کیا ھوا ایك ضمیمہ بھی شایع کیا ھے، جو اوسوقت تك غیر شایع شدہ ۲۳ خطوط پر مشتمل ھے. ان مین سے ۲۲ سید غلام حسنین قدر بلگرامی کے نام اور ایك شیخ لطیف احمد بلگرامی کے نام ھے.

اس ضمیمہ کے آغاز مین دو خط اور شامل کئے گئے ھین، جو پبلشر کو آغا محمد باقر، ایم-اے، نبیرۂ حضرتِ آزادِ دھلوی سے دستیاب ھوے تھے.

مکاتیب غالب. میرزا صاحب کے خطوط کا آخری مجموعہ

مذکورۂ بالا مجموعون کی اشاعت سے ساٹھ پینسٹھ برس بعد ریاستِ عالیۂ رامپور کی طرف سے میرزا صاحب کے اون خطوط کا مجموعہ « مکاتیبِ غالب » کے نام سے شایع کیا جا رھا ھے، جو موصوف نے نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیان یا وابستگانِ دربار کو لکھے تھے.

میرزا صاحب کی دربارِ رامپور سے مراسلت بارہ سال تك جاری رھی. اگر اس طویل مدت کے تمام خطوط محفوظ ھوتے تو اونکی تعداد چار پانچ سو تك پہنچ جاتی. لیکن سوءِ اتفاق سے انکا بڑا حصہ محفوظ نہین رہ سکا. صرف وہ خطوط دست بردِ زمانہ سے بچ گئے ھین، جو دارالانشا کے سپرد کردیے گئے تھے.

سرکاری خط و کتابت سے قطعِ نظر خود شہر کے اربابِ ذوق سے بھی میرزا صاحب کے خاصے تعلقات تھے، اور ان مین سے اکثر اصحاب سے مراسلت بھی رھتی تھی؛ لیکن بدقسمتی کہ بجز ایك خط کے شہر کے کسی گوشہ سے

کوئی مکتوب دستیاب نہوا. ایك خط اگرچه ایك غیر سرکاری مکتوب الیه کے نام تھا، لیکن حسنِ بخت سے دارالانشا کی مِثلون مین ملا، جو اس مجموعه مین شامل کردیا گیا ھے.

مکاتیب کی تعداد

مجموعۂ هذا کے مکاتیب کی تعداد ۱۱۵ ھے. ان مین سے ٤١ نواب فردوس مکان کے حضور مین، ٦٤ نواب خلد آشیان کی خدمتِ مبارك مین، ۲ صاحبزاده سید زین العابدین خان بهادر کے نام، ٦ منشی سیلچند میر منشیِ دارالانشا کے نام، ۱ خلیفه احمد علی رامپوری کے نام، اور ۱ مولوی محمد حسن خان ایڈیٹر اخبارِ دبدبۂ سکندری کے نام ھے.

نواب فردوس مکان کے نام کے عرایض مین ٤ بزبانِ فارسی اور بقیه اردو مین هین. چونکه مجموعه مین ایك فارسی قصیده اور ایك قطعه مستقل نمبرون کے تحت درج کئے گئے هین، بنابرین کل خطوط کی تعداد ۱۱۷ هوتی ھے، جن مین سے ٤٢ نواب فردوس مکان کے اور ٦٥ نواب خلد آشیان کے نام هین.

مکاتیب غالب کی طباعت

آخر مین مکاتیبِ غالب کی طباعت کے متعلق دو چار لفظ کہنا بھی ضروری ھے. جیسا که ناظرین ملاحظه کرین گے کتاب کی طباعت نهایت خوشنما نسخ ٹائپ مین کرائی گئی ھے. اس اقدام کا واحد منشا یه ھے که اردو خوان پبلك میرزا صاحب کے کلام کی خاطر ٹائپ کے حروف پڑھنے کی جرات کرے، اور اسطرح ان حروف کی عادی هو کر اهلِ مطابع سے اسی قسم کی طباعت کی خواهان هو. جب تك اردو کتابین پتھر کے چھاپے کے بجائے لوھے کے حروف مین طبع هونا شروع نهونگی، اردو پریس دیگر ترقی یافته اقوام کے پریس کے دوش بدوش چلنے کے قابل نهین هوسکتا. کیونکه پتھر کی چھپائی

مین صحت ، خوشنمائی اور یکسانیت کی وہ خوبیان یك قلم مفقود ھین، جو بڑے سے بڑے ٹائپ مین بھی پائی جاتی ھین. اسکے علاوہ تعلیمی نقطۂ نگاہ سے بھی پتھر کا چھاپا سراسر ناقص ھے. اگر اسکے بجائے ٹائپ اختیار کرلیا جائے تو مبتدی کی چھ مہینے کی محنت گھٹکر صرف دو ماہ رھجائے گی ، اور اسطرح برادرانِ وطن کا تعلیمی نقطۂ نظر سے اس عجیب و غریب خط پر اعتراض یك لخت دفع ھو جائے گا .

خاتمہ

دیباچہ کے مباحث نے امید کے خلاف کافی وقت لیا ، اسلئے اس عذر کیساتھ سلسلۂ کلام ختم کرتا ھون :

لذیذ بود حکایت ، دراز تر گفتم
چنانکہ حرفِ عصا گفت موسی اندر طور

والحمد للہ رب العلمین.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

« بحضور نواب صاحب والا مناقب عالیشان، قلزم فیض و عمان احسان جناب نواب محمد یوسف علیخان بہادر دام اقبالہ مقبول باد »[1]

(نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان طاب ثراہ نواب سید محمد سعید خان بہادر ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر ابن نواب سید فیض اللہ خان بہادر ابن نواب سید علی محمد خان بہادر بانی ریاست روہیلکھنڈ کے فرزند اکبر تھے. آپ جنابعالیہ فتح النسا بیگم صاحبہ بنت محمد نور خان بڑیچ ہمشیر زادۂ نواب سید فیض اللہ خان بہادر کے بطن سے دو شنبہ ٥ ربیع الثانی سنہ ١٢٣١ ھجری مطابق ٥ مارچ سنہ ١٨١٦ ع کو متولد ہوئے، اور دو شنبہ ١٣ رجب سنہ ١٢٧١ ھ مطابق یکم اپریل سنہ ١٨٥٥ ع کو مسند حکم رانی پر قدم رکھا. جلوس سے دو سال دو ماہ بعد ١٤ رمضان سنہ ١٢٧٣ ھ مطابق ٩ مئی سنہ ١٨٥٧ ع کو مشہور واقعۂ غدر رونما ہوا. آپ نے اس فتنہ کے فرو کرنے مین حکومت ہند کی اعانت کر کے بسلسۂ اعتراف خدمات خلعت قیمتی بیس ہزار روپیہ، ایک لاکھ بیس ہزار سالانہ آمدنی کا جدید علاقہ، اور « فرزند دلپزیر دولت انگلشیہ » کا خطاب حاصل کیا. سلامی گیارا ضرب توپ کے بجائی تیرا ضرب مقرر کیگئی، اور مراسلت مین القاب وآداب « نواب صاحب مشفق بسیار مہربان کرمفرمای مخلصان سلامت، بعد از شوق ملاقات

(١) یہ عبارت میرزا صاحب عرائض کی لفافون پر لکھا کرتی تھی. مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی ھی.

مسرت آیات مشہودِ خاطرِ الطاف ذخائر میدارد» طے پایا. آپ نے خود اس عطیہ کی حسبِ ذیل تاریخ ارشاد فرمائی ھے:

جب گورمنٹ سے ھوا حاصل ملك مجکو بصیغۂ انعام
ناظم از روی ِ ھمتِ عالی سالِ بخشش ھے بخششِ حکام

آپ نے عربی و فارسی کی باقاعدہ اور ایك حد تك مکمل تعلیم پائی تھی. فارسی مین خلیفہ غیاث الدین عزت مصنف غیاث اللغات اور میرزا غالب سے، اور علومِ عربیہ و حکمیہ مین مفتی صدر الدین آزردہ اور مولانا فضل حق خیر آبادی سے تلمذ تھا. تخت نشینی کے بعد شعر وسخن کا مشغلہ بھی شروع کردیا تھا. ناظم تخلص کرتے تھے، اور میرزا غالب سے مشورۂ سخن تھا. نکتہ رس ذھن، رنگین و شوخ طبیعت، اور اعجوبۂ روزگار استاد نے اونکو زبانِ اردو کا ایك بلند پایہ شاعر بنادیا. مومن وغالب کے بعد انکی نظیر «الا ما شاء اللہ» کا حکم رکھتی ھے. دیوان دو بار شایع ھوا. لیکن اب کمیاب ھے.

آپ فنونِ سپہگری مین بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے. جسم ورزشی اور مضبوط، اور چہرہ نہایت خوش قطع تھا. داڑھی مونچھ صاف کراتے. اور اکثر رنگین و زرتار لباس زیبِ تن فرمایا کرتے تھے.

آپنے دس سال چند ماہ حکومت کرکے جمعہ کے دن ۲٤ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۱ ھ مطابق ۲۱ اپریل سنہ ۱۸٦٥ ع کو اس دارِ فانی سے رحلت کی، اور قلعۂ معلے کے اندر امام باڑے مین اپنےوالدِ ماجد کے برابر مدفون ھوے.)

(۱)

بحضورِ سراسر سرور، جنابِ مستطاب، نوابِ ھمایون القاب، جہانیان کام بخش، جہان جہان کامیاب، دام بقاءہ بقبول الاقبال.

سجدہ فشانیِ قلم باپوزش گستریِ عریضہ نگار توام افتادہ. ھمانا آن درگاہِ اسکندر و دارا گزرگاہ پیوستہ در نظر است، کہ ھم از دور در

زمرۂ نزدیکان بندگی بجا می آورد . سپاسِ این معنی خود از اندازه افزون تواند بود ، که بعنوانِ روشناسیِ ذره با مهر ، وآشنائیِ قطره با بحر ، گدا را با شاه بیگانگی درمیان نیست . در آن روزگارِ رنگین تر از نوبهار ، که به فرِ فرخندگیِ وجودِ مسعود ، وساده با سپهر ساده دم از برابری زد ، نگاشتن وروان داشتنِ قطعۂ تاریخِ جلوس[۱] به توانائیِ آن دانائی و روان آسائیِ آن شناسائی صورت پزیرفت . اکنون که گیتی خدای قلمروِ دانش ، آن به فرتابِ تابِ نظر با برجیس جلیس ، وآن به فروزۂ فروزشِ عمل با عقلِ فعال همال ، امیر الدوله مولوی حافظ محمد فضل حق خان بهادر[۲] به بندۂ فرمان پزیر فرمان فرستادند ، که غالب به

---

(۱) میرزا صاحب کی اس قطعۂ تاریخ کا پتا نهین چلا .

(۲) مولانا فضل حق مولانا فضل امام صاحب کی صاحبزادی اور خیرآباد کی رهنی والی تهی . علوم عقلیه و نقلیه اپنی والد ماجد سی اور حدیث مولانا شاه عبد القادر دهلوی سی حاصل کی . امیر مینائی « انتخاب یادگار » (ص ۲۹۱) مین لکهتی هین : « فنون حکمیه مین مرتبۂ اجتهاد ، بڑی ادیب ، بڑی منطقی ، نهایت ذهین ، نهایت زکی ، طایق و ذلیق ، انتها کی صاحب تدقیق و تحقیق ، ... جس شهر مین آپ رونق افروز هوی ، صدها آدمی بهره اندوز هوی . شاهجهان آباد مین اگرچه عدالتین کی سررشته دار تهی ، مگر بڑی ذی اقتدار وصاحب اختیار تهی . جهجهر مین مشاهرۂ جلیله پر نوکر رهی . الور اور سهارنپور اور ٹونك سب جگه معزز و موقر رهی . لکهنو مین صدر الصدور تهی ، اور اس دار الریاست (رامپور) مین پهلی محکمۂ نظامت اور پهر مرافعۂ عدالتین پر مامور تهی . جناب مستطاب نواب فردوس مکان کو بهی آپ سی تلمذ رها هی ، اور بندگان حضور (نواب خلد آشیان) نی بهی کچه پڑها هی . آٹه برس بهت اعزاز واکرام کیساته رهی . پهر یهان سی تشریف لیگئی » . مولانا سنه ۱۲۱۲ ه مین پیدا هوی ، اور ۲ صفر سنه ۱۲۷۸ ه کو ٦٦ سال کی عمر مین جزائر انڈمان مین ، جهان بجرم بغاوت سنه ۵۷ ع آپکو جلاوطن کردیا گیا تها ، وفات پائی . آپنی متعدد تصنیفات چهوڑی هین ، ان مین سی هدیۂ سعیدیه ، جو نواب سید محمد سعید خان بهادر کی نام معنون هی ، نواب فردوس مکان کیلئی لکهی گئی تهی . میرزا غالب انکی مخلص دوست اور معتقد خاص تهی . جب مولانا نی سررشته داری عدالت دهلی سی استعفا دیا اور نواب فیض محمد خان کی دعوت پر جهجهر تشریف لیجانی لگی ، تو میرزا صاحب اور دیگر اهل دهلی کو بیحد قلق تها . حتی که خود شاه ظفر ، جو اوسوقت ولی عهد تهی ، اسپر متاسف تهی . میرزا صاحب نی مولوی سراج الدین احمد کی نام ایك مکتوب مین یه تمام واقعه لکهکر خواهش کی هی که اسکو اخبار آئینۂ سکندر مین شائع کرین . اسی مکتوب مین مولانا کی علمی منزلت کی باری مین تحریر کرتی هین : « نهفته مبادکه بی تمیزی وقدر شناسی حکام رنگ آن ریخت که فاضل بی نظیر والمعی یگانه مولوی حافظ محمد فضل حق از سررشته داری عدالت دهلی استعفا کرده خودرا از ننگ و عار وارهاند . حقا که اگر پایۂ علم و فضل و دانش وکنش مولوی فضل حق آن مایه بکاهندکه ازصد یك واماند ، و بازآن پایه را بسررشته داری عدالت دیوانی سنجند ، هنوزاین عهده دون مرتبۂ وی خواهد بود » (کلیات نثر غالب ، ص ۱٤۷) .

پرستشگری کمر بندد ، و در مشاطگیِ شاهدانِ افکار حسنِ خدمت عرضه دهد . اندیشـۀ مهر پیشه درنگ برنتافت . وهم امروز که فردایِ ورودِ نوازشـــنامۀ مولاناست ، این نامه ، که بخطِ بندگیِ ماناست ، روان داشته آمد . چشمداشت آن ست که دوریِ راه تفرقه درمیان نیندازد . وسپس در حاضرانِ آن حضرت ، و دعاگویانِ دولت بشمار آیم . زیاده حدِ ادب . بختِ ازل آورد درروز افزونیِ دولتِ ابد پیوند باد . عرضداشتِ هوا خواه اسد الله . نگاشته و روان داشتۀ چار شنبه ۲۸ جنوری سنة ۱۸۵۷ ع . (مهر نجم الدوله دبیرالملك اسد الله خان بهادر نظام جنگ ، سنه ۱۲٦۷)[1] .

(۲)

(همانا اگر گوهرِ جان فرستم	به نواب یوسف علی خان فرستم
ز نامش نشانے بعنوان طرازم	ز مدحش طرازے بدیوان فرستم
ز دخلش حسابے به معدن نویسم	ز بذلش صلائے بعمان فرستم
ز لطفش، که عامست در کام بخشی ،	نویدے به گبر و مسلمان فرستم

(۱) اس عریضه مین میرزا صاحب نے جس سابق تعلق کی طرف اشاره کیا هے وه رشتۀ استادی و شاگردی تها . نواب فردوس مکان اپنے والد ماجد کی تخت نشینی سے پہلے دهلی مین قیام پزیر هوے تهے . طلب علم کا زمانه تها . انکے چچا نواب سید عبد الله خان بهادر صدر الصدور میرٹهہ اور نواب سید عبد الرحمن خان بهادر میرزا صاحب کے محب تهے . ان دونون کے حسب ارشاد نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب سے فارسی کی تعلیم پائی . اس عریضه کے جواب مین نواب صاحب نے ٥ فروری سنه ٥٧ ع کو ارقام فرمایا: «نمیقۀ انیقۀ بلاغت آگین مشعر رسید خط مولوی صاحب مخدوم محمد فضل حق صاحب با دیگر مراتب محبت و اشفاق بعبارت رنگین و دقیق در عین انتظار سرمه کش عیون وصول نشاط شمول گردیده ، باطلاع خیریتها سرمایۀ سرور نا محصور افزوده ، از مزید شفقت و ایتلاف قلبی متصور شد . مشفقا ! هر چند که کاتب را اتفاق موزونیت یك مصرعـه هم اتفاق نشده بود لیکن محض بجهت سماعت کلام سامی زبانی مولوی صاحب صدر الوصف دلم خواست که طریقۀ رسل و رسائل جاری شود . چون سبیلے به ازین بنظرم نرسـید ، لهـذا چنـد ابیات واهیات موزون نموده ، بترصد اصلاح پیش آن یگانۀ آفاق مرسل گشت. چشمداشت که بعد اصلاح غزلهای مذکور مع کدام طرح جدید لطف فرموده شوند . از آنجا که اتحاف شیرینی هم درین خصوص ازدستوراتست ، لهذا مبلغ دوصد و پنجاه روپیه بتقریب شیرینی لف رقیمة الوداد هذا میرسد . بمقتضـای الطاف منظور فرموده از رسـید آن مطلع فرمایند . و مخلص را لیل و نهار متمنی اخبار تصور فرموده اکثر بایصال نمایق انایق خیریت وثائق بعبارت سلیس که در خواندنش تأملے بوقوع نیاید ، مسرور و مطمئن میفرموده باشند » .

زنطقش، که خاصست در ملک گیری — مثالے بشیراز و شروان فرستم
زہے شہسوارے کہ گردِ سمندش — پیِ سرمۂ چشمِ خاقان فرستم
رود سام چون بہرِ پیکار سویش — عزا نامه سویِ نریمان فرستم
درش را بود پایۂ در خیالم — نگه سویش از دور پنہان فرستم
کلیم ار عصا ارمغانم فرستد — من این ارمغان بہرِ دربان فرستم
وجودش بود فخرِ اجرام و ارکان — تحیت باجرام و ارکان فرستم
ز جودش بود وعده با زیردستان — بشارت به برجیس و کیوان فرستم
ز مویش شمیمی به جنت رسانم — ز کویش نسیمی برضوان فرستم
هم از شرقِ اشراقِ وی آفتابی — باختر شناسانِ یونان فرستم
هم از رویِ نیکویِ وی ماهتابے — به شب زنده دارانِ کنعان فرستم
اگر بگزرد تیرش از سینۂ من — دل از سینه همراهِ پیکان فرستم
وگر سر ازین راه دزدد جبین را — چو گویش درین ره بچوگان فرستم
سرشت از خزانست بدخواهِ او را — سه فصلِ دگر هم بدینسان فرستم
هم از آتشِ دوزخ آرم تموزش — هم از زمہریرش زمستان فرستم
دگر تا بہاران بسختی بمیرد — در اردی بہشتش بزندان فرستم
سپه چون کشد، گر نه از ناتوانی — توانم که خود را بمیدان فرستم
درین انزوا از نفسہائ گیرا — برایات آیاتِ قرآن فرستم
بتوقیعِ فضلِ حق آن عینِ معنی، — که آباد بر وی فراوان فرستم
گزشت اندر اندیشه کز خامه رشحے — بدان قلزمِ فیض و احسان فرستم
بدل گفتم «البته کاریست مشکل — نباید که این نامه آسان فرستم»
سگالش چنین رفت در کار سازی — که فرخ بود چون بفرمان فرستم
فرستادم، اما نیامد جوابے — که تا هرچه فرمان رسد آن فرستم
ندانم که شورِ فغانِ گدا را — چسان باز تا گوشِ سلطان فرستم

بدل گفتم «آرے فرستاده باشم — گر از راهِ چاكِ گریبان فرستم
و گر جادهٔ ره نمایان نگردد — هم از جیب چاکے بدامان فرستم
بدان تا روائی دهم کارِ خود را — ز خون نابه موجے بمژگان فرستم
دمم در تنِ نے دمِ آتشین را — فروزنده شمعے بایوان فرستم
برفتارِ ناز اندر آرم قلم را — تدروے بصحنِ گلستان فرستم
سخن کوته آن به که از نظم جزوی — بدیوانِ آن صدرِ گیهان فرستم»
فرستم ولیکن خرد چون پسندد — که برگِ گیاهے به بستان فرستم
گرفتم که رنگین خیالم بگیتی — شقایق به بنگاهِ نعمان فرستم
گرفتم که بحرِ روانم به معنی — گهر جانبِ ابرِ نیسان فرستم
گرفتم که روشن روانم بدانش — چراغے به مهرِ درخشان فرستم
درین پرده خواهم که از مورِ مسکین — سلامے بسوی ِ سلیمان فرستم
نبشتم که خدمتگزار است غالب — پیِ دعویِ خویش برهان فرستم
بشب بستم این نقش و در بندِ آنم — که حرزِ دعا بامدادان فرستم
بقا بهرِ داور ز دادار خواهم — به آمین خروش از سروشان فرستم)[1]

(۳)

بحضورِ هور ظهور، حضرت نوابِ معلی القاب، جاودان کامیاب، ولیِّ نعمت، آیهٔ رحمت، دام اقباله.

سپاس بجا می آورد، و پوزش همی گسترد، آن بارگاهِ سپهر کارگاه را

---

(۱) میرزا صاحب کی اس قصیده کا لفافه مثل مین موجود هی. اصل قصیده کی متعلق میر منشی صاحب لکهتی هین: «قصیدهٔ (همانا اگر گوهر جان فرستم) بتاریخ ۱۹ شعبان سنه ۱۲۷۶ھ بمواجه میرزا نوشه صاحب بحضور پرنور گزرانیده شد». اس سی معلوم هوتا هی که میرزا صاحب کی قیام رامپور کی زمانه مین نواب صاحب نی قصیده دارالانشا سی منگایا، اور اپنی پاس رکهہ لیا. چونکه اوسکا شامل مثل هونا متحقق تها، اسلئی کلیات غالب فارسی (نولکشور ایڈیشن) کی صفحه ۳۲۵ سی نقل کرکی یهان قوسین مین اضافه کردیا گیا هی. قصیده کی متعلق نوابصاحب کی رای عریضه نمبر (٤) کی حاشیه مین درج هوگی. پته کی نیچی میرزا صاحب نی لکها هی: «ازغالب یکرنگ بیرنگ ازروی احتیاط یازدهم فروری سنه ۱۸۵۷». روانگی قصیده کی یهی تاریخ عریضه نمبر (۳) مین بهی مذکور هی.

قبلۂ حاجات میداند، و بهنجارِ سرگزشت حکایتے بعرض میرساند. سه شنبه ۲۷ جنوری نامۂ مولینا و بالفضل اولینا[۱] بمن رسید. چهار شنبه ۲۸ جنوری عرضداشت روان داشتم. چون دو هفته گزشت، و سررشتۂ ڈاك درین بندوبستِ جدید استوار نمانده، گفتم «مگر نرسیده باشد». دی، که چهار شنبه یازدهم فروری سنه ۱۸۵۷ بود، چاشتگاه قصیدۂ بقصدِ اظهارِ فرمان پزیری فرستادم. شامگاه سرهنگِ یام[۲] منشورِ عطوفت آورد. برمردمكِ دیده سودم، وخردۂ جان نثار کردم. تا نورد از هم کشودم، دو ورق از فهرستِ گنجینۂ اسرار، یعنی اوراقِ اشعارِ گهر بار، وسفتچۂ دوصد وپنجاه روپیه درآن نورد یافتم. دفترِ شعر سجلِ اعتبارِ من شد، و زرِ آن سفتچه بمعرضِ وصول آمد. کرم در بنده پروری بهانه می جوید، ورنه این افتتاح بشیرینی نیاز نداشت. کریمان بنده را به نمك همی پرورند، ولیِ نعمت را بنده بشکر پروردن آئین است. شکرِ این شکر بعهدۂ جانِ شیرین فرو گزاشتم. واین نامه بهرِ آن، که رسیدنِ عطیه حالی گردد، بدین زودی نگاشتم. اشعار خود بهنگامِ خویش خواهد رسید، واین سررشته هیچگاه از هم نخواهد گسست. زیاده حدِ ادب. نیرِ دولت واقبال سرچشمۂ فروغِ بے زوال باد. غالب. پنجشنبه ۱۲ فروری سنه ۱۸۵۷.

(٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

آداب بجا لاتاهون. غزلون کے مسودات صاف کرکر حضور مین بهیجتا هون. مسودات اپنے پاس رهنے دئے هین، اس نظر سے که اگر احیاناً ڈاك مین لفافه تلف هوجائے، تو مین پهر اوسکو صاف کرکر بهیجدون، ورنه موقعِ حك واصلاح مجهے کیا یاد رهیگا.

مین نهین چاهتا که آپ کا اسمِ سامی اور نامِ نامی تخلص رهے. ناظم،

---

(۱) مولانا فضل حق خیرآبادی مراد هین.

(۲) یام: ڈاك

عالی، انور، شوکت، نیسان، ان مین سے جو پسند آئے وہ رہنے دیجیے. مگر یہ نہین کہ خواهی نخواهی آپ ایسا هی کرین. اگر وهی تخلص منظور ہو تو بہت مبارك. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو قیامت تك

عنایت کا طالب غالب. روزِ یکشنبه ۱۵ فروری ۱۸۵۷ [۱].
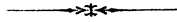
(میرزا صاحب نے ۸ مارچ ۱۸۵۷ع کو ایك عریضه ارسال کیا تها، جو ۱۱ ماهِ مذکور کو رامپور پہنچا. اسکا لفافه شاملِ مثل هے، اور اوسکی پشت پر یه نوٹ تحریر هے: «عرضی حسب الحکم چاك نموده شد. ۱۶ رجب سنه ۱۲۷۳ ه») [۲].

---

(۱) عرائض نمبر (۳ و ۴) کی جواب مین نواب فردوس مکان نی ۳ رجب سنه ۱۲۷۳ ه مطابق یکم مارچ سنه ۱۸۵۷ع کو تحریر فرمایا: «... دو قطعهٔ صحیفهٔ شریفه، یکی مشعر ترسیل قصیده بمضمون انتظار و هم در جواب رقیمة الوداد رسید اشعار و سفتچهٔ مرسلهٔ اینجا، و ثانی مع اشعار مذکور بعد نظر اصلاح و تجویز چند الفاظ جهت تخلص مخاص بایمای پسند از آنجمله، بمضامین برجسته و عبارات دلپسند متواتر بسبیل ڈاك گلگونه آرای چهرهٔ وصول فرحت شمول گردیده ... و مطالعهٔ قصیدهٔ نادرهٔ فصاحت تضمین، که اگر هر شعر نغزش را گنجینهٔ معانی، و معدن لآلی سخندانی، خوانند بجا، و یا گلدستهٔ برجستهٔ چمنستان علوم وکمال نامند زیبا. غواص فکر در بحر زخار استعارات و نکات متینش مستغرق گرداب نارسائی، و اوهام عقلاء زمان بدریافت خوبی و بلاغت آن خزینهٔ اسرار معترف به کوتاهی، قصائد عرفی و خاقانی بمقابلهٔ متانت و برجستگی مضامین نزهت آگینش هیچ، و معانی فیض قرین در الفاظ نادرش چون زلف ماهرویان پیچ در پیچ، ابواب افاده و انشراح بی اندازه بر روی دل صفا منزل کشود. رنگ کثافت طبعی از سجنجل خواطر مستفیضان زدود. و غزلیات که بنظر اصلاح «آهن که بپارس آشنا شد * فی الفور بصورت طلا شد» فائز گشته. العظمة لله تغیر و تبدل الفاظ نادره در اشعار مذکور چون نقش بر نگین زینت تازه گرفت، و طلای طبع خام بر محك فیض عام جلوه پزیرفت ... و منجملهٔ الفاظ تخلص لفظ (ناظم) مطبوع طبع نیاز گشت».

(۲) اس عریضه کی جواب مین نوابصاحب نی ۲۵ رجب سنه ۷۳ ه مطابق ۲۳ مارچ سنه ۵۷ع کو تحریر فرمایا: «صحیفهٔ مسرت آگین ... مشعر رسید رقیمة الوداد و اینکه صحائف شرائف عبارت اردو بعد ملاحظه چاك شده باشند ... وصول گردیده. مشفقا! حسب الارقام سامی صحیفهٔ موصوفه را بعد استفاضهٔ مضمونش چاك نموده شد. و آینده هم دربارهٔ همچو مکاتیب تعمیل ایمای سامی ملحوظ خواهد ماند». اس سی یہی نتیجه نکالا جاسکتا هی، که میرزا صاحب کی یه خط و کتابت بصیغهٔ راز تهی. ورنه ۱۵ فروری سنه ۵۷ع کا خط بهی زبان اردو هی مین تها، اوسکی چاك کرنی کی هدایت کیون نه کی. اور اگر کی تهی، تو یہان تعمیل کیون نہوئی، والله اعلم بحقیقة الحال.

(میرزا صاحب نے یکم اپریل سنہ ۱۸۵۷ ع کو ایك اور عریضہ ارسال کیا تھا، جو ۳ اپریل کو رامپور پہنچا. مثل مین اسکا بھی صرف لفافه شامل ھے، اور اوسکی پشت پر نوٹ ھے: «عرضی از دستِ مبارك چاك شد، وبندِ غزلیاتِ مرسله در حضور ماند. ۹ شعبان سنه ۱۲۷۳ ھ»).

(۵)

جنابِعالی! کچھ کم مہینا ھوا، که مین نے حضور کی غزلون کو دیکھکر خدمت مین روانه کیا ھے، اور اوسکے پہنچنے سے اطلاع نہین پائی. اب ڈاك مین خط تلف بھی ھو جایا کرتے ھین. اسواسطے مین متردد ھون، اور مدعا اس تحریر سے یه ھے، که اگر وہ لفافه نه پہنچا ھو تو مین اوس مسودہ کو پھر صاف کرکر روانه کرون. زیادہ حدِ ادب. از غالب. نگاشتۂ صبحِ پنجشنبه ۲۷ شعبان سنه ۱۲۷۳ ھجری[1].

(۶)

جنابِعالی! آداب بجا لاتا ھون. اور عرض کرتا ھون، که اجورہ دار پہنچا. مگر لٹا ھوا، اور بھیگا ھوا، اور بھاگتا ھوا. گوجرون نے اوسے لوٹ لیا. روپیه کتمل سب لے لیا. خط اوس داروگیر مین گر پڑا. بھیگ گیا. لفافه مجھ تك نپونچھا[2]. خط مع هنڈوی کے پہنچا. خط مین سے القاب بتکلف پڑھا. اور یه جمله «سفتچۂ مبلغ دو صد و پنجاہ روپیه» پڑھا گیا. اور باقی خیر و عافیت. «مکرر آنکه» اسکے بعد جو کچھ لکھا تھا، اوس مین سے «مولوی» یه لفظ، اور بعد ایك لفظ کے «خانصاحب» یه پڑھا گیا. اور کچھ

---

(۱) نواب فردوس مکان نے اس عریضه کے جواب مین ٤ رمضان سنه ۷۳ ھ مطابق ۹ مئی سنه ۵۷ ع کو تحریر فرمایا: «... مشفقا! این مرتبه که توقف در تسطیر رقیمة الاخلاص بظهور آمده باعث آن عدم فرصتی تصور توان نمود. حالاکه فرصت دست داد، به ترقیم ما فی الضمیر اتفاق افتاد».

(۲) یه میرزا صاحب کا خود نوشته املا ھے. در اصل اونهین سهو ھوا. ورنه یہی لفظ اسی سطر مین اونهون نے درست لکھا ھے.

نہین . مجکو غم یہ ھے کہ غزلہای اصلاحی اور دیوانِ اردو کی رسید مین نے نہ پائی[(۱)] .

ہنڈوی کا بعینہ وہ حال جو میرے خط کا تھا . کچھ پڑھا جائے ، کچھ نہ پڑھا جائے . آپ کا نام اور ڈھائی سو روپیہ یہ پڑھا گیا . چونکہ مہاجن مجکو جانتا تھا ، اوسنے اوس بھیگے ہوئے کاغذ کو اپنی چٹھی مین لپیٹ کر رامپور اوس مہاجن کے پاس بھیجا ھے . جب وہ صحیح کرکر بھیجیگا ، تب وہ مجکو روپیہ دیگا . اوسکے صحیح کرنے مین کیا تامل ھے . مین نے صرف بطریقِ اطلاع لکھا ھے . اور غزلون کی اور دیوان کی رسید اور جو اس

(۱) میرزا صاحب کے دیوان اردو کا یہ نسخہ کتبخانہ مین موجود ھی . سائز ۱۱½×۷¾ ، اوراق ۷۳ اور فی صفحہ ۱۵ سطرین ھین . خط صاف اور روشن نستعلیق اور ابتدائی دو صفحی طلاکار ھین . ہر غزل کے خاتمہ پر رنگین بیل بوٹی ھین اور تمام صفحات کی جدولین رنگ آمیز ھین . آخرمین نواب ضیاءالدین احمد خان بہادر نیر کی تقریظ ھی . اس نسخۂ دیوان کی متعلق مرزا صاحب نی منشی شیونراین کو لکھا ھی: « اب تم سنو . دیوان ریختۂ اتم و اکمل کہان تھا . مگر ھان مین نی غدر سی پہلی لکھواکر نواب یوسف علی خان بہادرکو رامپور بھیجدیا تھا . اب جو مین دلی سی رامپور جانی لگا ، تو بھائی ضیاء الدین خان صاحب نی مجکو تاکید کردی تھی ، کہ تم نواب صاحب کی سرکار سی دیوان اردو لیکر کسی کاتب سی لکھواکر مجکو بھیجدینا . مین نی رامپور مین کاتب سی لکھوا کر بسبیل ڈاك ضیاء الدین خان کو دلی بھیجدیا تھا » (اردوی معلی ، ص ۳۸۱) . بعدازان ۳ جولائی سنہ ۶۰ع کو اس کی مکمل ہونی کی باری مین لکھا ھی : « میان تمھاری باتون پر ھنسی آتی ھی . یہ دیوان ، جو مین نی تم کو بھیجا ھی ، اتم و اکمل ھی . وہ اورکونسی دو چار غزلین ھین جو مرزا یوسف علی خان عزیز کی پاس ھین ، اور اس دیوان مین نہین . اسطرف سی آپ اپنی خاطر جمع رکھین . کہ کوئی مصرع میرا اس دیوان سی باہر نہین ھی . معہذا اون سی بھی کہونگا . اور وہ غزلین اون سی منگا کر دیکھونگا » (ایضاً ، ص ۳۸٤) . اس نقل سی منشی شیونراین نی اپنی مطبع واقع شہر آگرہ مین دیوان کی طباعت کا انتظام کیا تو اسکی متعلق میرزا صاحب نی نواب علاء الدین خان بہادر علائی کو لکھا : « اردو کا دیوان رامپور سی لایا ہون ، اور وہ آگرہ گیا ھی . وھان منطبع ھوگا . ایك نسخہ تمھاری پاس بھی پہنچ جائیگا » (ایضاً ، صفحہ ٤۳٦) . لیکن بعد ازان آگرہ مین انطباع سی قبل ھی میرزا صاحب نی دھلی مین طبع کرا لیا . ان تمام خطوط سی معلوم ھوتا ھی ، کہ اسوقت دیوان غالب کی جسقدر ایڈیشن شایع ھو چکی ھین ، وہ سب کی سب نسخۂ رامپور کی نقل اور نقل در نقل ھین . میرزا صاحب نی خود اپنا کلام کبھی جمع نکیا (ایضاً ، صفحہ ۱۳۷) . نواب ضیاء الدین خان نیر اور ناظر حسین مرزا کی کتب خانہ مین اس کی نسخی موجود تھی ، لیکن اونکی ذخیرۂ کتب کی ساتھ ہنگامۂ غدر مین لٹگئی . (عود ھندی ، صفحہ ۲۷ و ۲۹ و ٦۵ ، واردوی معلی ، صفحہ ۲۰۳ و ۲۰٦ و ۲۵۹ و ۳٦۳) . اگر رامپور مین اصل نسخہ محفوظ نہوتا تو میرزا صاحب کی کلام کا موجودہ مجموعہ دستیاب ھونا تقریباً ناممکن تھا .

خط مین «مکرر آنکه»[۱] بعد مطالب مندرج تھے، وہ پھر ایسے هی باریك کاغذ پر لکھکر اس ساھوکار کو دیجیے گا، اور اوسکو تاکید کیجیے گا، که اسکو بھیجدے. یہان کے ساھوکار نے میری خاطر سے اس رقعه کو اپنی چٹھی مین روانه کیا ھے. غالب. پنجم ذی الحجه[۲].

(۷)

بوالا خدمت، رفعات درجت، جناب نواب صاحب والا مناقب عالیشان، قلزمِ فیض ومحیطِ احسان، عز نصره و دام ملکه.

آدابِ نیاز بجا می آرد، ونیازمندانه عرضه می دارد. در زمانِ چیره دستیِ کور نمکانِ سپاهِ روسیاه سررشتهٔ یام از هم گسست. ناچار بفرستادنِ نامه بر رساندنِ نامه و پیام صورت بست. درین روزگار، که فرمانِ داورانِ دادگر روائی، وسلسلهٔ آمد شدِ نامه رسائی یافت، نامه در یام روان داشته شد. و نارسیدنِ پاسخِ آن را چنان پنداشته شد، که مگر آن نیایشنامه نرسیده باشد. یا فرطِ احتیاط مانعِ تحریرِ جواب گردیده باشد. هر آئینه در دل چنان گزشت، که درین باربد انسان سخن سرای توان گشت، که سرگزشتِ من از ولیِّ نعمت نهان، و حجابے درمیان نماند.

حالیِ رایِ جهان آرای باد، که دیرینه نمکخوارِ سرکارِ انگریزم. و از سر آغازِ سالِ یکهزار وهشت صد وشش، که دران گاه شمارِ سنینِ عمرِ من از ده نگزشته بود، بعوضِ جاگیرِ عمِ حقیقیِ نسبیِ خود نصرالله بیگ خان بهادر[۳]،

---

(۱) یہان لفظ «کی» ساقط معلوم ھوتا ھی.

(۲) نوابصاحب کی محوله فرمان کا مسوده مثل مین منسلك ھی، لیکن اوس مین قابل نقل بات کوئی نہین.

(۳) نصرالله بیگ خان ابتداء مرھٹون کیطرف سی آگره کی صوبیدار تھی. بعد فتح آگره اپنی برادر نسبتی نواب احمد بخش خان والی لوھارو وفیروزپور جھرکه (متوفی سنه ۱۸۲۷ع: حالات کیلئی ص ۱۲، نوٹ ۲، ملاحظه ھو) کی سفارش سی انگریزی فوج مین رسالدار ھوگئی، اور مدد معاش کیلئی نواحی اکبرآباد مین پرگنهٔ سونك سونسا مرحمت ھوا. انھون نی سنه ۱۸۰۶ع مین انتقال کیا.

که با جمعیتِ رسالهٔ چهار صد سوار بمعیتِ جرنیل لارڈ لیك بهادر[1] در فتحِ هندوستان کوششهای نمایان کرده، وپرگنهٔ «سونك سونسا» بقیدِ حینِ حیـات جاگیر یافته، و هم درآن عهد بمرگِ ناگاه از جهان رفته بود، بفرمانِ جرنیل لارڈ لیك بهادر ومنظوریِ گورمنٹ مشتِ زرے شاملِ جاگیرِ عمِ سبیِ من نواب احمد بخش خان بهـادر[2] در وجهِ معاشِ من منجملهٔ زرِ استمراریِ سرکاری، که بذمهٔ نواب احمد بخش خان بهرِ دوام واجب الادا بود، قرار یافت. چون جانشینِ احمد بخش خان[3] کیفرِ کردار یافت، و جاگیر بسرکار باز یافت شد، رسیدنِ آن وجهِ مقرری از خزانهٔ کلـکتریِ دهلی صورت پزیرفت. چنـانکه تا انجامِ اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلـکتریِ دهلی یافته ام. و از مئی خود آشکار است که حال چیست. پیوندِ تعلق با بهادر شـاه[4] جز آن نبود، که از هفت هشت سال بتحریرِ تاریخِ سلاطینِ تیموریه، واز دو سه سال به اصلاحِ اشعارِ شهریار

---

(۱) لارڈ لیك سنه ۱۷٤٤ ع مین پیـدا هوئی. سنه ۱۷۵۸ ع مین پیدل فوج مین نام لـکھایا. اور مختلف عهدون پر فائز رهکر سنه ۱۸۰۲ ع مین جنرل مقرر هوگئی. سنه ۱۸۰۱ ع سی سنه ۱۸۰۵ ع تك هندوستان کی افواج کی کمانڈر انچیف اورکونسل کی ممبر رهی. انهون نی مرهٹون سی کامیاب جنگ کی. اور انگلستان واپس جاکر ۲۰ فروری سـنه ۱۸۰۸ ع کو فوت هوئی. یه بهت نامور اور هردلعزیز سپه سالار مانی جاتی تهی.

(۲) نواب احمـد بخش خان فیروزپور جهرکه کی رئیس اور لوهارو کی جاگیردار تهی. حکومت انگریزی مین انکی بڑی عزت اور منزلت تهی. نواب الهی بخش خان معروف، مـیرزا غالب کی خسر، انکی چهوٹی بهائی تهی. احمد بخش خان نی آخر عمر مین حکومت سی کناره کشی اختیارکرکی اپنی بڑی لڑکی نواب شمس الدین احمد خان کو فیروزپور جهرکه کی ریاست، اور نواب ضیاء الدین خان نیر و نواب امین الدین خان کو لوهارو کی جاگیر عطا کردی تهی. میرزا غالب کی پنشن ریاست فیروزپور سی متعلق تهی.

(۳) احمد بخش خان کی جانشین سی نواب شمس الدین احمد خان والی فیروزپور مراد هین. یه مزاج کی درشت اور فساد پیشه تهی. اسائی نواب هوکر اهل خاندان سی تعلقات درست نه رکهه سکی. میرزا غالب بهی ان سی ناراض تهی. خط مین انکا نام نه لینی کی یهی وجه هی. مسٹر ولیم فریزر ریزیڈنٹ دهلی کی قتل کی الزام مین اکتوبر سنه ۱۸۳۵ ع کو انهین پهانسی دیدیگئی، اور ریاست فیروزپور ضبط هو گئی.

(٤) بهادر شاه هندوستان کی مغلیه فرمانرواؤن کی آخری چشم وچراغ تهی، یه سنه ۱۸۳۷ ع مین تخت نشین هوئی. غدر سـنه ۱۸۵۷ ع مین باغیون نی انهین اپنا مطلق العنان بادشاه بنایا. بعد فتح دهلی الزام بغاوت مین رنگون کی طرف جلاوطن کئی گئی، اور وهین ۷ نومبر سنه ۱۸٦۲ ع کو فوت هوئی. میرزا صاحب نی ایك خط مین مـیر مهدی کو لـکها هی: «۷ نومبر، ۱٤ جمادی الاول سال حال جمعـه کی دن ابو ظفر سراج الدین بهادر شاه قید فرنگ وقید جسم سی رها هوئی».

می پرداختم. درین هنگامه خود را بکنار کشیدم. و بدین اندیشه که مبادا گر یك قلم ترك آمیزش کنم، خانهٔ من بتاراج رود، وجان در معرضِ تلف افتد، بباطن بیگانه وبظاهر آشنا ماندم. هرگاه شهر بر دستِ سپاهِ انگریز فتح شد، همه جاگیر داران و پنسنداران از شهر بدر رفتند. چنانکه تا امروز آوارهٔ دشت و کوه اند. من از جا نه جنبیدم. وهم چنان گوشه گیر ماندم. درین بندوبست که خاصه از بهرِ سیاستِ مجرمان ست، وتحقیقاتِ جرم از رویِ دفترِ قلعه واظهارِ مخبران می کنند، هیچگونه آلایشِ دامنِ من پدید نیامد. ودارو گیر وباز پرس رو نه داد. بودنِ من در شهر از حکام نهان نیست. اما چون پرسشے درمیان نیست، لاجرم محفوظ مانده ام. می بایست که خود سلسله جنبان گشتمے، وبا حکام پیوستمے. درین باره سخن آنست، که درین فرماندهان با هیچ کس سابقهٔ معرفتے ندارم. ومعهذا هنوز موقع ومحلِ آن نمی نگرم، که نامه نویسم، وخواهشِ ملاقات بمیان آورم. راستی اینکه درین فتنه وآشوب خدمتے بجا نیاورده ام. لیکن مقامِ شکر است، که به تقدیم نرسیدنِ خدمت از راهِ بیدستگاهی است، و ذریعهٔ اخلاص وخلوص همان بیگناهی است. حالِ خود را، اگرچه پرسش از جانبِ آن والا مناقب نبود، گفتم[۱]. وخون میخورم که صحت وعافیتِ ذاتِ همایونِ اقدس، که یا رب! جاودان سلامت باد، چگونه دریابم. همدرین کنج، که مسکنِ من ست، شنیده ام که والا شان زین العابدین خان بهادر[۲] بشهر آمده اند. نیازمندیِ من با مرحومی نواب عبد الله خان بهادر[۳]، ومهرورزیِ من

(۱) مزید تفصیل کی لئی ملاحظه هو اردوی معلی، صفحه ۳۵.

(۲) زین العابدین خان بهادر کا تذکره مکتوب نمبر ۱۰۷ کی ذیل مین ملاحظه هو.

(۳) نواب سید عبد الله خان بهادر ابن نواب سید غلام محمد خان بهادر نواب فردوس مکان کی چچا تهی. شعر و سخن سی دلچسپی رکهتی تهی. زور آزمائی کا بهی شوق تها. دهلی مین عرصه تك مقیم رهی. میرزا صاحب اور ان مین بهت ارتباط وخلوص تها. پنج آهنگ مین میرزا صاحب کا ایك خط انکو نام بهی درج هی (کلیات نثر غالب، صفحه ۲۱۸). یه عرصه تك میرٹهه کی صدر الصدور رهی تهی. اور وهین ستر برس کی عمر مین بعارضهٔ تپ سنه ۱۲۷٤ ھ کو رحلت فرمائی، اور درگاه چشتی پهلوان مین مدفون هوی. ان کا ایك شعر امیر مینائی مرحوم نی تذکرهٔ انتخاب یادگار (صفحه ۲۱۱) مین درج کیا هی. فرماتی هین:

منحصر تجهه پر شفاعت هی، بهلا جائین کهان * ای شفیع عاصیان! هم تیرا دامان چهوڑ کر

با اصغر علیخان مرحوم[1]، ومحبت وخلّتِ من با نواب عبد الرحمن خان بهادر مغفور[2] کجا دیده اند، وآن مدارج کی در نظر دارند، که ایشان را در ضمیر میگزشت، که گدای گوشه نشین را باید دید. من خود پائی، که رفتار داشته باشد، ندارم. واز زاویه برون آمـدن نتوانم. به نگاشتنِ این نامـه زحمتِ اوقاتِ ملازمان از آن رو روا داشته ام، که اگر نفرستادنِ نامه محض از رویِ احتیاط است، هویدا گردد، که در عنایت تفریط ودر رعایت افراط است. چشم دارم که بمشاهدۂ سوادِ نوازشنامـه فروغِ نظر اندوزم. شغلِ شعر وسخن هر آئینه یقین دارم که درین چنین فتنۂ وآشوب دل بدان کار چگونه گراید. دولت پاینـده ونصرت طرب فزاینـده باد. از **اسد اللہ غالب**. نگاشته وروان داشتۂ پنجشنبه ١٤ جنوری سنه ١٨٥٨.

له - دبیرانِ خاص بر عنوانِ نامـه هایِ پیشین نشانِ کلبـۂ این درویشِ دلریش عقبِ مسجدِ جامع نبشته اند. و من از هفت هشت سال در محلۂ بلّی‌مار می مانم. سپس نشانِ این محله نگاشته شود[3].

(٨)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

منشورِ عطوفت کے دیکھنے سے زندگی کی صورت نظر آئی. مخمس اور

---

(١) سید اصغر علی خان مرحوم نواب سید عبد اللہ خان بہادر کی صاحبزادی اور نواب فردوس مکان کی چچا زاد بھائی تھی ، امیر مینائی تذکرۂ مذکور (صفحہ ٢٥) مین لکھتی هین : «شاعر خوش مذاق هین . آفرینش مضامین عاشقانه مین طاق هین . مومن خان صاحب دهلوی کی شاگرد رشید . کلام انکا لایق دید وقابل شنید . ٣٨ برس کی عمر پائی . بارهوین رجب کو سنه ١٢٧٣ هجری تهی که عارضۂ خناق مین مبتلا هوکر میرٹھ مین رحلت فرمائی : وهان سی جنازه اونکا دهلی کو گیا . اور درگاه حضرت خواجه باقی باللہ مین دفن هوی » . ان کا دیوان شائع هوگیا هی .

(٢) نواب سید عبد الرحمن خان بهادر ، نواب سید غلام محمد خان بهادر کی صاحبزادی اور نواب فردوس مکان کی چچا تهی .

(٣) اگر میرزا صاحب کی تخمینه کو صحیح مانا جائی ، تو اونهین سنه ١٨٤٩ ع یا سنه ١٨٥٠ ع سی محله بلی مار مین مقیم هونا چاهئی . میر مهدی مجروح کی نام کی خط مین سنه ١٨٥٠ ع کی تصریح موجود هی . اسلئی یهی سنه درست معلوم هوتا هی . فرماتی هین : «.... یه لکهو که اسد اللہ خان پنشن دار سنه ١٨٥٠ع سی حکیم پٹیالی والی کی بهائی کی حویلی مین رهتا هی » (عود هندی ، صفحه ٨٣، و اردوی معلی، صفحه ١٩٤) .

غزلون کے پہنچنے کی اطلاع پائی. یہ بھی ایك بخشش کا بہانہ پیدا کرنا ھے. ورنہ حضور کے کلام کو اصلاح کی احتیاج کیا ھے. میری کیا سخنوری اور سخن سرائی ھے. آپ کی قدر دانی بلکہ قدر افزائی ھے. تکلف ھے اگر کہون کہ تا قیامت رھو. بے تکلف دعا یہ ھے، کہ خدا کرے ایك سو بیس برس تك سلامت رھو.

اس قرینے سے، کہ بسبب کم فرصتی کے اون کا ملاحظہ نکرنا مرقوم ھوا، ریختہ کے دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم ھوا. دیوان کے دیکھنے ندیکھنے مین آپکو اختیار ھے. مگر یہ چار جزو کا رسالہ جو اب بھیجا ھے، اسکا دیکھنا ضرور درکار ھے. فارسیِ قدیم اور پھر حسنِ معنی اور صنعتِ الفاظ. با این ھمہ ھر امر کی احتیاط، اور ھر بات کا لحاظ[1].

جنابعالی! طرفہ معاملہ ھے. خدا کا شکر ھے، اور اپنی قسمت کا گلہ ھے. خدا کا شکر یہ کہ با وجودِ تعلقِ قلعہ کسی طرح کے جرم کا بہ نسبت میرے احتمال بھی نہین. قسمت کا گلہ یہ کہ عطایِ پنسنِ[2] قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین. یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ھے. گویا بن کھائے جینا ھے. کہتے ھین کہ جنوری شروع سال مین پنسنداروں کو روپیہ ملے گا. دیکھئے کیا نیا گل کھلے گا. پہلی نومبر کو یہان اشتہارِ عام ھوگیا ھے، کہ اب قلمروِ ھندوستان مین عملِ ملکۂ معظمۂ عالیمقام ھوگیا ھے. مین پہلے سے مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ھون. اور وزرایِ ملکۂ دارا دربان کے دو سارتی فکٹ پا چکا ھون. اگر اس اجمال کو بہ تفصیل معلوم کیا چاھئے، تو اسی کتاب موسوم بہ دستنبو مین دیکھا چاھئے. خوشنودی کا طالب **غالب**.
نگاشتۂ روزِ یکشنبہ ھفتم نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع.

---

(۱) اس چار جزو کی رسالہ سے «دستنبو» مراد ھے. چنانچہ آخر عریضہ مین اسکی نام کی تصریح کرکی مرزا صاحب نی ابہام دور کر دیا ھے.

(۲) میرزا صاحب نی اس لفظ کا إملا «شین» کی بجائی «سین» سی لکھا ھے. اسی طرح لفظ سارٹیفکٹ مین پہلی «ٹ» کو «ت» تحریر کیا ھے.

(۹)

خداوندِ نعمت سلامت.

جو آپ بن مانگے دین، اوسکے لینے مین مجھے انکار نہین. اور جب مجکو حاجت آپڑے، تو آپسے مانگنے مین عار نہین.

بارِ گرانِ غم سے پست ہو گیا ہون. آگے تنگدست تھا، اب تہی دست ہو گیا ہون. جلد میری خبر لیجے. اور کچھ بھجوا دیجے. عنایت کا طالب غالب. چار شنبہ یازدہم ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۵ ھجری و ۱۷ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع[1].

(۱۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد آداب بجالانے کے عرض کرتا ہون، کہ منشورِ رافت لکھا ہوا ۲۵ نومبر کا جمعہ کے دن تیسری دسمبر کو اس دعا گویِ دولت کے پاس پہنچا. ڈھائی سو روپیہ کی ہنڈوی معتمد کے حوالہ کی گئی. آج یا کل روپیہ آجایگا. خاطرِ عاطرِ اقدس جمع رہے.

میرے حاضر ہونیکو جو ارشاد ہوتا ہے، مین وہان نہ آؤنگا، تو اور کہان جاؤنگا. پنسن کے وصول کا زمانہ قریب آیا ہے. اسکو ملتوی چھوڑ کر کیونکر چلا آؤن. سنا جاتا ہے، اور یقین بھی آتا ہے، کہ جنوری آغازِ سال

(۱) نواب فردوس مکان نے عرایض مورخۂ ۷ نومبر و ۱۷ نومبر کے جواب مین تحریر فرمایا: «... دو قطعۂ صحیفۂ تلطف طراز، اولین حاوی حالات نہ ملنی زر پنشن آپکو، اور دوسرا مورخہ اٹھاروین ماہ نومبر سنہ حال مشعر نوید خیریت مزاج وہاج کے، متواتر رنگ افروز چہرۂ وصول نشاط شمول کا ہوا. اور مراتب مندرجہ سے مطلع فرمایا. مشفقا! جو کہ مخلص کو اشتیاق معانقہ اور مکالمہ آپ کا بدرجۂ کمال ہے، اور اب تشریف آوری آپکی اس جگہ مناسب ہے، اسواسطے حوالہ خامۂ محبت نگار کے ہوتا ہے، کہ آپ دیدار فایض الانوار اپنے سے مخلص کو مسرور فرمائیے. اور قطعۂ ہنڈوی مبلغ دو سو پچاس روپیہ کا واسطے مصارف خدام آپ کے بلف رقیمۃ الوداد ہذا کے مرسل ہے. قبول فرمائیے. ... ۱۸ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۵ھ مطابق ۲۵ نومبر سنہ ۱۸۸۸ ع». عریضہ نمبر ۱۰ ہنڈوی کی رسید اور نآنے کے عذر پر مشتمل ہے.

۵۹ عیسوی مین یہ قصہ انجام پائے. جس کو روپیہ ملنا ہے اوسکو روپیہ، جس کو جواب ملنا ہے اوس کو جواب ملجائے.

حضور نے یہ کیا تحریر فرمایا ہے، کہ ان بارہ غزلون کی اصلاح مین کلامِ خوش مطلوب ہے. اگلی غزلون کی طرح نہون. مگر اگلی غزلون کی اصلاح پسند نہ آئی، اور اون اشعار مین کلامِ خوش نتھا. حضرت کا تو اون غزلون مین بھی وہ کلام ہے، کہ شاید اورون کے دیوان مین ویسا ایك شعر بھی نہ نکلیگا. مین بقدر اپنے فہم واستعداد کے کبھی اصلاح مین قصور نہین کرتا. زیادہ حدِ ادب. عرضداشتِ غالب. معروضۂ جمعہ ۲۶ ربیع الثانی سنہ ۷۵ و ۳ دسمبر ۵۸[۱].

(۱۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

مین اس دولتِ ابد مدت کا از راہِ مودت خیر خواہ ہون. امرِ ملال انگیزِ اندوہ آور مین آرائشِ گفتار گوارا نہین کر سکتا. نواب مرزا[۲] نے دلی آ کر پہلے نویدِ بزم آرائی سنائی. چاھتا تھا، کہ اوسکی تہنیت لکھون.

---

(۱) نواب فردوس مکان کی مسودۂ فرمان مین یہ مضمون تحریر نہین. ممکن ہو کہ مبیضہ مین اپنی قلم سی اضافہ کردیا ہو.

(۲) نواب مرزا خان داغ تخلص خاف نواب شمس الدین خان دهلوی مراد هین. نواب فردوس مکان کی عہد مین انکی پھوپی عمدہ خانم ریاست سی وظیفہ پاتی تھین. یہ اونکی توسط سی ابتداء مورد انعام و عنایات رهی. بعد ازان تعلق خدمت بھی هوگیا. چنانچہ نواب خلد آشیان کی عہد مین اصطبل اور فراش خانہ کی داروغہ تھی، سو روپیہ ماهوار تنخواہ پاتی تھی. نواب صاحب کی انتقال کی بعد بزم علم وادب منتشر هوئی، تو مرزا داغ حیدرآباد چلی گئی. اور وهان حضور نظام مرحوم کی استاد مقرر هوئی. اور وهین سنہ ۱۳۲۲ھ (۱۹۰۵ع) مین انتقال کیا. داغ صاحب شیخ ابراهیم ذوق دهلوی کی شاگرد تھی. اور رامپور مین شعراء دهلی کی کامیاب نمایندہ شمار هوتی تھی. امیر مینائی مرحوم لکھنوی اسکول کی حامی تھی، اسلئی دربار خلد آشیان مین ان دونون مین مسابقت کی سعی جاری رهتی تھی. بعض نقادون کا خیال هی کہ اس کشمکش مین امیر مینائی مرحوم نی داغ کا رنگ اختیار کرکی اعتراف شکست کیا. مگر واقعہ یہ هی کہ دربار رامپور کی یہ تابندہ گوهر اپنی علمی صحبتون مین ایك دوسری سی برابر استفادہ کرتی رهی هین. اور یہ فیصلہ دشوار هی کہ ان مین سی کس نی دوسری پر فتح پائی. تاهم نواب خلد آشیان کی دربار مین امیر صاحب کا رنگ سب سی زیادہ جما. اسلئی قیام رامپور تك اونکو فتحیاب میدان سخن شمار کرنا بیجا نہین هی.

کل اوسنے از روی خطِ آمدِ رامپور حضرت جنابعالیه کے انتقال[1] کی خبر سنائی. کیا کهون، کیا غم و اندوه کا هجوم هوا. حضرت کے غمگین هونیکا تصور کرکر اور زیاده مغموم هوا. بیدرد نهین هون، که ایسے مقام مین بطریقِ انشا پردازی عبارت آرائی کرون. نادان نهین هون، که آپ جیسے دانا دلِ دیده‌ور کو تلقینِ صبر و شکیبائی کرون.

از دستِ گدایِ بےنوا ناید هیچ جز آن که بصدقِ دل دعائی بکند

حق تعالی ذاتِ ستوده صفات کو دایماً اور ابداً جاه وجلال و دولت و اقبال کیساتھ سلامت با کرامت رکھے. عریضه نگار اسد الله المتخلص به **غالب**. مرقومۀ یکشنبه ۲۱ شعبان و ۲۸ مارچ سالِ حال.

(۱۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۀ رحمت سلامت.

ایك خط مشتمل اپنے حال پر اور ایك خط جناب بیگم صاحبه و قبله مغفوره کی تعزیت مین روانا کر چکا هون. اب ایك قطعۀ تاریخ بهیجتا هون. اگرچه ایك کا تعمیه هے. لیکن تعمیه کتنا خوب اور بےتکلف هے. عرضداشتِ **اسد الله**. معروضۀ ۱۳ رمضان و ۱۷ اپریل سالِ حال.

قطعه

جنابعالیه از بخششِ حق بفردوسِ برین چون کرد آرام
سخن پرداز **غالب** سالِ رحلت «خلود خلد» گفت از رویِ الهام
(سنه ۱۲۷۵ هجری)

(۱۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۀ رحمت سلامت.

بعد تسلیم کے عرض کرتا هون. آج دوشنبه کا دن ۱٤ رمضان

(۱) جناب عالیه نواب فردوس‌مکان کی والدۀ محترمه کا لقب تها. انکا نام فتح النسا بیگم هے. یه محمد نور خان ولد محمد شاه خان بڑیچ کی صاحبزادی، اور محمد نور خان نواب سید فیض الله خان بهادر کی همشیرزاده تهی (گلشن فتوت قلمی، ذکر نواب فردوس مکان، و اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۲۱).

المبارك کی اور ١٨ ماہِ اپریل کی صبح کے وقت ڈاك کا ہرکارہ آیا، اور منشورِ عطوفت لایا. مین نے سر پر رکھا. آنکھون سے لگایا. تعجب ھے کہ میرے دو خطون کی رسید اس عنایت نامہ مین مرقوم نہین. آیا نہ پہنچے، یا پہنچے اور نہ پڑھے گئے، کچھ معلوم نہین[١].

پہلے خط مین یہ عرض کیا ھے، کہ مجموع پنسندارون کی مثل مرتب ھے، اور ھنوز صدر کو روانا نہین ھوئی. نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر[٢] نے کلکتہ سے میری پنسن کے کواغذ طلب کئے، اور وہ کاغذ فہرست مین سے الگ ھو کر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ھوئے. وھان سے کلکتہ کو بھیجے جائین گے. پھر وھان سے حکمِ منظوری پنجاب ھوتا ھوا یہان آئیگا، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا. آج روپیہ ملا. کل مین نے آپ سے سواری اور بار برداری مانگی. آج سواری اور بار برداری پہنچی، اور کل مین نے رامپور کی راہ لی. بلکہ اسی نیاز نامہ مین کچھ حسنِ طلب بھی تھا. افسوس کہ ایسا خطِ ضروری نہ پہنچے.

دوسرا خط جنابِ عالیۂ مغفورہ کی تعزیت مین تھا. اوسکا بھی ذکر اس عنایت نامہ مین نتھا. ناچار پہلے خط کا مضمون اس ورق مین مکرر لکھدیا، اور دوسرے خط کے صرف ذکر پر اکتفا کیا. حق تعالی آپکو

---

(١) نواب فردوس مکان کا محولۂ بالا خط حسب ذیل ھی : «.... حال تشریف آوری آپکا اسطرف کی ابھی تك سامعہ نواز نہین ھوا. اور دل صفا منزل مشتاق اور منتظر دریافت سرور ملاقات کا ھی. اسواسطی حوالہ خامۂ اتحاد نگار کی ھوتا ھی، کہ آپ براہ عنایت کی نوید تشریف فرمائی اس سمت سی، کہ کبتك ممکن الوقوع ھی، مطلع اور مطمئن فرمائیے. ٩ رمضان سنہ ١٢٧٥ھ ١٣ اپریل سنہ ٥٩ ع».

(٢) لارڈ کیننگ بہادر سنہ ١٨١٢ع مین پیدا ھوئی. سنہ ١٨٥٢ع مین ھندوستان کی گورنر جنرل اور سنہ ١٨٥٨ع مین پہلی وائسرائی بنائی گئی. غدر انہی کی عہد حکومت مین رونما ھوا. اودہ حکومت کی مکمل ضبطی بھی اسی عہد کا واقعہ ھی. مارچ ١٧٦٢ع مین انگلستان واپس گئی، اور ١٧ جون سنہ ١٨٦٢ع کو وھین فوت ھوئی. اپنی عزم واستقلال، تدبر، اور خوبی انتظام کی بدولت انھون نی بڑی شہرت حاصل کی ھی.

سلامت رکھے ، اور صبر و ثبات و دولت و اقبال و عمر و جاہ و جلال بطریقِ دوامِ عنایت کرے .

دو غزلین منجمله باره غزلون کے بعدِ اصلاح ارسال کرچکا ہون . خدا کرے پہنچ گئی ہون . پرسون ایك قطعه جناب بیگم صاحب و قبله کی تاریخِ وفات کا بهیجا ہے . یقین ہے که پہنچے گا . از راهِ احتیاط وه قطعه اس ورق مین پهر لکهتا ہون . اور نیز از راهِ احتیاط یه خط بیرنگ روانا کرتا ہون . زیاده حدِ ادب . عریضۂ **اسد الله خان** . معروضۂ دوشنبه چهاردهم رمضان سنه ۱۲۷۵ ، مطابق هژدهم اپریل سنه ۱۸۵۹[۱] .

قطعه

جنابِ عالیه از بخششِ حق بفردوسِ برین چون کرد آرام
سخن پرداز **غالب** سالِ رحلت «خلودِ خلد» گفت از روی الهام
(۱۲۷۵)

(۱٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

نوازشنامه کے ورودِ مسعود کی اطلاع دیتا ہون ، اور هنڈوی کے پہنچنے کا شکر بجا لاتا ہون . ستمبر سنه ۱۸۵۹ کے مہینے کے سو روپیه پہنچے . خاطرِ اقدس جمع رہے .

عزمِ ولایت کا حال معلوم ہوا . حق تعالی آپ کو ہر جگه مظفر و منصور و کامیاب رکھے[۲] . خدمت گزار ہون ، اور دعا و ثنا میرا کام ہے .

---

(۱) اس عریضه کی جواب مین نواب فردوس مکان نی تحریر فرمایا : « سابق اس سی دو قطعی تلطف صحیفهٔ طمانینت افزا آپکی ، اول مشعر مراتب تعزیت رحلت جناب والده صاحبه معظمه کی اس جهان فانی سی ، اور دوسرا بانتظار جواب اور قطعهٔ تاریخ رحلت جناب موصوفه کی متواتر وصول هوئی ... سبحان الله کیا تاریخ آپنی تصنیف فرمائی هی ، که الفاظ جامع مختصر هین ، اور تعمیه بطرز نادر اور بی تکلف هی » .

(۲) نوابصاحب کی ۷ ستمبر سنه ۱۸۵۹ ع مطابق ۲۹ صفر سنه ۱۲۷۶ ه کی فرمان سی معلوم هوتا هی که میرزا صاحب نی سفر انگلستان کی باری مین استفسار کیا تها . جس کی جواب مین نوابصاحب نی مذکورهٔ بالا (باقی)

بڑھاپے نے کھو دیا۔ جز نفسے چند مجھ مین کچھ باقی نہین۔ زیادہ حدِ ادب۔ عرضداشتِ غالب۔ معروضۂ یکم اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ عیسوی۔

(۱۵)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تقدیمِ تسلیم گزارش کرتا ہون۔ پرسون ایك نیازنامہ بھیجا ہے۔ یقین ہے کہ پہنچے گا، اور اوسکا جواب جلد عنایت ہوگا۔ کل نوازشنامہ، جس مین سو روپیہ[1] کی ہنڈوی بابت ماہِ اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ تھی، شرفِ ورود لایا۔ زرِ مندرجۂ ہنڈوی معرضِ وصول مین آیا۔ خاطرِ اقدس جمع رہے۔۔۔۔۔ (شنبہ ۵ نومبر سنہ ۱۸۵۹)[2]۔

(۱۶)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعد بجا لانے آدابِ نیاز کے عرض کرتا ہون۔ یہ میرا دردِ دل ہے۔ نامۂ تہنیت مین اسکا اندراج مناسب نہین جانا۔ مین انگریزی سرکار مین علاقہ ریاستِ دودمانی کا رکھتا ہون۔ معاش اگرچہ قلیل ہے، مگر عزت زیادہ پاتا ہون۔ گورمنٹ کے دربار مین داھنی صف مین دسوان نمبر

(بقیہ) تاریخ کو لکھا: «مشفقا! جو آپ نے نسبت عزیمت مخلص کے بسمت انگلستان استفسار فرمایا ہے۔ حال یہ ہے کہ فی الحقیقت ارادہ مخلص کا جانے انگلستان کو مصمم ہے۔ لیکن ابھی تك کوئی زمانہ جانے کا مقرر نہین ہوا ہے۔ اسواسطے حوالہ خامۂ اتحاد نگار کے ہوتا ہے کہ جس وقت زمانہ جانے ولایت کا قرار پاویگا، آپکو پیشتر سے اس خصوص مین اطلاع دہی عمل مین آویگی»۔ میرزا صاحب کا عریضہ (نمبر ۱٤) اس فرمان کا جواب ہے۔ یہان یہ واضح کردینا مناسب ہے کہ نواب صاحب کا یہ سفر ملکہ معظمہ وکٹوریہ کے دست مبارك سے صلۂ خدمات غدر پانے کے سلسلہ مین ہونیوالا تھا۔ لیکن بعد ازان کسی وجہ سے سفر ملتوی ہو گیا۔ اور گورنر جنرل کے دربار فتح گڑھ مین خلعت وغیرہ عطا ہوا۔ دربار کی تفصیل عریضہ نمبر ۱۷ کے حاشیہ مین ملاحظہ ہو۔

(۱) میرزا صاحب نے الفاظ کے اوپر حسابی رقم بھی لکھی ہے۔

(۲) میرزا صاحب کے اس عریضہ کا آخری حصہ پھٹگیا ہے۔ اسلئے نام اور تاریخ متن مین موجود نہین۔ قوسین مین جو تاریخ درج ہے وہ لفافہ سے نقل کردیگئی ہے۔

اور سات پارچے اور جیغه ، سرپیچ ، مالائے مروارید ، خلعت مقرر ہے . لاڑد[1] هاردنگ صاحب[2] کے عہد تک پایا. لاڑد دلہوسی[3] یہان آئے نہین . اب یه نواب معلی القاب آتے هین[4] . زمانے کا رنگ اور . کوئی حاکم کوئی سکرتر میرا آشنا نہین . بڑے میرے مربی قدردان جناب اڈمنسٹن صاحب[5] . وہ بھی چیف سکرتر نرہے . لفٹنٹ گورنر ہو گئے . وہ سکرتر رہتے تو مجھے کچھ غم نتھا . ابتک مین اپنے کو یه بھی نہین سمجھا که بیگناه هون یاگنـاهگار . مقبول هون یا مردود . مانا که کوئی خیر خواهی نہین کی ، جو نئے انعـام کا مستحق هون . لیکن کوئی بیوفائی بھی سرزد نہین هوئی ،

---

(۱) یه میرزا صاحب کا املا هی . صحیح لفظ لارڈ هی .

(۲) لارڈ هارڈنگ صاحب هندوستان کی گورنر جنرل تھی . سنه ۱۷۸۵ع مین پیدا هوئی . جولائی سنه ۱۸٤٤ع سی جنوری سنه ۱۸٤۸ع تك گورنر جنرل هند رهی . سکھ وار مین بہت نمایان خدمات انجام دین . انتظام مملکت مین بھی مفید اصلاحات نافذ کین . جگه جگه اسکول قائم کئی . ریلوی اور آبپاشی کی محکمون مین اضافه کیا . اور اتوار کی عام تعطیل مقرر کی . آخر مین سنه ۱۸۵۲ع سی سنه ۱۸۵٦ع تك کمانڈر انچیف رهی ، اور اسی سال ماه ستمبر مین انتقال کیا .

(۳) لارڈ ڈلہوسی سنه ۱۸۱۲ع مین پیدا هوئی . سنه ۱۸٤۷ع مین هندوستان کی گورنر جنرل مقرر کئی گئی . اور ۱۲ جنوری سنه ۱۸٤۸ع کو آفس کا چارج لیا . انهون نی سکھون کو زیر کرکی سنه ۱۸٤۹ع مین پنجاب کا الحاق کیا . انکا اندرونی انتظام مملکت بہت عمده اور مضبوط مانا جاتا هی . محکمۂ ریلوی مین نئی ضابطی نافذ کئی . اور صوبون کی درمیان ٹیلیگراف سسٹم قائم کیا . شاهی ڈاکخانه کا نظم بھی انهی کا رهین منت هی . پبلك ورکس ڈپارٹمنٹ ، جیل ، جنگلات ، سروی اور محکمۂ تعلیمات قائم کیا . لیجسلیٹیو کونسل کا از سر نو انتظام کرکی اوسی وسعت دی . برما پر حمله کیـا ، اور خان قلات اور امیر افغانستان سی معاهدی مرتب کئی . صوبه برار فوجی مصارف کی لئی حاصل کیـا . ان کی هاتھون بہت سی دیسی ریاستون کا خاتمه هوا . حادثۂ غدر کی تمـام ذمه داری بھی انهی کی کاندھون پر رکھی جاتی هی . یه بڑی جفاکش کارکن تھی . چنانچه انکی سوانح کا خلاصه فتح ، استحکام ، اور ترقی هی . انهون نی لندن واپس جاکر سنه ۱۸٦۰ع مین انتقال کیا .

(٤) لارڈ کیننگ بہادر وائسرائی مراد هین .

(۵) ایڈمنسٹن صاحب سنه ۱۸۱۳ع مین پیدا هوئی . سنه ۱۸۳۱ع مین اضلاع شمال و غرب مین تقرر هوا . ستلج کی فتح کی بعد وهان کی ریاستون کی کمشنر بنـائی گئی . سنه ۱۸۵۳ع مین پنجاب کی کمشنر مالیات هوئی . سنه ۱۸۵۵ع سی سنه ۱۸۵۷ع تك گورنمنٹ آف انڈیا کی فـارن سیکریٹری رهی . بعد ازان جنوری سنه ۱۸۵۹ع مین پنجاب کی گورنر هوگئی . اور فروری سنه ۱۸٦۳ع تك اس عهده پر فائز رهی . انهون نی ۲٤ ستمبر سنه ۱۸٦٤ع کو انتقال کیا .

جو دستورِ قدیم کو برھم مارے[1]. بہر حال اس تشویش مین ہون. راہِ چارہ مسدود، اور دکھ موجود. عرفی خوب کہتا ھے:

مرا زمانۂ طناز دست بستۂ و تیغ زند بفرقم وگوید که هان سرے میخار

مرقومۂ صبحِ یکشنبہ ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۹[2].

(۱۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد بجا لانے آدابِ نیاز کے عرض کرتا ھون. منشورِ عطوفت پہنچا. نوابِ عالی جناب کی ملازمت کا حال بسبیلِ اجمال مندرج تھا. مین از روی اخبار بہ تفصیل دریافت کر چکا ھون. ھندستان مین کسی رئیس کیواسطے یہ بات کاھےکو ھوئی ھے. مسند تکیہ کسی کو کب ملا ھے. یہ کمالِ عز و شان اور استحکامِ بنایِ ریاست کا نشان ھے. لطف یہ ھے کہ اب صاحبانِ کورٹ آف ڈرکٹر حائل نہین رھے. نواب گورنر جنرل بہادر نائبِ سلطنت ھین. اس صورت مین جو کچھ انھون نے دیا ھے، وہ عطیہ حضرتِ فلک رفعت ملکۂ معظمہ کا ھے. ایسے شاھنشاہ کی سرکار سے وسادۂ سروری کا عطا ھونا بہت بڑی نوازش اور سزاوارِ صد گونہ نازش ھے. یہ چار بالشِ امارت اور «کاشی پور» کا ضمیمۂ ملکِ موروثی ھونا پہلے آپ کو اور پھر ولیعہد بہادر کو اور پھر آپ کی اولاد و اخوان و انصار کو اور سب کے بعد **غالب** دعا گویِ گوشہ نشین کو مبارک ھو. زیادہ حدِ ادب. مرقومۂ صبحِ یکشنبہ ۲۷ نومبر ۱۸۵۹ ع[3].

---

(۱) یہ فارسی کی محاورہ «برھم زدن» کا ترجمہ ھی.

(۲) نواب فردوس مکان نی جواباً تحریر فرمایا: «شفقا! ھنگام ملاقات کی اکثر صاحبان ذیشان سی تذکار محامد اوصاف ذاتی اور صفاتی آپ کا عمل مین آیا ھی. اللہ تعالی کی فضل اور قدردانی سرکار دولتمدار سی یقین واثق ھی کہ جو مدارج شریف آپکی قدیم سی ھین، پیشگاہ گورنمنٹ سی بھی اوسی مطابق ظھور مین آویگا. کسواسطی کہ اھالی سرکار ابدقرار قدردان و قدرشناس ھین».

(۳) میرزا صاحب نی اس عریضہ مین جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ھی، وہ اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۹۷-۱۱۰) کی بیان کی مطابق حسب ذیل ھی: (لارڈ کیننگ صاحب بہادر گورنر جنرل نی ۱۵ نومبر سنہ (باقی)

(۱۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

آدابِ نیاز بجا لا کر عرض کرتا ہون ، کہ سو روپیہ کی ہنڈوی بابت

(بقیہ) ۱۸۵۹ ع مطابق ۲۳ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۶ھ کو مقام فتحگڑھ مین ایك عالیشان دربار منعقد فرمایا . . .
اس دربار مین بہت سی دیسی روسا اور بہت سی یوروپین معزز حکام خصوصاً کانڈر انچیف صاحب شریك
تھی . . . . اس دربار عام مین گورنر جنرل نی نواب سید یوسف علیخان بہادر سی مخاطب ہو کر کہا :
« مجکو بڑی خوشی اس بات کی ہی ، کہ ان خدمات کی عوض جو آپ نی ملکۂ معظمہ کی کین ، آج آپ
کا شکریہ ادا کرنیکا موقع ملا . آپ اپنی ذات خاص سی زمانۂ غدر مین نہایت مستعد اور صادق رہی .
اور آپ نی ، باوجود خوف جان و ریاست کی ، گرد و نواح مین نہایت مشقت اور مستعدی سی
حکومت برقرار رکھی . اور ملکۂ معظمہ کی افسرون کی مدد بقدر امکان بخوبی کی . سب سی بڑھ
کر یہ ہی ، کہ آپ نی ایك مجمع کثیر ہمقوم ملکۂ معظمہ کی جانین بچائین . ان کو سب آفتون
سی محفوظ رکھا . اور انکو ہر طرح کی آسایش دی . حالانکہ وہ زمانہ چارون طرف خوف سی
گھرا ہوا تھا . مین بڑی خوشی سی روبرو سپہ سالار افواج ہند ملکۂ معظمہ اور بہت سی معزز
افسر اور حاکمان ملکی کی ، جو گرد و نواح اور دیگر مقامات ہندوستان مین عہدہ‌ہای جایلہ پر
منصوب ہین ، آپ کی حسن خدمات کا اقرار کرتا ہون . مجکو یقین ہی کہ آپ کی کارگزاریون
کو یہ لوگ ہرگز نہ بھولینگی » . اس دربار مین گورنر جنرل نی نواب سید یوسف علیخان بہادر کو
خلعت قیمتی بیس ہزار روپیہ کا عطا کیا . اور سلامی کی فیر گیارہ کی بجای تیرہ مقرر ہوی .
علاوہ اسکی « فرزند دلپذیر » کا خطاب عنایت ہوا . القاب وآداب ان الفاظ کی ساتھ قرار پایا :
« نوابصاحب مشفق بسیار مہربان کرمفرمای مخلصان سلامت ») .

بعد ازان ۲۵ نومبر سنہ ۱۸۵۹ ع کو گورنر جنرل بہادر کی سکریٹری نی گورنمنٹ ممالك مغربی
وشمالی کی سکریٹری کی نام حسب ارشاد گورنر جنرل بہادر ایك خط لکھا . اس خط کی دفعہ ٥ مین
تحریر تھا : (گورنر جنرل نی . . . . نواب صاحب کو مطلع کیا کہ انکی مستحکم وفاداری اور اعلی
درجہ کی امداد کی سبب سی ، جو انہون نی گورنمنٹ کو دی ہی ، انکو پرگنۂ کاشی پور ضلع
مرادآباد جسکی جمع ایك لاکھ چار ہزار چار سو روپیہ سالانہ ہی ، معافی مین بخشا ہی .
جسکو وہ اور انکو وارث اپنی جاگیر کی ایك ٹکڑی کی طور پر اپنی قبضہ مین رکھین .)

اس عطیۂ شاہی کی تہنیت مین میرزا صاحب نی یہ قطعہ فارسی نظم کیا :

ای آنکہ خود بمہر ہمی پروری مرا	از غیب مزد کار تو اجر عظیم باد
رای تو در زمانہ بامضای کارہا	با اہتمام سہم سعادت سہیم باد
در صبح دولت تو ز گلہای رنگرنگ	دائم مشام دہر رہین شمیم باد
آن دم ، کہ مردہ را باثر زندہ ساختی ،	در باغ طالع تو بجای شمیم باد
پاشند آب گر برہت بہر دفع گرد	ہر قطرہ زان نمونۂ در یتیم باد
ہر صیغۂ ، کہ وضع وی از بہر امر تست ،	فارغ ز ننگ زحمت تقدیم میم باد
گر بہر خویش نیز دعای کنم چہ باك	این نغمہ ہم گزیدۂ طبع سلیم باد
آزادہ ام خلوص وفا شیوۂ من ست	راہم ورای مسلك امید و بیم باد

(باقی)

مصارفِ ماہِ نومبر ۱۸۵۹ پہنچی۔ اور روپیہ وصول مین آیا۔ اور صرف ہو گیا۔ اور مین بدستور بھوکا اور ننگا رہا۔ تم سے نکہون تو کس سے کہون۔ اس مشاہرۂ مقرری سے علاوہ دو سو روپیہ اگر مجکو اور بھیج دیجیگا تو جلا لیجیگا۔ لیکن اس شرط سے کہ اس عطیۂ مقرری مین محسوب نہو اور بہت جلد مرحمت ہو۔ زیادہ حدِ ادب۔ عرضداشتِ غالب۔ معروضۂ صبحِ پنجشنبہ ہشتم دسمبر سنہ ۱۸۵۹ بمجردِ ورودِ عنایت نامۂ مرقومۂ ماہِ حال[1]۔

(بقیہ) چون رهروی که بر نمط جاده ره رود — پیوسته سیر من بخط مستقیم باد
مانند فکر من رخ بخت تو دلفروز — مانند کلك من دل دشمن دونیم باد
پابستۂ زمان و مکان نیست دردمند — گر خود رود بکعبه برین در مقیم باد
شادم بکنج امن و نگویم که بنده را — خشتی ز زر خالص و خشتی ز سیم باد
مقصود از لباس همان پوشش تنست — پوشش گر از حریر نباشد گلیم باد
بالجمله این سه بیت که سر جوش فکرتست — در خورد لطف خاص و عطای عمیم باد
نواب مهر مهر منوچهر چهر را — حاصل جمال یوسف و قرب کلیم باد
چون غنچۂ که پهلوی گل بشگفد بباغ — ملك جدید شامل ملك قدیم باد
هر دم ترا بخلوت راز و ببزم انس — روح الامین مصاحب و غالب ندیم باد»
(کلیات غالب فارسی، ص ۲۶)

اس قطعہ کے متعلق یہ بتانا، کہ کس تاریخ لکھا گیا، اور کب رامپور پہنچا، سخت دشوار ہے۔ اسلئے کہ مثل مین ایسا کوئی خط شامل نہین، جس مین اسکا ذکر ہو۔ لیکن ۲۷ نومبر کے مکتوب مین اسکا مذکور نہونے کے باعث، قیاس یہ ہے، کہ اس تاریخ کے بعد لکھا گیا ہوگا۔ اور اسی مہینے کے کسی آخری تاریخ مین یا ماہ دسمبر کے شروع مین نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال ہوا ہوگا۔ نوابصاحب کی تاریخ روانگی وآمد صاحب اخبار الصنادید نے ذکر نہین کی۔ لیکن خود نوابصاحب نے میرزا غالب کو ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۷٦ ھ مطابق ۸ نومبر سنہ ۵۹ ع کو لکھا ہے: «مخلص بتاریخ ۱۲ اس مہینے کے طرف فرخ آباد کے روانہ ہوگا اور بتاریخ ۱۸ اس مہینے کے معاودت کرکے رامپور پہونچے گا.....»۔

(۱) میرزا صاحب کے اس عریضہ کے جواب مین نواب فردوس مکان نے القاب وتسلیمات کے بعد تحریر فرمایا: «مشفقا! بپاس ارقام سامی کے، کہ مخلص کو آپ کی ذات ستودہ صفات سے محبت اور موانست قلبی ہے، ہنڈوی مبلغ دو سو روپیہ کی سوائے مشاہرۂ معینہ معطوف رقیمۃ الوداد ہذا کے مرسل ہے۔ اور چشمداشت آپ کی لطف فرمائی سے یہ ہے، کہ رسید ہنڈوی مذکور سے مطلع اور مطمئن فرمائین۔ اور سابق مین چند مرتبہ در باب تشریف فرمائی یہان کے متکلف ہوا ہون۔ لیکن ابتك آپ نے سرور ملاقات بہجت آیات سے مسرور نہین فرمایا۔ اب لازم اشفاق کا یہ ہے کہ آپ تشریف شریف باسرع ازمنہ ارزانی فرماوین اور مخلص کو مشکور الطاف کا کرین۔

اس ارشاد کی تعمیل مین میرزا صاحب صبح پنجشنبہ ۱۹ جنوری سنہ ٦۰ ع کو دلی سے روانا ہوکر شام کو مرادنگر، اور جمعہ ۲۰ جنوری کو میرٹھ پہنچے۔ وہان ۲۱ کو قیام کرکے دوسری دن شاہجہانپور، گڑھ مکتیسر، اور مرادآباد ہوتے ہوے، جمعہ کے دن ۲۷ جنوری کو وارد رامپور (باقی)

(۱۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

آدابِ نیاز بجا لاتا ھون . اور مزاجِ اقدس کی خبر پوچھتا ھون . اور بکمالِ ناچاری بصد گونه شرمساری عرض کرتا ھون که آج سه شنبه ۷ فروری کی ھے . جو لوگ که میرے ساتھ ھین گوش بر آواز ھین . اور جو وظیفه خوار دلی مین ھین وه چشم براه ھونگے . زیاده حدِ ادب . خوشنودی کا طالب غالب . صبحِ سه شنبه ۷ فروری سنه ۱۸۶۰[۱] .

(۲۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

تقدیم مراسمِ تسلیم مقدمه اس گزارش کا ھے، که عالم دو ھین . ایك عالم شہادت ، ایك عالمِ غیب . جسطرح عالمِ شہادت مین آپ میری دستگیری کررھے ھین ، عالمِ غیب مین آپ کا اقبال مجکو مدد پہنچا رھا ھے . تفصیل اس اجمال کی یه که وه نقشا پنسن دارون کا جو یہان سے صدر کو گیا تھا ، وه اب صدر سے بعدِ صدورِ حکم آ گیا . حکم به نسبت ھر واحد کے مختلف ھے .

(بقیه) ھوی . یہان منجانب ریاست مہانداری کا انتظام کیا گیا . اور محلۂ راجدواره مین ایك مکان قیام کیلئے عطا ھوا . نواب فردوس مکان نے تعظیم و توقیر مین کوئی دقیقه فروگزاشت نہین کیا . اور چند دن کے بعد زر دعوت کے نام سے سو روپیه ماھوار مقرر فرما دیا . رامپور کی آب وھوا میرزا صاحب کے مزاج کے موافق تھی . اسلئے وه چاھتے تھے که یہان زیاده عرصه رھین . لیکن باقر علیخان اور حسین علیخان ساتھ آئے تھے . اونھون نے دلی واپس چلنے کیلئے ضد کی . چونکه یه دونون کم عمر تھے اسلئے انکا تنہا دلی بھیجنا مناسب نه تھا . مجبوراً میرزا صاحب نے رخصت مراجعت کی درخواست کی . نواب فردوس مکان نے قیام پر اصرار کیا . لیکن آخرکار اجازت عطا فرما دی اور میرزا صاحب رامپور سے ۱۷ مارچ سنه ۶۰ع کو روانا ھوکر ۲۴ ماه مذکور کو دلی جاجا پہنچے . سفر کی تفصیلات کیلئے دیباچه ملاحظه ھو .

(۱) اس عریضه کے لفافه سے معلوم ھوتا ھے که یه میرزا صاحب کے قیام رامپور کے زمانه مین نواب فردوس مکان کو لکھا گیا ، اور فتح محمد خانصاحب کے توسط سے کیمپ مین پیش ھوا . مقام کا نام لفافه پر درج نہین . لیکن جوابی فرمان کے مسوده مین «از مقام کھریا» تحریر ھے . جس سے یه نتیجه نکلتا ھے که اوسوقت سرکار بسلسلۂ دورۂ ریاست موضع کھریا تحصیل سوار مین فروکش تھے .

تقلیل بہت ہے. سو روپیہ مہینے والے کو پچھتر[1] بھی ہین، اور پچیس[1] بھی ہین، اور دس[1] بھی ہین. اب فرمائیے میرے واسطے کیا احتمال گزرتا ہے. یاسِ کلی ہے. لیکن واقعہ یہ ہوا ہے، کہ سب سے پہلے میرا نام اور پوری پنسن کی واگزاشت کا حکم. طرفہ یہ کہ میرے نام کے ساتھ ایك انگریزی تحریر ہے، کہ جسکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ گورمنٹ کا حکمِ منظوری اس تحریر پر متفرع ہے. حکام کے عملہ مین اور وکلا اور اھل شہر مین یہ مشہور ہے، کہ وہ تحریر ولایت سے آئی ہے. بہر حال دو امر ہنوز مبہم ہین. ایك اس انگریزی تحریر کا حال، اور دوسرے میرے بھائی کی پنسن کی حقیقت. سو یہ دونون امر چند روز مین معلوم ہو جائینگے. اور جو معلوم ہوگا، وہ عرض کیا جایگا. غالب. ۲۲ اپریل سنہ ۱۸۶۰[2].

(۲۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

شکرِ بندہ پروری بجا لاکر عرض کرتا ہون، کہ کل ۱۲ جولائی کو نوازشنامہ مع سو روپیہ کی ھنڈوی کے پہنچا، اور روپیہ معرضِ وصول مین آیا. متوقع ہون، کہ یہ عطیہ چوتھی پانچوین انگریزی کو، جیسا کہ ہمیشہ

---

(۱) ان مقامات پر میرزا صاحب نے حسابی رقوم بھی لکھی ہین.

(۲) اس عریضہ کے جواب مین ۲۸ رمضان سنہ ۱۲۷۶ ھ مطابق ۲۰ اپریل سنہ ۱۸۶۰ع کو نواب صاحب نے تحریر فرمایا: «مشفقا! جب کوئی مسرت پیش آنیوالی ہوتی ہے، تو آغاز ہی سے مقدمات سرور پیدا ہوتے ہین. ایسی سامان نظر آتی ہین کہ بے اختیار دلکو انبساط، طبیعت کو انشاط ہو. حسن اتفاق دیکھیئے، کہ ۱۹ تاریخ اپریل سال حال پہلے تو ایك لاکھ بیس ہزار کی جاگیر پر دخلدھانی کا خریطہ آیا. مین اوسی پڑھرھا تھا، کہ آپکا نامۂ سرور افزا پونچا. اوس سے آپکی پنشن کی بحالی کا مژدہ پایا. نشۂ سرور دوبالا ہوگیا. اور اسقدر بالیدگی اور خوشی حاصل ہوئی کہ زینہار بیان اوسکا مجال زبان وقلم نہین. بارخدایا مبارك ہو. سپاس منعم حقیقی ادا نہین ہوسکتا. اسوقت مین بلا نقصان پنشن کا جاری ہونا محض شان قدرت باری ہے. شکر اوسکو احسانات کا کہانتك ادا کیجئے. عجب قدرت نمائی فرمائی ہے. دلکو طرفہ مسرت ہاتھ آئی ہے». میرزا تفتہ کے نام کے ٦ مئی سنہ ۱۸۶۰ع کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ٤ مئی سنہ ۱۸۶۰ع کو زر پنشن وصول کیا گیا تھا (اردوی معلی، صفحہ ۹۰). وصول شدہ رقم، دوہزار دوسو پچاس روپیہ کے خرچ کی پوری تفصیل کیلئے اردوی معلی، صفحہ ۱۸۲، خط بنام میر مہدی ملاحظہ ہو. آخر مین یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ میرزا صاحب کے عریضہ کی تاریخ ۲۲ اپریل سہو قلم معلوم ہوتا ہے.

پہنچتا تھا، پہنچا کرے۔ دسوین بارھوین نہوا کرے۔

تم سلامت رھو قیامت تك

خوشنودی کا طالب غالب. صبحِ جمعہ ۲۳ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۶ مطابق ۱۳ جولائی سنہ ۱۸۶۰۔

(۲۲)

ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت[۱]۔

بعدِ تسلیم معروض ھے۔ عنایت نامہ کے ورود سے مین نے عزت پائی۔ سو روپیہ کی ھنڈوی بابت مصارف مارچ سنہ ۱۸۶۱ کے پہنچی۔ زرِ مندرجہ معرضِ وصُول مین آیا۔ خاطرِ اقدس قرینِ جمعیت رھے۔ کلیاتِ فارسی کے پہنچنے سے اور اس نذر کے مقبول ھونے سے مجکو بہت خوشی حاصل ھوئی[۲]۔

تم سلامت رھو قیامت تك

عنایت کا طالب غالب. صبحِ یکشنبہ ۷ اپریل سنہ ۱۸۶۱ ع۔

(۲۳)

ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم تورہ اور خلعت کے عطیّہ کا آداب بجا لاتا ھون۔ خدا آپ کو سلامت رکھے۔ اور اپنی اولاد کی اولاد کی شادیان کرنی اور اون

---

(۱) عریضہ نمبر ۲۲ تا ۲۵ مین خلاف معمول لفظ «حضرت» ساقط ھی۔

(۲) میرزا صاحب کا یہ نسخۂ کلیات فارسی حسب تصریح فرمان مورخہ ۳۰ مارچ سنہ ۶۱ ع ڈاك کی ذریعہ حضور مین پیش ھوا. نوابصاحب نی اسکو «آئینۂ جہان نما بل مخزن نکات مسرت افزا» تحریر کیا ھی۔ یہ نسخہ کتب خانۂ سرکاری مین محفوظ ھی: خط نہایت صاف، کاغذ نیلگون اور جابجا مرزا صاحب کی قلمی تحریر سی مزین ھی۔ اسکی کاتب کی باوی مین مرزا صاحب نواب ضیاءالدین خان بہادر کو لکھتی ھین: «آپ کو دیوان کی دینی مین تامل کیون ھی۔ روز آپ کی مطالعہ مین نہین رھتا۔ بغیر اوسکی دیکھی آپ کو کھانا نہ ھضم ھوتا ھو، یہ بھی نہین۔ پھر آپ کیون نہین دیتی: رھا کتاب کی تلف ھونیکا اندیشہ، یہ خفقان ھی۔ کتاب کیون تلف ھوگی۔ احیاناً اگر ایسا ھوا، اور دلی لکھنو کی عرض راہ مین ڈاك لٹگئی، تو مین فوراً بسبیل ڈاك رامپور جاؤن گا، اور نواب فخرالدین خان مرحوم کی ھاتھ کا لکھا ھوا دیوان تمکو لادونگا» (اردوی معلی، صفحہ ۲۸۹)۔

شادیون مین توره وخلعت کی تقسیم نصیب ہو ۔

یہ تحریر نہین ۔ مکالمہ ہے ۔ گستاخی معاف کرواکے اور آپ سے اجازت لیکے بطریقِ انبساط عرض کرتا ہون ، کہ یہ سوا سو روپیئے ، جو توره و خلعت کے نام سے مرحمت ہوئے ہین ، مین کال کا مارا اگر یہ سب روپیہ کھا جاؤنگا ، اور اس مین لباس نہ بناؤنگا ، تو میرا خلعت حضور پر باقی رہیگا یا نہین ؟

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

داد کا طالب غالب ۔ دوشنبہ ۔ بحسابِ تعزیہ داران پانچوین ، اور از روی دوج ٦ محرم الحرام سنہ ۱۲۷۸[1] .

---

(۱) اس عریضہ مین نواب فردوس مکان کی منجھلی صاحبزادی سید حیدر علیخان بہادر کی شادی کا حوالہ ہی ۔ یہ شادی نواب سید احمد علی خان بہادر ابن نواب سید محمد علیخان بہادر ابن نواب سید فیض اللہ خان بہادر کی نواسی کیساتھ ۱۷ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۷ ھ مطابق ۲۷ جولائی سنہ ۱۸٦۱ ع کو قرار پائی تھی ۔ مہینون قبل سی تیاریان ہوئی تھین ۔ ملازمان ریاست کو خلعت اور عام باشندگان شہر کو کھانا تقسیم ہوا تھا ۔ اور ساری شہر مین جابجا رقص و سرود کی محفلین آراستہ کی گئی تھین ۔ ریاست کی بیرونی متوسلین اور احباب کی نام دعوتنامی جاری ہوئی تھی ۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب کو بھی دعوت شرکت دیگئی تھی ۔ لیکن وہ ضعف طبع کی سبب سی نآسکی تھی ۔ چنانچہ نواب علاء الدین خان علائی کو ۲۵ ستمبر سنہ ۱۸٦۱ ع کو لکھا ہی : «والی رامپور نی بھی تو مرشد زادہ کی شادی مین بلایا تھا ۔ یہی لکھا گیا ، کہ مین معدوم محض ہوگیا ہون ۔ تمھارا اقبال تمھاری کلام کو اصلاح دیتا ہی ۔ اس سی بڑھکر مجھسی خدمت نہ چاہو» (اردوی معلی ، صفحہ ۳۰٤ و ۳۰۵) .

میرزا صاحب نی توره و خلعت کا عطیہ پاکر ایك تہنیت نامہ اور دو قطعات مبارکباد نوابصاحب کی خدمت مین روانہ کیئی تھی ۔ قطعات مثل مین شامل نہین ۔ لیکن حسن اتفاق سی کلیات فارسی (مطبوعہ لکھنو ، ص ۳۱) مین شایع ہوچکی ہین ۔ مقام کی مناسبت چاہتی ہی کہ انھین یہان نقل کیا جائی ۔ فرماتی ہین :

(۱)

دید ور یوسف علیخان کز فروغ رای او — مہر تابان برد قسط فیض ومن ہم یافتم
از ولیعہدش سخن رانم کہ چون ماہ منیر — طلعتش را دیدہ روشن ساز عالم یافتم
وان دگر فرزانہ فرزند فرہمندش کہ ہست — کوکبی کش در دل افروزی مسلم یافتم
خواست تا سازد بآئین بہینش کدخدا — شاد گشتم چون خبر زین جشن اعظم یافتم
بہرہ بردم در تصور زان ہمایون انجمن — بسکہ در خود طاقت رنج سفر کم یافتم
بزم طوی فرخ حیدر علیخان را بدہر — خوشتر وخرم تر از بزم کی و جم یافتم (باقی)

(۲٤)

ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعــدِ تسلیم معروض هے . آٹھ سـات برس سے مصدرِ خدمت اور

(بقیه) سال این دولت فزا شادی بامعان نظر «مشتری» با «زهره» در «طالع» فراهم یافتم
اس قطعه مین مصرع آخر کی الفاظ (زهره، مشتری، اور طالع) سی سال جشن ۱۲۷۷ھ نکلتی هین .

(۲)

بهار هند که نامند بر شگال آنرا — پس از دو سال بر اهل جهان مبارکباد
بباغ وکشت و بیابان و کوه سر تا سر — سحاب و سبزه و آب روان مبارکباد
گزشت عهد سموم و وزید باد خنك — ز جان به تن، دگر از تن بجان مبارکباد
اگرچه رحمت عامست لیك بالتخصیص — برامپور کران تا کران مبارکباد
زبرگ برگ نیستان که گرد آن شهر است — رسد بگوش چنان کز زبان مبارکباد
ز انبساط پراست آنچنان که از رگ ابر — بجای قطره تراود همان مبارکباد
سپس بداد گر آیم که اهل دانش را — شود هرآئنه خاطر نشان مبارکباد
خود ابر و باد بگیتی ز دیر باز نبود — عطیه ایست که بر همگنان مبارکباد
معاف باشم اگر خود ز خویشتن پرسم — برامپور خصوصاً چسان مبارکباد
چو رامپور بود وجه تازه روئی دهر — ز هر چه این همه گل کرد آن مبارکباد
ز فیض همت فرمانروای آن شهرست — که ورد خلق بود هر زمان مبارکباد
ظهور میمنت کدخدائی فرزند — بر آن رئیس سپهر آستان مبارکباد
که میهمان حق ست آن و ما طفیلی او — نزول مائده بر میهمان مبارکباد
بجیب و دامن مردم ز بخشش نواب — متاع خاصهٔ دریا و کان مبارکباد
کشایش در گنجینه و آنگه از در گنج — بدر شتافتن پاسبان مبارکباد
بطالبان زر و سیم سیم و زر فرخ — بسائلان تهی کاسه نان مبارکباد
بمن که تشنه‌لب باده‌های پرزورم — ازان میان دو سه رطل گران مبارکباد
مگو ز شادی اهل زمین، که می گویند — فرشتگان بلند آسمان مبارکباد
بدین ترانه که هان ای امیر شاه نشان — نوید فرخی جاودان مبارکباد
بشهریار و ولیعهد و شاهزادهٔ عهد — خوشی و خوبی و امن و امان مبارکباد
ازان جهت که ستایش نگار نوابی — ترا هم ای اسد الله خان مبارکباد

نواب فردوس مکان نی ۱۱ جولائی سنه ۱۸۶۱ ع مطابق غرهٔ محرم الحرام سنه ۱۲۷۸ ھ کو ان قطعات کی متعلق تحریر فرمایا : «. . . . قطعات مبارکباد اور تهنیت نامهٔ شادی کت خدائی برخوردار کامگار محمد حیدر علی خان بهادر ایام فرحت التیام مین سرور افزای خاطر نیاز هوی . اور سرمایه هزاران مسرت اور شادمانی کا ارزانی کیا . سبحان الله هریك شعر قطعون اور تهنیت نامه کا مضامین میمنت آگین اور معانی لطافت تضمین سی ایسا مملو تها ، که وصول اسکا احاطهٔ تحریر وتقریر سی متزاید هی . الله تعالی آپکو ابد الدهر سلامت با جمعیت رکهی» . (باقی)

شریکِ دولت ہون۔ لازم کرلیا ہے، کہ بیہودہ گزارش نکرون۔ اور کبھی کسی کی سپارش نکرون۔

بھائی حسن علیخان کے بیٹون کے باب مین جو علی بخش خانصاحب[1] کو لکھا، اس کو مین سپارش نسمجھا تھا۔ مخبر بنا، اور آپ کے اهل کارون کو اوس بات کی خبر دی، کہ جس کا تدارک صاحبانِ ملک و حاکمانِ عهد پر لازم ہے۔ سو بمقتضایِ نصفت و عدالت وہ مقدمه فیصل ہوگیا۔ میر سرفراز حسین اور میرنصاحب کو[2] والله بالله اگر مین نے بھیجا ہو۔ نوکری کی

(بقیه) اب صرف تهنیت نامه باقی ره جاتا هی۔ بظاهر عریضه نمبر ۲۳ تهنیت نامه معلوم هوتا هی، لیکن اس کو مذکورۂ فرمان تهنیت نامه قرار نهین دیسکتی۔ اس لئی که فرمان سی مترشح هی، که تهنیت نامه بهی منظوم تها۔ اور یه عریضه منثور هی۔ علاوه برین اس کو تهنیت نامه قرار دینا اسلئی بهی ناممکن هی، که یه لفافه کی انگریزی تاریخ کی مطابق ۱۵ جولائی کو لکها گیا تها۔ اور تهنیت نامه کا ذکر نواب صاحب کی ۱۱ جولائی کی فرمان مین آچکا هی۔

(۱) علی بخش خانصاحب شیخ محبوب بخش بن شیخ امان الله کی لڑکی تهی۔ یه ١٤ شوال سنه ۱۲۲۸ھ (۱۸۱۳ع) کو نجیب‌آباد مین پیدا هوئی۔ انکی دادا اور نانا اس ریاست کی قدیمی نوکر اور خدمت گزار تهی۔ انهون نی ایام غدر مین بڑی جانفشانی اور خیرخواهی سی کام کیا۔ اور اسکی صله مین گورنمنٹ سی پانچ هزار روپیه کا خلعت، تلوار، طلائی گهڑی اور تین هزار چوده روپیه سالانه کی جاگیر ضلع مرادآباد مین انعام پائی۔ نواب خلد آشیان نی تخت نشینی کی ایک سال بعد انهین چالیس هزار روپیه نقد یکمشت عطا کیی۔ اور جب یه بیمار هوئی، تو دو بار بنفس نفیس انکی عیادت کو تشریف لیگئی۔ انهون نی ۲ محرم سنه ۱۲۸٤ھ مطابق سنه ۱۸۶۷ع کو رامپور مین انتقال کیا اور مولانا جمال الدین رح کی مزار مین دفن هوئی۔ انکی اولاد مین مولانا محمد علی مرحوم بین الاسلامی شهرت کی قومی رهنما هوئی هین (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۱٤۱، وتذکرۂ کاملان رامپور، ص ٤٦٦).

(۲) میر سرفراز حسین میر مهدی مجروح کی بهائی اور میر افضل علی عرف میرن صاحب اونکی دوست تهی۔ میرزا صاحب سی بهی ان دونونکی خوردانه تعلقات تهی۔ اردوی معلی اور عود هندی مین انکی نام متعدد خطوط درج هین۔ میرزا صاحب نی انکی ابتری معاش کا حال دیکهکر خانسامان صاحب کی نام تعارفی خط دیکر رامپور بهیجا تها۔ لیکن شومی بخت سی اوس وقت یهان ملازمت نه مل سکی، اور یه دونون سو روپیه کی زیرباری کی بعد واپس چلی گئی۔ اس سلسله مین میرزا صاحب نی میر مهدی کو لکها هی: «سید صاحب کل پهر دن رهی، تمهارا خط پهنچا۔ یقین هو که اوسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمهاری پاس پهنچ گئی هون۔ حال سفر کا، جو کچه هی، اونکی زبانی سنلوگی۔ مین کیا لکهون۔ مین نی بهی جو کچه سنا هی اونهین سی سنا هی۔ اونکا اسطرح ناکام پهرنا میری تمنا اور میری مقصود کی خلاف هی۔ لیکن میری عقیدی (باقی)

جستجو کو نکلے تھے۔ میر سرفراز حسین نوکری پیشہ، اور میرن مرثیہ خوان اور یہان کے مرثیہ خوانون مین ممتاز۔ خانسامانصاحب کو جو مین نے یہ لکھا، کہ یہ ایسے ہین اور ایسے ہین۔ غرض اس سے یہ تھی، کہ محرم مین جہان دس پانچ مرثیہ خوان اور مقرر ہوتے ہین، میرن بھی مقرر ہو جائین۔ آخر جا بجا تھانہ دار، کوتوال، تحصیلدار نوکر ہین۔ میر سرفراز حسین ہوشیار اور کارِ گزار آدمی ہین۔ کسی علاقہ پر یہ بھی مقرر ہو جائین۔ یہ دونو امر یا ان دونون مین سے ایک ہوجاتا بہتر تھا۔ نہوا بہتر۔ درحقیقت سپارش نتھی۔ صرف معرّف ہونا تھا۔ سپارش کرتا تو کیا مین آپ کو نہ لکھ سکتا تھا۔ میری طرف سے خاطرِ عاطر جمع رہے۔

ز سینہ تا بلبم سالہا نیابد راہ   ہرآن نفس کہ رضایِ تو اندرآن نبود

دادکا طالب غالب۔ دوشنبہ ۲۲ جولائی سنہ ۱۸۶۱۔

(۲۵)

ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعد تسلیم کے عرض کرتا ہون۔ اور طلوعِ ستارۂ اقبال کی مبارکباد دیتا ہون۔ یقین ہے کہ اس سفرِ فیض اثر مین «ریل گاڑی» کی سواری کی بھی سیر دیکھ لی ہوگی۔ یہ اوس میمنت و شکوہ و شوکت سے علاوہ ایک تماشا

(بقیہ) اور میری تصور کی مطابق ہو۔ مین جانتا ہون کہ وہان کچھ نہوگا۔ سو روپیہ کی ناحق زیرباری ہوئی۔ چونکہ یہ زیرباری میری بھروسی پر ہوئی، تو مجھی شرمساری ہوئی۔ لیکن مین نی اس چھیاسٹھ برس مین اسطرح کی شرمساریان اور روسیاہیان بہت اوٹھائی ہین۔ جہان ہزار داغ ہین ایک ہزار ایک سہی۔ میر سرفراز حسین کی زیر باری سی دل کڑھتا ہو» (اردوی معلی، ص ۱۸۵)۔ بعد ازان ۱۸ اگست سنہ ۱۸۶۱ ع کو پھر لکھتی ہین: «بھائی تم سچ کہتی ہو۔ بر سر فرزند آدم ہرچہ آید بگزرد۔ لیکن مجھی افسوس اس بات کا ہو کہ یہ زیرباری میری تحریر کی بھروسہ پر ہوئی اور خلاف میری مرضی کی ہوئی۔ جسطرح سی یہ آئی ہین، اگرچہ میری طبیعت اور میری خواہش کی منافی ہی لیکن واقعہ میری عقیدہ اور تصور اور قیاس کی مطابق ہو۔ یعنی مین یہی سمجھا تھا کہ البتہ یونہی ہوگا (ایضاً، ص ۱۵٤)۔

نیا دیکھا۔ حق تعالی حضرت کو سلامت باکرامت رکھے[1]

دعاگو ایک مہینا بھر سے بیمار ہے۔ ابتدا وہی قولنج دورے۔ بسببِ استعمالِ ادویۂ حارّہ، کہ اس مرض مین اوس سے گزیر نہین، تپ نے آگھیرا. کئی باریان بھگتین۔ اب دو باریان ٹلگئی ہین۔ لیکن طاقت باالکل[2] سلب ہوگئی ہے۔ اور ضعفِ دماغ نے قریب بہ ہلاکت پہنچا دیا ہے۔ باالفعل[2] آب سیب کا استعمال ہے۔

---

(۱) نواب صاحب کے مذکورہ سفر کی تفصیل یہ ہی، کہ ..... جناب ملکۂ معظمہ وکٹوریہ آنجہانی کا ایک فرمان ۲۰ جولائی سنہ ۱۸۶۱ ع کو صادر ہوا: جسکا خلاصہ یہ تھا. کہ [مابدولت نے اپنی مرضی خاص اور علم کامل اور عزم مبارک سے ایک رتبۂ جدید بہادری جو آج سے دوام کیلئے خطاب 'موسٹ اگزالٹڈ آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا' سے موسوم ہوکر مشہور ہوگا، تجویز اور ایجاد کیا ہے. اور مابدولت کا ارشاد ہوتا ہے، کہ رتبۂ مذکور مین ایک شخص 'ساورن' (سردار اعلی) ایک 'گرانڈ ماسٹر' (سردار) اور پچیس 'نائٹ' (بہادر) شریک رہین. اور والیان ہند اور سرداران ہندوستانی اور ہماری رعایا مین سے وہ اشخاص جو اس قسم کی لیاقت رکھتے ہون، اس رتبۂ عالی سے محروم نہ کئے جائین. مابدولت کی تجویز اقدس سے مابدولت کے عزیز مشیر اکبر چارلس جان ارل کیننگ گورنر جنرل ہندوستان اس .... رتبہ کے اول سردار مقرر ہوے. اور یہ مقتضای دانشمندی اور مصلحت ہے، کہ رتبۂ مذکور کا سردار ایسے اشخاص کو، جو وقتاً فوقتاً مابدولت کی تجویز اقدس سے نامزد ہوکر اس رتبہ کے بہادر مقرر کئے جائین، عہدۂ موسومہ 'نائٹ بیچلر' عطا کرنیکا مجاز ہے ....]. اسکام کیواسطے لارڈ کیننگ صاحب نے ایک دربار الہ‌آباد مین مقرر کرنیکی تجویز کی. اور نواب سید یوسف علیخان بہادر کو بھی بلایا. نوابصاحب مع خدم وحشم الہ‌آباد گئے. یکم نومبر سنہ ۱۸۶۱ ع کو ایک شاہانہ دربار منعقد ہوا .... جب تمام اہالی جلسہ اپنی اپنی کرسیون پر بیٹھ گئے، تو نوابصاحب بہادر تخت شاہی کے محاذی تشریف لیگئے. اور گورنر جنرل نے اپنے ہاتھ سے اس رتبہ کے تمغے عطا فرمائے. اور کھڑے ہوکر بیان کیا: '.... چونکہ یہ رتبہ سب سے پہلے آپ صاحبون کو عطا ہوا ہے، امید ہے کہ آپ ہند کے باشندون مین ایسا طریقہ اختیار کرینگے کہ آپ کا طرز عمل دیکھنے سے ہند کے سردارون یا باجگزارون کو ملکۂ معظمہ کیساتھ محبت دلی اور اتحاد قلبی پیدا ہو'. بعد اس تقریر کے دربار برخاست ہوا. اور نوابصاحب گورنر جنرل سے رخصت ہوکر اپنے دارالریاست کو واپس تشریف لائے» (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۱۱۳-۱۱۶).

نوابصاحب کے فرمان بنام غالب مورخۂ ۸ اکتوبر سنہ ۶۱ ع مطابق ۲ ربیع الثانی سنہ ۷۸ھ سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضور ۱۳ اکتوبر سنہ ۶۱ ع کو الہ‌آباد روانہ ہوے. تقریباً ایک ماہ رامپور سے باہر رہنے کا خیال تھا. لیکن جیسا کہ میرزا صاحب کے خط سے معلوم ہوتا ہے نومبر کے پہلے ہفتہ مین واپس تشریف لے آئے.

(۲) ان دونون لفظون مین میرزا صاحب نے ایک الف زائد لکھدیا ہے. صحیح «بالفعل» اور «بالکل» ہے.

طریقۂ دعا گوئی و ثنا خوانی کی رعایت سے نو بیت بسبیل مثنوی، که جس مین حصولِ عطیۂ سلطانی کی هجری وعیسوی تاریخ هے، بہر حال لکھ لی هین. کل ورودِ عنایت نامه سے معزز هو کر آج وه اشعار نذر کرتا هون[1]. زیاده حدِ ادب. تم سلامت رهو قیامت تك. شفقت کا طالب غالب.
دو شنبه ۱۱ نومبر سنه ۱۸٦۱.

(۲٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. کل ایك شعر ظهوری مغفور کا اور ایك شعر غالب مرحوم کا ایك ورق پر لکھکر صبح کو ڈاك مین بھجوا دیا. شام کو توقیعِ وقیع هرکارۂ ڈاك نے لادیا. اگست سنه ۱۸٦۲ کی پرورش کی هنڈوی پہنچی، اور سو روپیه وصول هوگئے.

فقیر کا شیوه صدق و سداد کا هے. چند روز سے تفقد و التفاتِ قدیم مین، خدا نخواسته باشد، کچھ کمی پاتا هون. اگر غلط هے میرا گمان، تو بشرفِ اطلاع مشرف فرمائیے. اور اگر میرا دلِ دیوانه سچ سمجھا هے، تو متوقع هون که عتاب کے سبب سے آگهی پاؤن. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

معروضۂ صبحِ دو شنبه ۱۵ ستمبر سنه ۱۸٦۲ ع. [مہرِ غالب سنه ۱۲۷۸ ھ].

یه عرضداشت جدا هے، البته اس کے جواب کا امیدوار هون، اور رسیدِ معمولی جدا هے[2].

(۲۷)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. نوازشنامه مع سو روپیه کی هنڈوی کے پہنچا.

---

(۱) اس مثنوی کے متعلق لفافه کی پشت پر نوٹ هے « تاریخ نزد منشی سیلچند ماند ». سرکار نے اسکی تعریف مین ۱۷ نومبر کو تحریر فرمایا « سبحان‌الله! هر تاریخ بے بدل اور بطور نادر اور تحفۂ بے مثل هے ».

(۲) یه عبارت عریضه کے آخر مین مہر کے بعد تحریر هے.

اگست سنہ ۱۸۶۲ کے مہینے کی پرورش کا روپیہ وصول ہوا۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

[مہرِ غالب سنہ ۱۲۷۸ ھ] ۔ دو شنبہ ۱۵ ستمبر سنہ ۱۸۶۲ ۔

(۲۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ نوازشنامہ مع ہنڈوی سو روپیہ کے شرفِ ورود لایا۔ سو روپیہ مصارفِ ستمبر سنہ ۱۸۶۲ کا معرضِ وصول مین آیا۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

معروضۂ دھم[1] اکتوبر سنہ ۱۸۶۲ ۔ خوشنودیِ مزاج کا طالب **غالب** ۔

(۲۹)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ نوازشنامۂ ربوبیت طراز ، مورخۂ ۱۱ مارچ سنہ ۱۸۶۳ ، ۱٤ ماہِ مذکور کو مین نے پایا۔ دوسو روپیہ کی ہنڈوی کا شکر بجا لایا ۔ کہانتک شکر بجا لاؤنگا ۔ کس کس عنایت کا سپاس ادا کرونگا ۔ «شکرِ نعمتہایِ تو چندانکہ نعمتہایِ تو» ۔

اب سنیئے اپنے دعا گو کی داستان ۔ منگل ۳ مارچ کو جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے[2] خلعت عطا کیا ۔ اور فرمایا کہ ہم تمھین مژدہ دیتے ہین ،

---

(۱) لفافہ پر یوم جمعہ ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۸۶۲ لکھا ہی ۔

(۲) سر رابرٹ منٹگمری صاحب مراد ہین ۔ یہ فروری سنہ ۱۸۵۹ ع سی جنوری سنہ ۱۸۶۵ ع تك پنجاب کی لفٹنٹ گورنر رہی تھی ۔ قدر بلگرامی کی نام کی مکتوب سی معلوم ہوتا ہی ، کہ مرزا صاحب انکی دربار مین شریك نہین ہوی تھی ۔ دربار کی بعد منٹگمری صاحب نی بلاکر اپنی طرف سی خلعت عطا کیا ، اور وہین دربار انبالہ کی متعلق گفتگو ہوئی ۔ فرماتی ہین : «.... رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ بہادر قلمرو پنجاب یہان (دلی) آئی ۔ دربار کیا ۔ مین نگیا ۔ دربار کی بعد ایك دن بارہ بجی چپراسی آکر مجکو بلا لی گیا ۔ بہت عنایت فرمائی ۔ اور اپنی طرف سی خلعت عطا کیا » (اردوی معلی ، ص ٤٠٦ ، لاہور ایڈیشن سنہ ۱۹۲٦ ع) ۔ منشی شیونراین کی نام کی خط مین واقعہ کی مزید تفصیلات تحریر کی ہین ۔ فرماتی ہین : «... بڑی لارڈ صاحب کی ورود کی زمانی مین نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بھی دلی مین آئی ۔ دربار کیا ۔ خیر کرو ۔ مجھ کو کیا ۔ ناگاہ دربار کی تیسری دن بارہ بجی چپراسی آیا ، اور کہا کہ (باقی)

که نواب گورنر جنرل بہادر نے[1] اپنے دفتر مین تمہارے دربار اور خلعت کے بدستور بحال رهنے کا حکم لکھوا دیا. مین نے عرض کیا که مین انبالے جاؤن؟ فرمایا البته انبالے جانا هوگا.

بعد جناب نوابصاحب کے جانے کے شہر مین شہرت هوئی، که دلی کے لوگ انبالے جانے سے ممنوع هین. گھبرایا اور صاحب کمشنر کے پاس گیا. آپ خط اپنا دے آیا. زبانی پرسش کا جواب زبانی پایا. پهر خط کے جواب مین خط محررهٔ ۷ مارچ آیا. چنانچه لفافه بلحاظِ گرانیِ وزن رهنے دیتا هون. اور خط بجنسه حضرت کو بهیجتا هون.

کل سے ایك اور خبر اوڑی هے، که نصیبِ اعدا لارڈ صاحب کی طبیعت ناساز هو گئی هے. انبالے مین دربار نکرینگے. اور شمله کو چلے جائینگے. اب مین دو وجـه سے بین السفر و السکون متردد هون. پہلی وجه خاص. دوسری وجه عام. دو سو مین سے سو لیکر ساز و سامان درست کیا هے، اور سو مهاجن کے هان ڈاك اور خرچِ راه کیواسطے رهنے دئے هین. تار برقی مین جناب نوابصاحب سے حکم منگواؤنگا. جو حکم آئیگا آپ سے عرض کر کے اوسکی تعمیل کرونگا.

(بقیه) نواب لفٹنٹ گورنر ني یاد کیا هي. بهائي یه آخر فروری هي. اور میرا حال یه هي که علاوه اوس دائیں هات کي زخم کي سیدهي ران مین اور بائیں هات مین ایك ایك پهوڑا جدا هي. حاجتي مین پیشاب کرتا هون. اوٹهنا دشوار هي. بهر حال سوار هوگیا. پہلي صاحب سکرتر بهادر سي ملا. پهر نوابصاحب کي خدمت مین حاضر هوا. تصور مین کیا بلکه تمنا مین بهي جو بات نه تهي وه حاصل هوئي. یعني عنایت سي عنایت، اخلاق سي اخلاق. وقت رخصت خلعت دیا. اور فرمایاکه یه هم تجهه کو اپني طرف سي از راه محبت دیتي هین. اور مژده دیتي هین، که لارڈ صاحب کي دربار مین بهي تیرا لمبر اورخلعت کهل گیا. انبالي جا. دربار مین شریك هو. خلعت پهن. حال عرض کیا گیا. فرمایا: ' خیر اور کبهي کي دربار مین شریك هونا '. اس پهوڑي کا برا هو انبالي نجاسکا» (اردوی معلی، ص ۳۸۳ و ۳۸٤).

(۱) لارڈ الگن بهادر مراد هین. یه لارڈ کیننگ کي بعد هندوستان کي وائسرای هوی. جنوری سنه ۱۸٦۲ ع مین چارج لیا اور ۲۰ نومبر سنه ۱۸٦۳ع کو فوت هوگئي. میرزا صاحب ایك مکتوب کي آخر مین لکهتي هین: «۲۱ جمادی الثانی سال ' غفر ' مطابق ۳ دسمبر سال ' کیا غضب هي هي ' یه گویا تاریخ وفات جناب نواب گورنر جنرل لارڈ الگن صاحب بهادر کي هي» (اردوی معلی، ص ٤۰۵).

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار
معروضۂ ۱۶ مارچ سنہ ۱۸۶۳ . (مہرِ غالب سنہ ۱۲۷۸ ھ)[1].

(میرزا صاحب نے ایک عریضہ ۲۸ جولائی سنہ ۱۸۶۳ع کو لکھا تھا. مثل مین اوسکا لفافہ موجود ہے. میر منشی صاحب دارالانشا نے اوسپر تحریر کیا ہے: «عرضی در حضور ماند»).

(۳۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. جب انبالے میرا جانا نہوا، تو مین نے قصیدۂ

---

(۱) میرزا صاحب نی ۱۳ رمضان مطابق ۴ فروری (سنہ ۶۳ع) کو میرزا تفتہ کی نام حسب ذیل خط لکھا هی: «... همیشه نواب گورنر جنرل کی سرکار سی دربار مین مجکو ۷ پارچی اور تین رقم جواہر خلعت ملتا تھا. لارڈ کینگ صاحب میرا دربار اور خلعت بند کر گئی ہین. نا امید هوکر بیٹھرها. اور مدت العمر کو مایوس هو رها. اب جو یہان لفٹنٹ گورنر پنجاب آئی. مین جانتا تھا، کہ یہ بھی مجھسی نہ ملینگی. کل اونھون نی مجکو بلا بھیجا. بہت سی عنایت فرمائی. اور فرمایا کہ لارڈ صاحب دلی مین دربار نکرینگی. میرٹ ہوتی هوی اور میرٹ مین اون اضلاع کی علاقہ دارون اور مالگزارون کا دربار کرتی هوی انبالی جائینگی. دلی کی لوگون کا دربار وهان هوگا. تم بھی انبالی جاؤ. شریك دربار هوکر خلعت معمولی لی آؤ. بھائی کیا کہون کہ کیا میری دل پر گزری. گویا مردہ جی اٹھا. مگر ساتھ اس مسرت کی یہ بھی سناٹا گزرا، کہ سامان سفر انبالہ و مصارف بی انتہا کہان سی لاؤن. اور طرہ یہ کہ نذر معمولی میری قصیدہ هی. ادھر قصیدہ کی فکر. اودھر روپیہ کی تدبیر. حواس ٹھکانی نہین. شعر کام دل و دماغ کا هی. وہ روپیہ کی فکر مین پریشان. میرا خدا یہ مشکل بھی آسان کریگا. لیکن اندنون مین نہ دن کو چین هی. نہ رات کو نیند هی. یہ کئی سطرین تمھین، اور ایسی هی کئی سطرین جناب نوابصاحب کو، لکھکر بھیجدی هین. جیتا رها تو انبالی سی آکر خط لکھونگا» (اردوی معلی، ص ۱۱۱).

اس خط سی معلوم هوتا هی، کہ میرزا صاحب نی محولۂ بالا «سطرین» چار فروری کو یا اس سی ایك دو دن قبل نوابصاحب کی خدمت مین ارسال کی تھین. سوء اتفاق سی ان سطور والا عریضہ مثل مین موجود نہین. البتہ نوابصاحب کا جواب شامل هی. القاب وآداب کی بعد ارشاد فرمایا هی: «... مشفقا! هنڈوی مبلغ دو صد روپیہ برای مصارف تشریف فرمائی سامی برای ملازمت جناب مستطاب معظم الیہم معطوف رقیمة الوداد هذا مرسل خدمت شریف است». یہ فرمان ۱۱ مارچ سنہ ۶۳ع کو تحریر کیا گیا تھا. میرزا صاحب کی عریضہ مین اسیکا حوالہ هی. اصل عریضہ کی جواب مین نواب فردوس مکان نی ۱۹ مارچ کو تحریر فرمایا: «... جوکہ خط نواب صاحب کمشنر بہادر سی عدم حصول شرف ملازمت جناب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بہادر دام اقبالهم کا بمقام انبالی مستنبط هی، اسواسطی تشریف لیجانا آپ کا انبالی کو بلا استجازت ضرور نہین معلوم هوتا. آیندہ جو رای زرین آپکی اس خصوص مین مقتضی هو. اور خط مسطور بجنسہ واپس بھیجا جاتا هی...».

مدح، جو دربار کی نذر کیواسطے لکھا تھا، بطریقِ ڈاك جناب چیف سکرتر بہادر کو اس مراد سے بھیجا، کہ آپ اسکو جناب نوابِ معلی القاب کی نظر سے گزرانین[۱]. اور یہ دستورِ قدیم تھا، کہ جب مین قصیدۂ مدحیہ بھیجتا، تو صاحب سکرتر بہادر کا خط بیواسطۂ حکامِ ماتحت مجکو آجاتا. اب جو مین نے موافقِ معمول قصیدہ بھیجا، یقین ھے کہ مارچ یا اپریل کے مہینے مین وہ لفافہ یہان سے لشکر کو گیا، صدائی برنخاست. ناامید ہوکر بیٹھرھا. بلکہ یہ خیال گزرا کہ جب رسمِ تحریرِ خطوط نرھی، تو دربار اور خلعت کہان. ناگاہ کل شام کو صاحب سکرتر بہادر کا خط ڈاك مین آیا. وھی افشانی کاغذ. وھی القاب. جی چاھتا تھا کہ اصلِ خط مع سرنامہ بھیجدون، تاکہ حضور ملاحظہ فرمائین. مگر برسات کا اندیشہ مانع آیا. نقل سرنامہ اور خط کی بھیجتا ہون.

تم سلامت رھو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

حضور کی خوشنودی کا طالب **غالب**. صبحِ سہ شنبہ ٤ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦۳[۲].

---

(۱) قصیدۂ مذکور کیلئے مثنوی ابر گہر بار (ص ۳۵، مطبوعہ اکمل المطابع، دھلی، سنہ ۱۲۸۰ھ) ملاحظہ ہو.

(۲) صاحب سکرتر بہادر کے محولۂ بالا خط کی نقل حسب ذیل ھے:

نقل خط جناب صاحب سکرتر بہادر

سر نامہ.

در شہر دھلی.

خانصاحب بسیار مہربان دوستان، مرزا اسد اللہ خان غالب سلمہ اللہ تعالی.

خط بر کاغذ افشان.

خانصاحب بسیار مہربان دوستان سلامت.

قصیدۂ با آب و تاب در مدحت نواب مستطاب معلی القاب ویسرای وگورنر جنرل بہادر دام اقبالہ وصول گردیدہ، بر رخ ارادت آن مہربان آبی، و بر جبین عقیدت ایشان تابی افزود. و از گرانمایہ گوھرھای بحر فکر یکتا سخنور معنی پرور، کہ گنج بر گنج نہادہ بود، از نظر قبولی بندگان نوابصاحب ممدوح گزشتہ، طرب پیرای خاطر ھمایون ایشان گشت. زیادہ چہ نگاشتہ آید. (دستخط انگریزی) مرقوم ۳۰ جولائی سنہ ۱۸٦۳ع.

یہان یہ امر قابل اظہار ھے کہ میرزا صاحب کے اس روحانی سرور کے حصول مین اونکو ایك جسمانی عارضہ نے خلل اندازی کی. چنانچہ جمعہ ۲۷ مارچ سنہ ۱۸٦۳ع کو میر سرفراز حسین کو (باقی)

(۳۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعـد تسلیم کے معروض ہے . نوازشنامه اور اوسکے ساتھ دو بہنگیان دو سو آمون کی پہنچین . «شکرِ نعمتہایِ تو چنـــدانکه نعمتہایِ تو» . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رہو قیـامت تك   دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب **غالب** . سه شنبه پنجم جولائی سنه ٦٤ .

(۳۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعـدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ عطوفت مع قطعۂ هنـڈوی شرفِ ورود لایا . سو روپیـــه بابت تنخواهِ جولائی سنه ۱۸٦٤ کے معرضِ وصول مین آیا .

تم سـلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

ترحّم کا طالب **غالب** . ۱۱ اگست سنه ۱۸٦٤ .

(۳۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . نوازشنامه مع هنـڈوی عزِ ورود لایا . سو روپیـه بابت تنخواهِ ماهِ اگست سنه ۱۸٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیاده

(بقیه) لکھتے هین: «رجب کے مہینے مین سیدهی هاتھ پر ایك پھنسی هوئی، پھنسی پھوڑا هوگئی . پھوڑا پھوٹکر زخم بنا . زخم بگڑ کر غار هوگیا . اب بقدر یك کف دست وه گوشت مردار هوگیا . انبالی جانی کی بھی یہی وجه هوئی (اردوی معلی ، صفحه ۱۵۲) . بعدازان ۳ مئی کو منشی شیونراین کو لکھا هی : «... اس پھوڑی کا برا هو انبالی نجاسکا» (ایضاً ، صفحه ۳۸٤) . میرزا تفته کو ایك غیرمورخه خط مین اطلاع دی هی : «لو صاحب ! هم نی لفٹنٹ گورنر کی ملازمت اور خلعت پر قناعت کرکی انبالی کا جانا موقوف کیا . اور بڑی گورنر کا دربار اور خلعت اور وقت پر موقوف رکھا . بیمار هون . هات پر ایك زخم ، زخم کیا ایك غار ، هوگیا هی . دیکھئی انجام کار کیا هوتا هی» (ایضاً ، صفحه ۳٦۸ ، لاهور ایڈیشن سنه ۱۹۲٦ ع) .

حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب غالب . جمعه نہم ستمبر سنه ١٨٦٤ .

(٣٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . صدورِ والا نامه سے مین نے عزت پائی . بذریعۂ ہنڈوی سو روپیه بابت تنخواہِ ستمبر سنه ١٨٦٤ وصول ہوئے . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

ترحم کا مستحق اور تفقّد کا طالب غالب . دو شنبه دہم اکتوبر سنه ١٨٦٤ عیسوی .

(٣٥)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم و نیاز معروض ہے . جب سے حضرت کی ناسازیِ مزاجِ مبارك کا حال خارج سے مسموع ہوا ہے ، عالم الغیب گواہ ہے که مجھپر اور میری بی‌بی پر اور میرے فرزند حسین علی خان[1] پر کیا گزر رہی ہے . ایکدن رات میرے گھر مین روٹی نہین پکی . ہم سب نے فاقه کیا . بارے وہ خبرِ وحشت اثر غلط نکلی . حواس ٹھکانے ہوئے . باالکل[2] اطمینان جب ہوگا که آپ کے غسلِ صحت کی نوید سنونگا ، اور قطعۂ تاریخِ غسلِ صحت لکھکر

(١) حسین علی خان ، مرزا صاحب کی متبنی زین العابدین خان عارف کی لڑکی تھی . باپ کی انتقال کی بعد مرزا صاحب نی انھین پوتون کی طرح پالا تھا . نواب خلد آشیان کی عہد مین ریاست سی وظیفه پانی لگی تھی . یه نہایت خوشگو شاعر تھی . اردو اور فارسی دونون زبانون مین شعر کہتی تھی . فارسی مین خیالی اور اردو مین شادان تخلص تھا . اپنی والد کی طرح انھون نی بھی نوجوانی کی عالم مین سنه ١٢٩٦ھ (١٨٨٠ ع) مین انتقال کیا . « شادان فرخ نہاد » مادۂ تاریخ ھی (انتخاب یادگار ، صفحه ٢٧ و ١٧٦ ، وتاریخ لطیف قلمی ، ص ١٥٢ ، مصنفه مولوی مہدیعلیخان مرحوم سابق تحویلدار کتب خانه) .

(٢) میرزا صاحب نی اس لفظ کا املا دو الفون کی ساتھ لکھا ھی . صحیح « بالکل » بیك الف ھی .

بھیجونگا. فی الحال اتنا چاهتا ھون کہ اس خط کا جواب پاؤن اور حقیقتِ مرض سے آگہی حاصل ہو[1]. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رهو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

تمهاری سلامتی کا طالب **غالب**. ۸ نومبر سنہ ١٨٦٤.

(٣٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. ابتدایِ یکم نومبر سے ١١ تك عرض نہین کرسکتا کہ لیل و نہار مجھ پر کیسے گزرے ھین. راہ دور، مین رنجور، معہذا بیمقدور. اگر دلی سے رامپور تك شکرم کی ڈاك جاتی هوتی، تو مین یہان ایك دم نہ ٹھرتا اور خدمت مین حاضر هوتا. تار برقی بھی نہین جو صحت و عافیت کی خبر جلد حاصل هو. ناچار از راہِ اضطرار ۸ ماہِ حال یعنی نومبر کو عریضہ روانا کیا. خدا کی عنایت اور مرشدِ کامل یعنی حضرت کی هدایت نے اوس خط کے جواب آنے کی مدت سے پہلے مجھے گردابِ اضطراب سے نکالا. کل ١٢ نومبر کو نوازشنامہ آگیا. گویا میری جان بچ گئی. بلکہ ایك اور نئی جان میرے بدن مین آ گئی. اب استدعا یہ ھے کہ حالِ ناسازیِ مزاجِ اقدس مفصل معلوم هو. زیادہ حدِ ادب[2].

تم سلامت رهو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عافیت کا طالب **غالب**. یکشنبہ ١٣ نومبر سنہ ١٨٦٤.

---

(١) نواب فردوس مکان اس سال عارضۂ سرطان مین مبتلا هوکر مسلسل ٦ ماہ تك علیل رهی. میرزا صاحب سی اونکی تعلقات شاگردانہ اور کریمانہ تهی. اسلئے جب علالت کی اطلاع ملی تو یہ بہت متردد هوی، اور بذریعۂ عریضۂ هذا حقیقت مرض سی آگاہ کرنیکی درخواست کی. لیکن مثل مین اس کا جواب موجود نہین. اس سی خیال هوتا هی کہ غالباً شدت مرض کی سبب جواب مین تاخیر هوئی. اور جب اس عرصہ مین میرزا صاحب کا آیندہ خط بھی موصول هوگیا تو دونون کی جواب مین مرض کی حقیقت سی اونہین اطلاع دیگئی.

(٢) اس عریضہ کی جواب مین ١٩ نومبر کو نوابصاحب نی تحریر فرمایا «مشفقا! اب فضل الهی سی پھوڑۂ لاحقہ مین بہت تخفیف اور قریب الاندمال کلی هی». عریضہ نمبر ٣٨ سی معلوم هوتا هی کہ یہ فرمان مرزا صاحب کو ٢٦ نومبر کو موصول هوا.

(۳۷)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . عنایت نامه مع ھنڈوی شرفِ ورود لایا . سو روپیه بابت اکتوبر سنه ۱۸٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رھو قیامت تك   دولت و عز و جاه روز افزون

عافیت کا طالب غالب . ۱۳ نومبر سنه ۱۸٦٤ .

(۳۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . کس زبان سے کھون ، اور کس قلم سے لکھون ، که یه ھفتــه عشره کس تردد و تشویش سے بسر ھوا ھے . ھر روز شام تك جانبِ در نگران رھتا ، که ڈاك کا ھرکاره آئے ، اور حضرت کا نوازشنامه لائے . بارے خدا کی مہربانی ھوئی . از سرِ نو میری زندگانی ھوئی ، که کل چار گھڑی رات گئے ڈاك کے ھرکارے نے وه عطوفت نامۂ عالی دیا ، جس کو پڑھکر روحِ تازه رگ و پے مین دوڑ گئی . نیند کس کی . سونا کس کا . روشنی کے سامنے بیٹھا اور اشعارِ تہنیت لکھنے لگا . سات شعر مع مادۂ حصولِ صحت جب لکھ لئے تب سویا . اب اس وقت وه مسوده صاف کرکے ارسال کرتا ھون[1] .

---

(۱) اشعار مذکور کی متعلق عریضه کی لفافه پر نوٹ ھی : «حسب‌الحکم تاریخ نزد مولوی امیر احمد صاحب فرستاده شد . یکم دسمبر سنه ۱۸٦٤ ع » . امیر صاحب نی تذکرۂ انتخاب یادگار (ص ۲۵۰) مین ، قطعۂ تاریخ غسل صحت کی نام سی یه ٦ شعر درج کئی ھین :

دانم شنیدۂ که در اقصای مغربست	سر چشمۂ که خضر شد از وی بقا پزیر
جوی بریده اند و روان کرده اند آب	حمام را بحوض ازان فرخ آب گیر
ھنگام شب که زیر زمین باشد آفتاب	از تاب مہر گرم شد آن آب نا گزیر
حمام حوض بنگر و گل جامش آسمان	و آن را سفید کرده فروغ مه منیر
آمد برای غسل بگرما به اندرون	مانند معنی که نهد روی در ضمیر
اینك (فراغ) و (اخترنیك) و (خجسته‌روز)	پیداست زین سه لفظ سه تاریخ دلپذیر

۱۲۸۱ھ . ۱۲۸۱ھ   ۱۲۸۱ھ

(باقی)

تم سلامت رهو هزار برس　هر برسکے هون دن پچاس هزار

خیر و عافیت کا طالب **غالب**. ۲۷ نومبر سنه ۱۸٦٤

(۳۹)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. نوازشنامه عزِ ورود لایا. از رویِ هنڈوی سو روپیه بابت تنخواهِ ماهِ نومبر سنه ۱۸٦٤ معرضِ وصول مین آیا. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس　هر برسکے هون دن پچاس هزار

تمهاری سلامتی کا طالب **غالب**. ۱۳ رجب و دسمبر سنه ۱۸٦٤.

(٤۰)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. حضرت کے قدمون کی قسم چوب چینی کے ارسال کا حکم ڈاك سے مین نے نهین پایا. ۲۲ دسمبر کو هرکاره آیا. نوازشنامۂ شرف افزا لایا. دلیّ اب شهر نهین، چهاؤنی هے، کنپ هے. نه قلعه، نه شهر کے امرا، نه اطرافِ شهر کے روسا. بهر حال تین چار دن مین هر یك جگه سے منگوا کر رنگین وسنگین و بے گره یا کم گره خود چنکر پانچ سیر قطعاتِ

(بقیه) اس مین چوتهی شعر کی بعد ایك شعر ساقط معلوم هوتا هی. نوابصاحب نی اس قطعه کی تعریف مین حسب ذیل گرامی نامه ۲٤ شعبان سنه ۱۲۸۱ھ مطابق ۲۵ جنوری سنه ۱۸٦۵ع کو تحریر فرمایا: «هماری صحت کی تهنیت مین قطعه مبارك باد کا، جو آپ نی بهیجا هی، وه پونهچا. اوسکو آنی سی سرور صحت دوبالا هوگیا. ایسی نظم ایسی تاریخین دوسری‌سی کب هوسکتی هین. حقا که الله تعالی نی آپکو بی مثل اور عدیم النظیر پیدا کیا هی. جس کمال کو دیکهیے اوس مین آپکی ذات فرد کامل هی. فی الحقیقت هم نی اس مرض مین بڑی تکلیف اٹهائی. بهت ایذا پائی. الله نی بڑا فضل فرمایا. دوستونکی دعا کو قبول کیا. شفا حاصل هوگئی هی. اندك زخم اندمال هونیکو باقی هی. غالب هی که دس باره دن مین مرهم لگانا موقوف هو جائی. آپ کا هدیۂ مرسله اکثر نقل محفل رهتا هی. جو سنتا هی جو دیکهتا هی وارفته هوجاتا هی. سچ هی ایسی لوگ کهان پیدا هوتی هین. هزارون برس فلك چرخ لگاتا هی تب کهین ایك شخص اس کمال کا پیدا هوتا هی. الهم بصحت وعافیت طول عمر عطا کری. اور تا دیرگاه اهل جهان آپ کی ذات سی مستفید هوا کرین. باقی خیریت».

چوب چینی ایک ٹھلیا مین رکھکر آٹے سے منھ بند کیا۔ پھر کپڑا لپیٹا۔ ڈورے سے خوب مضبوط باندھکر دو جگہ اپنی مہر کی اور وہ ٹھلیا کہار کو سونپی۔

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

روزِ دو شنبہ ۲۶ دسمبر سنہ ۱۸٦٤۔ وقتِ صبح حوالۂ کہارِ سرکار۔ (مہرِ غالب)۔

(٤١)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ نوازشنامہ کے ورود سے عزت اور ادراکِ صحت و عافیتِ مزاجِ اقدس سے مسرت حاصل ہوئی۔ پرچۂ ہنڈوی اوس توقیع مین ملفوف پایا۔ سو روپیہ بابت تنخواہِ دسمبر سنہ ۱۸٦٤ معرضِ وصول مین آیا۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

حضور کی سلامتی کا طالب غالب۔ ١٤ جنوری سنہ ١٨٦٥ عیسوی۔

(٤٢)

بحضرتِ فلک رفعت۔ نوابِ معلی القاب۔ انجم گروہ، آفتاب شکوہ، به بخشش و بخشایش بینوایان را تونگر کن، و ناتوان را توانا ساز، در عز و جاه با تاجداران همسر۔ و در ملك و سپاه با شهریاران انباز، که بفرزانگی حلقه درگوش افگنندهٔ دانش گستران، و بمردانگی غاشیه بردوش نهندهٔ دلاوران۔

هرچه از نیایش وستایش بتقدیم همیرسد، حرزِ بازویِ همت است، تا بدان نیرو در سخن دلیری تواند کرد۔ همانا از رازِ سپهر و ستاره سخن همیرود۔ وخجستگی و فرخندگیِ چند گفته می شود۔

این نافِ هفته که راستان در باستان این را «بهرام روز» میگفتند، و اکنون سه شنبه نام دارد، روزیست فیروز ویژه، درین سالِ فرخ فال، که دو یمین روز است از فروردین، وروزِ بست ویکم از مارچ، و روز بست

و دوم از شوال. بارے نخست بر آن سرورِ شاه نشان، که امروز بشستنِ اندام آبروی ِگرمابه افزود، مبارك. و سپس بر غالبِ سخندان، که عافیت جوی و دعا گوی ِ این درگاه ست، همایون.

همانا درین روزگار خسروِ ستارگان، که مهرِ منیرش دانی، در برّه. و از سوی ِ فراز نخستینِ سیارگان، که زحاش خوانی، در ترازو. سعدِ اکبر به قوس. و سعدِ اصغر به ثور. آن دو نیر به بیت الشرف خوشنود و شاد. و این دو اختر بکاشانه‌های ِ خویشتن آباد. گمان ندارم که از خسروانِ پارس و سلاطینِ عرب هیچکس را چنین طالعے بهرِ جلوس اتفاق افتاده باشد، که حضرت ولیِّ نعمت را برای ِ غسلِ صحت دست بهم داده است. خرد تا گفتارِ مرا شنود، چشمك زد، و به پیغاره سرود که: «ای در درخشانی ِ انجم و آفتاب چون کودکان در بال افشانی ِ کرمکهای ِ شب تاب نگران، از حلقهٔ اختر شماران بدر آی. و بدبستان حکمای ِ روحانی رمزے از حکمتِ ایمائی بشنو. تا بدانی که بدین امیرِ مسند سریرِ سلطان نظیر عمرِ جاودانی و دوامِ لذتهای روحانی بخشیده اند». گفتم: «تا برهان نباشد کالبدِ سخن را جان نباشد. مرا بیخبر مپندار. و اگر حجتے داری بیار». گفت: «برهانے ازین ارجمند تر، وحجتے ازین خرد پسند تر، چه خواهد بود. که چون آفریدگان را در آن جهان عمر دو باره دهند، دیگر بیمِ مرگ برخیزد. و به بانگِ صور از خوابِ فنا جستگان در آن گیتی جاوید پایند. مگر صحتِ خداوند ازین رنجوری ِ هولناك بدان نماند، که پنداری عمر دوباره یافت؟ پس اقتضای ِ دوباره زیستن تغیر چرا پزیرد. و چون هستی یافتگانِ آن جهان در آن جهان جاودان زنده مانند، آنکه درین گیتی حیاتِ ثانی پزیرفته باشد، هم درین گیتی همیشه زندگانی چون نکند. این عمرِ عزیز که بخدایگان داده اند، عمرِ خضر و الیاس نباشد، که یکے را بشمردنِ ریگِ صحرا، و دگرے را به پیمودنِ آبِ دریا

گزرد . انشاء الله العظیم جنابعالی ، تا جهانست ، پرویز بزم ، تهمتن رزم ، دشمن گـداز ، دوست نواز ، بلب در سخن اخترفشان ، و بکف در کرم گوهرفشان خواهنـد زیست » .

قطعهٔ تاریخِ غسلِ صحت ، و قصیدهٔ تهنیت که پیش ازین فرستاده ام [۱] ، نظمے است شاعرانه . و این نگارش نثریست عارفانه . قانونِ حکمت و شریعت

(۱) قطعهٔ تاریخ غسل عریضه نمبر (۳۸) کی حاشیه مین درج کیا جاچکا هی . قصیدهٔ تهنیت مثل مین شامل نهین . لیکن اردو دیوان غالب مع شرح نظامی (مطبوعهٔ نظامی پریس بدایون سنه ۱۹۲۲ع) کی صفحات ۲٤٤ - ۲٤۷ پر ایك قصیده پایا جاتا هی ، جو نواب سعید الدین احمد خان طالب مرحوم جاگیردار ریاست لوهارو سی رسالهٔ کمال دهلی کو حاصل هوا ، اور اوسکی اشاعت جنوری سنه ۱۹۱۰ ع سی مولانا نظامی نی نقل کیا . مولانا کی خیال مین یه قصیده نو اب سید کلب علیخان بهادر خلد آشیان کی غسل صحت کی تهنیت مین لکها گیا تها . لیکن میری نزدیك یه مرزا غالب کا محولهٔ بالا قصیده هی . اسلئی که اسمین جشن کی موقع پر عید ، نوروز ، اور هولی کا جمع هونا تحریر کیا گیا هی . اور منشی امیر احمد امیر مینائی کی قطعهٔ تاریخ (انتخاب یادگار ، ص ۵۰) سی معلوم هوتا هی ، که تیوهارون کا یه اجتماع نواب فردوس مکان کی غسل صحت کی وقت هوا تها . ان کی قطعه کا آخری مصرع هی : « مهینا عید کا نوروز کا دن غسل صحت هی » . مرزا صاحب کا قصیدهٔ حسب ذیل هی :

مرحبا سال فرخی آئین ! — عید شوال ، و ماه فروردین
شب و روز ، افتخار لیل و نهار — مه وسال ، اشرف شهور و سنین
گرچه هی بعد عید کی نوروز — لیك بیش از سه هفته بعد نهین
سو اس اکیس دن مین هولی کی — جا بجا مجلسین هوئین رنگین
شهر مین کو بکو عبیر و گلال — باغ مین سو بسو گل ونسرین
شهر گویا نمونهٔ گلزار — باغ گویا نگارخـانهٔ چین
تین تیوهار ، اور ایسی خوب — جمع هرگز هوی نهونگی کهین
پهر هوئی هی امی مهینی مین — منعقد محفل نشـاط قرین
محفل غسل صحت نواب — رونق افزای مسند تمکین
بزمگه مین ، امیر شاه نشان — رزمگه مین ، حریف شیر کمین
پیشگاه حضور ، شوکت و جاه — خیر خواه جناب ، دولت و دین
جن کی مسند کا آسمان گوشه — جن کی خاتم کا آفتـاب نگین
جن کی دیوار قصر کی نیچی — آسمـان هو گدای سایه نشین
دهر مین اس طرح کی بزم سرور — نه هوئی هو کبهی بروی زمین
انجم چرخ ، گوهر آگین فرش — نور بی ماه ، ساغر سیمین
راجه اندر کا جو اکهاڑا هو — هی وه بالای سطح چرخ برین
وه نظرگاه اهل وهم و خیال — یه ضیابخش چشم اهل یقین
وان کهان یه عطا و بذل و کرم — که جهان گدیه‌گر کا نام نهین

(باقی)

را جامع. ہم از روی نقل حق، و ہم از روی عقل راست. بقای خداوند بعمر تازہ جاودانی، و نشاط بی اندازہ پیشکار این حیات ثانی باد! چار شنبہ ۲۳ شوال سنہ ۱۲۸۱، و ۲۲ مارچ سنہ ۱۸۶۵ (مہر غالب) [۱].

(بقیہ)

یان زمین پر نظر جہانتك جاتی ژالہ آسا بچھی ہین در ثمین
نغمۂ مطربان زہرہ نوا جلوۂ لولیان ماہ جبین
اوس اکھاڑی مین جوکہ ہی مظنون یان وہ دیکھا بہ چشم صورت بین
سرور مہر فر ہوا جو سوار بہ کمال تجمل و تزئین
سب نی جانا کہ ہی پری توسن اور بال پری ہی دامن زین
نقش سم سمند سی یك سر بنگیا دشت دامن گل چین
فوج کی گرد راہ مشك فشان رہ روون کی مشام عطر آگین
بس کہ بخشی ہی فوج کو عزت فوج کا ہر پیادہ ہی فرزین
موکب خاص یون زمین پر تھا جس طرح ہی سپہر پر پروین
چھوڑ دیتا تھا گور کو بہرام ران پر داغ تازہ دیکی وہین
اور داغ آپ کی غلامی کا خاص بہرام کا ہی زیب سرین
بندہ پرور! ثنا طرازی سی مدعا عرض فن شعر نہین
آپ کی مدح اور میرا منہہ گر کہون بھی تو آئی کسکو یقین
اور پھر اب کہ ضعف پیری سی ہو گیا ہون نزار و زار و حزین
پیری و نیستی، خدا کی پناہ! دست خالی و خاطر غمگین
صرف اظہار ہی ارادت کا ہی قلم کو جو سجدہ ریز زمین
مدح گستر نہین، دعا گو ہی غالب عاجز نیاز آگین
ہی دعا بھی یہی کہ دنیا مین تم رہو زندہ جاودان، آمین!

(۱) اس نثر کی رسید مین ٥ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۱ ھ مطابق ۳ اپریل سنہ ۱۸۶۵ ع کو نواب صاحب نی تحریر فرمایا: « نثر نثرہ نثار آپ کی آئی. جشن صحت کی مسرت بڑھائی. زبان خامہ کو مجال صفت نہین. خامۂ زبان کو یارای مدحت نہین. سچ یہ ہی، کہ آپ کی ذات ہر کمال مین فرد کامل ہی. ہر فقرہ مین قوت سحبانی حاصل ہی. انصاف کی تو یہ بات ہی، کہ یہ تحریر نہین کرامات ہی. اس جشن مین اگرچہ بظاہر آپ شریك نہین ہوی، مگر میری نزدیك شریك غالب رہو. اللہ تعالی صحت اورقوت عطا فرمائی. مشتاقون کو لطف مجالست ہاتھ آئی. دست دعا بلند ہی. نوید صحت کی طبیعت آرزو مند ہی. حال اپنا اکثر لکھتی رہیی. زیادہ شوق ہی ». اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۱۲۳) سی معلوم ہوتا ہو کہ حسب تجویز صاحبزادہ سید کاظم علیخان بہادر عرف چھوٹی صاحب باغ بینظیر مین یہ جشن منایا گیا تھا.

بحضور نوابصاحب والا مناقب عالیشان، قلزمِ فیض وعمانِ احسان، امیر المسلمین نواب کلب علیخان بہادر دام اقباله مقبول باد[1]

(نواب سید محمد کلب علیخان بہادر خلد آشیان نواب فردوس مکان کی فرزند اکبر تھی . آپ جنابعالیه فیروز النسا بیگم صاحبه ملقب به نواب بہو بیگم دختر سید عبد العلی خان بہادر، خلف نواب سید غلام محمد خان بہادر کی بطن سی ۲۰ ذی الحجه سنه ۱۲۵۰ ھ مطابق ۱۹ اپریل سنه ۱۸۳۵ ع کو اتوار کی دن صبح کیوقت متولد هوی . سنه ۱۸٦٤ ع مین گورنر جنرل کی منظوری سی ولیعهد ریاست اور ۲۱ اپریل سنه ۱۸٦٥ ع مطابق ۲٤ ذیقعده سنه ۱۲۸۱ ھ کو جمعه کی دن ۳۰ سال کی عمر مین مسند نشین هوی. ۱۵ محرم سنه ۱۲۸۲ ھ مطابق ۱۰ جون سنه ۱۸٦٥ ع کو مسٹر جان انگلس ایجنٹ ریاست وکمشنر روھیلکھنڈ نی رامپور آکر باضابطه رسم مسند نشینی ادا کرائی . ماه رجب سنه ۸۲ ھ مطابق دسمبر سنه ٦٥ ع مین ملکهٔ معظمه کیجانب سی خلعت آیا . اور اسی مہینی مین جشن جلوس منایا گیا . آپ بڑی حاتم دل، پابند شرع، بامروت، اور خلیق تھی . باقاعده زکوة ادا کرتی، اور غیر شرعی آمدنی سی خزانه کی دولت کو پاك رکھتی تھی . خود صاحب علم تھی . فارسی خلیفه غیاث الدین عزت صاحب غیاث اللغات سی حاصل کی، اور علوم حکمیه مولوی فضل حق خیرآبادی اور مولوی عبد الحق خیرآبادی سی پڑھی . انکا دربار اهل فضل و کمال سی بھرا رهتا تھا. مشرقی علوم وصنائع کا شاید هی کوئی ایسا ماهر هو، جو انکی خوان جود و کرم کی زله ربائی نکرتا هو. ان مین علما، شعرا، ادبا، خطاط، صحاف، طباخ، اور دیگر تمام هنرون کی ماهرین شامل تھی . علمی مباحثون کا بہت شوق تھا . روزانه دربار مین کسی نه کسی علمی یا ادبی مسئله پر اهل دربار طبع آزمائی کیا کرتی تھی . آپ خود برابر کا حصه لیتی، اور اسطرح اپنی معلومات کی دائره کو وسیع سی وسیع تر بناتی رهتی تھی . کتابین جمع کرنی اور اونھین پڑھنی کا بھی بیحد شوق تھا . اوس عهد مین جسقدر نایاب اور نادر کتابین مہیا کیگئی هین، وه اپنی اهمیت اور قیمت کی لحاظ سی مستقل کتابخانه کی حیثیت رکھتی هین . چونکه فارسی ادبیات سی زیاده تعلق خاطر تھا، اسلئی جب کوئی نئی فارسی کتاب داخل کتابخانه هوتی اوس کی سر ورق پر اپنی قلم سی تاریخ آمد وغیره لکھتی، اور خود مطالعه کر لینی کی بعد کتابخانه کی زینت بنی کی اجازت دیتی تھی . اردو، فارسی دونون زبانون مین شعر کہتی، اور نواب تخلص فرماتی تھی . فارسی کلام مرزا محمد تقی خان سپهر ملقب بلسان الملك مستوفی اول دیوان همایون اعلی سلطنت ایران مولف ناسخ التواریخ کی نظر سی گزرا تھا . اردو کلام منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی دیکھا کرتی تھی . ایك فارسی نثر مرزا غالب کو بھی اصلاح کیواسطی بھیجی تھی . مرزا انکی طرز نگارش کی بیحد مداح تھی . تصنیفات مین چار اردو کی دیوان، دیوان فارسی، تاریخ شاهان سلف، انتخاب بوستان خیال اور متعدد نثرین هین . نوابصاحب کو اخبار بینی کا بھی شوق تھا . اخبار دبدبهٔ سکندری، جو رامپور کا پہلا اخبار هی، انهی

---

(۱) یه عبارت میرزا صاحب عرائض کی لفافون پر لکھا کرتی تھی . مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی هی.

کی ایما سی ۱۲ جمادی الآخرہ سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ ع سی ہفتہ وار شائع ہونا شروع ہوا ۔ تعمیر کا بھی شوق تھا ، اور سابق جامع مسجد اور متعدد محلات اون کی اس شوق کی رہین منت تھی ۔ آپ نی بائیس سال سات ماہ کی حکومت کی بعد ۵۳ سال ۶ ماہ ۷ روز کی عمر مین بدھ کی دن ۳ بجی سہ پہر ۲۷ جمادی الآخرۃ سنہ ۱۳۰۴ ھجری مطابق ۲۳ مارچ سنہ ۱۸۸۷ ع کو انتقال کیا ۔ امیر مینائی نی « خوابگاہ حامی اسلام امیر المومنین » سی تاریخ وفات نکالی ھی.)

(۴۳)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض باد . نوازشنامہ مع ھنڈویِ صد روپیہ عزِ ورود لایا . اپریل سنہ ۱۸۶۵ کی تنخواہ کا روپیہ معرضِ وصول مین آیا . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

عنایت کا طالب **غالب** . ۶ مئی سنہ ۱۸۶۵ عیسوی (۱) .

سر تا سرِ دھر عشرتستانِ تو باد صد رنگ گلِ طرب بدامانِ تو باد

عید است ، و بہار خرمی ھا دارد جانِ من وصد چون من بقربانِ تو باد

عنایت کا طالب **غالب** . شنبہ صبحِ روزِ عیدِ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۱ ھجری نبویؑ (۲) .

---

(۱) ۲۴ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۱ ھجری مطابق ۲۱ اپریل سنہ ۱۸۶۵ ع کو جمعہ کی دن نصف النہار کی وقت نواب فردوس مکان نی انتقال کیا . یہ خبر وحشت اثر دلی پہنچی ، تو میرزا صاحب نی نواب سید کلب علیخان بہادر خلد آشیان کی نام ۲۷ ماہ اپریل کو ایك عریضہ لکھا . اصل تحریر مثل مین موجود نہین . میرزا تفتہ کی نام کی مکتوب سی ، جو ۱۴ مئی سنہ ۱۸۶۵ ع کو لکھا گیا تھا ، معلوم ہوتا ھی کہ وہ عریضہ تعزیت وفات اور تہنیت جلوس پر مشتمل تھا . فرماتی ھین : « رامپور سی اپریل کی مہینی کا روپیہ ، اور تعزیت و تہنیت کی خط کا جواب آگیا . آیندہ جو خدا چاھی » (اردوی معلی لاھور ایڈیشن ، سنہ ۱۹۲۶ ع ، صفحہ ۳۵۹) . نواب خلد آشیان نی یکم مئی کو اس عریضہ کی جواب مین تحریر فرمایا : « ..... صحیفۂ شریفۂ مورخۂ ۲۷ ماہ گذشتہ اسمی مخلص وصول الطاف آوردہ بما فیہا مطلع نمود . مشفقا ! آنچہ مشاھرۂ آن کرمفرما از عہد نواب صاحب وقبلہ فردوس مکان مقرر است انشاء اللہ تعالی بدستور جاری ماندہ ، حسب ضابطہ بسامی خدمت رسیدہ خواھد ماند » . اسکی بعد سرکار نی ماہ اپریل کی تنخواہ کی ھنڈوی کا ذکر کیا ھی . میرز اصاحب کا عریضہ اسی فرمان کی رسید ھی .

(۲) یہ رباعی ایك علحدہ ورق پر لکھی ھوئی مکتوب نمبر ۴۳ کیساتھ منسلك ھی . لیکن از روی تاریخ اسکو دو تین دن بعد دلی سی روانہ ھونا چاھیے . اسلئی کہ ۶ مئی کو ذی الحجہ کی ۸ تاریخ ھوگی اور یہ ۱۰ ذی الحجہ کی صبح کو لکھی گئی ھی ، جو ۸ مئی کی مطابق ھوگی ، بنا برین ۶ تاریخ کی خط کیساتھ روانہ نہین ھوسکتی .

(٤٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعــدِ تسلیم معروض ہے . تہنیت نامـہ ارسال کرچکا ہون . جواب پا چکا ہون . قصیدہ کا لفافہ ارسال کیا ہے . یقین ہے کہ پہنچ گیا ہوگا[1] .

حضرت فردوس مکانِ سپہر آستان کا معمول تھا کہ محرم سے دو تین

---

(۱) قصیدۂ تہنیت مثل مین موجود نہین . لیکن میرزا صاحب نے اسکی ایک نقل خواجہ غلام غوث خان بیخبر کو بھیجدی تھی ، جو عود ہندی (صفحہ ۱۷۱) مین ، خواجہ صاحب کے نام کے مکتوب کیساتھ درج ہے . فرماتے ہین : "....... والیء رامپور کو خدا سلامت رکھے . اپریل مئی ان دونون مہینون کا روپیہ موافق دستور قدیم آیا . جون ماہ گذشتہ کا روپیہ خدا چاہے تو آجائے . آج جمعہ ۷ جولائی ہے . معمول یہ ہے کہ دسوین بارھوین کو رئیس کا خط مع ہنڈوی آیا کرتا ہے . مین نے قصیدۂ تہنیت جلوس بھیجا . اوسکا جواب آگیا . اب مین نظم و نثر کا مسودہ نہین رکھتا . دل اس فن سے نفور ہے . دو ایک دوستون کے پاس اوسکی نقل ہے . اونکو اسوقت کھلا بھیجا ہے . اگر آج وہ آگیا کل ، اور اگر کل آیا پرسون بھیجدونگا " . اسکے بعد قصیدہ شروع ہوتا ہے . چونکہ اسکے ساتھ کوئی نیا خط نہین ہے اسلئے قیاس چاہتا ہے کہ خط کی روانگی کے قبل ہی قصیدہ کی نقل موصول ہوگئی ہوگی . اور خط اور قصیدہ دونون ساتھ بھیجے گئے ہونگے . قصیدہ یہ ہے :

تجلی کہ ز موسی ربود ہوش بطور   به شکل کلب علی خان دگر نمود ظهور
خجسته سرور سلطان شکوه را نازم   که رشک بر کلهاش دارد افسر فغفور
هوای لطف وی از جان خور برد سوزش   نگاه قهر وی از روی مه رباید نور
دم نگارش وصف کلام شیرینش   چو خیل مور دود بر ورق حروف سطور
فنای رزمگهش شاهراه قهر و غضب   بساط بزمگهش کارگاه سور و سرور
بخوان شرع بهین همنوالهٔ شبلی   به بزم عشق مهین هم پیالهٔ منصور
ز روی رابطهٔ حسن ماهتاب جمال   بحسب ضابطهٔ جاه آفتاب ظهور
بحکم مرتبه ، او حاکم و فلک محکوم   ز راه قاعده ، شرع امرست او مامور
چو آب سیل روانی که ایستد بمغاک   بود همیشه به حنجان وی شراب طهور
زهی وزیر و خهی شهریار داناد   تو شاه کشور حسن و خرد ترا دستور
بنای منظر جاه ترا زحل معمار   ثوابت کرهٔ چرخ هشتمی مزدور
ثنا گر تو سکندر به بارجای جلال   قفا خور تو ارسطو بدرسگاه شعور
برای بزم نشاط تو شمع چون ریزند   ق   نه پیه گاؤ بکار آورند و نی کافور
ز فیض نسبت خلق تو عنبر سارا   بجای موم بر آید ز خانهٔ زنبور
بدین خرام و بدین قامت و بدین رفتار   ق   ز بهر فاتحه آئی اگر تو سوی قبور
جهان جانی وجان جهان ، عجب نبود   که از ورود تو هر مرده رقصد اندر گور
به پیشگاه تو زانوی همی زند انصاف   که ای برحم وکرم در جهانیان مشهور ! (باقی)

مہینے پہلے سلام پانچ ساتھہ[1] لکھتے تھے، اور فرداً فرداً میرے پاس بھیجا کرتے تھے. جب وہ فراہم ہوچکتے، تو محرم سے دوچار دن پہلے مین اصلاح دیکر بھیجدیا کرتا تھا. ابکی برس ایك هی سلام بھیجنے پائے. بس آج وہ سلام اس مراد سے حضور مین بھیجتا ہون کہ حضور کے حکم سے حضرت کے دیوان مین شامل ہوجائے. زیادہ حدِ ادب.

(بقیہ) در انتقام کشی شیوهٔ کرم مگزار   بر آر کام دل بدسگال از ساطور
توئی بفضل فزایندهٔ عروج علوم   توئی بعلم کشایندهٔ عقود صدور
صریر خامهٔ من بین که میرباید دل   چنانکه از لب داؤد استماع زبور
سواد صفحهٔ من بین و تابش معنی   عیان چو شمع فروزنده در شب دیجور
امیر زنده دل ، آن والی ولایت نظم   به گنج خانهٔ گنجه نظامیش گنجور
غروب مهر و طلوع مه دو هفته بود   رسیدن تو بدین اوج بعد آن مغفور
چو او بزیر زمین رفت و آن ولایت یافت   تو باش والی روی زمین قرون و دهور
به انجمن نرسیدم ز ناتوانائی   ولی بعرض ثنا و دعا نیم معذور
بخاك پای تو گر دستگاه داشتمی   نبودمی بغم دوری در تو صبور
من آن کسم که از افراط ورزش اخلاص   بغیبت است مرا دعوی دوام حضور
توئی رحیم دل و من سقیم ، دوری به   مباد رنجه شوی از نظارهٔ رنجور
نظر بخستگی و پیری و تهیدستی   قبول کردن تسلیم من خوش است از دور
شعار غالب آزاده جز دعا نبود   که باد سعی دعاگوی در دعا مشکور
به دهر تا بود آئین که در نوا آرند   رباب و بربط و قانون و نی بمحفل سور
به بزم عیش تو ناهید باد زمزمه سنج   نسیم عطرفروش از شمیم طرهٔ حور
محب ز لطف تو بالنده چون نوا از ساز   عدو ز بیم تو نالنده چون خر طنبور

نواب خلد آشیان نی ۱۶ محرم الحرام سنه ۱۲۸۲ هجری مطابق ۱۱ جون سنه ۱۸۶۵ع کو اس قصیدہ کی متعلق تحریر فرمایا: «......دو قطعهٔ سامی صحیفهٔ لطف آگین، اول مع قصیدهٔ تهنیت مسند نشینی راقم بر ریاست موروثی ملك رامپور، وثانی مع سلام من تصانیف جناب مغفرت مآب نواب صاحب وقبله فردوس مکان، در اسعد ازمنه یاسمین ریز دامن وصول فرحت شمول گشته.... حبذا قصیده که لآلی مدحت مضامین برجسته و معانی دل‌نشسته‌اش را برشتهٔ ترقیم کشیدن آب دریا بکیل پیمودن است. و شمهٔ از توصیف فصاحت و بلاغت آن بحیطهٔ تحریر در آوردن ثوابت و سیاره را به پنج انگشت شمردن. .... درینولا زبانی نواب مرزا عزم سامی باین طرف مسموع گشته، موجب کمال مسرتهاست. چراکه راقم نیز متمنی ملاقات شریف است. او تعالی شب یلدای فراق را بزودی هرچه تمامتر بایام وصال مبدل گرداند».

یہ خط میرزا صاحب کو ۱۷ جون کو موصول ہوا. ۱۸ جون کو اونھون نی اسکا جواب تحریر کیا. یہ جواب نمبر (۴۷) پر درج ہوگا.

(۱) یہ مرزا صاحب کی املا کی مطابق ہی. صحیح رسم خط «سات» ہی.

تم سلامت رهو هزار برس دولت و عز و جاه روز افزون
عنایت کا طالب غالب. شنبه یکم محرم الحرام سنه ۱۲۸۲[۱].

(۴۵)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. حق تعالی جلّ جلاله و عمّ نواله جس گروه پر مهربان هوتا هے، وهان حاکمِ عادلِ رحیم بهیجتا هے، که بقوتِ عادله کفر و بدعت کی جڑ اوکهاڑ ڈالے، اور بصفتِ رحم رعایا کو پالے. مصداق اسکا ذاتِ قدسی صفاتِ جنابِ عالی هے. که قمار خانے کی بنا مٹا ڈالی هے. زهے قانونِ سیاست! غله کا محصول معاف کردیا هے. روپیه رعیت پر نثار کیا هے. زهے آئینِ ریاست!

رباعی

نواب که شد ز شوکتِ اقبالش بخشیدنِ باجِ غله از اقبالش
فارغ شد هر کسیّ و روداد[۲] فراغ هم فارغ و هم فراغ باشد سالش[۳]
۱۲۸۱ ھ

پیر و مرشد! حضرت فردوس مکان کا دستور تها، که جب مین قصیده بهیجتا، اوسکی رسید مین خط تحسین وآفرین کا، شرم آتی هے کهتے

(۱) لفافه پر ۲۷ مئی سنه ۱۸۶۵ درج هی.
(۲) اصل خط مین (رواد) بحذف دال هی.
(۳) میرزا صاحب نی نواب خلد آشیان کی جود وکرم کی تذکره مین اس واقعه کو متعدد مقامات پر نقل کیا هی. حکیم غلام رضاخان کو لکهتی هین: «...... نواب صاحب حال بمقتضای «الولد سر لابیه» حسن اخلاق مین نواب فردوس آرامگاه کی برابر، بلکه بعض شیوهٔ و روش مین اون سی بهتر هین. بمجرد مسند نشینی کی غله کا محصول یکقلم معاف کیا. علی بخش خان خانسامان کو ۳۰ هزار روپیه بابت مطالبهٔ سرکای بخش دیا. ...» (اردوی معلی، ص ۴۵۲). میرزا تفته کی نام کی خط مین قدری تفصیل کی هی. فرماتی هین: «...... نوابصاحب از روی صورت روح مجسم اور باعتبار اخلاق آیت رحمت هین. خزانهٔ فیض کی تحویلدار هین. جو شخص دفتر ازل می جو کچه لکهوا لایا هی، اوسکو پٹنی مین دیر نهین لگتی. ایک لاکه کئی هزار روپیه سال غله کا محصول معاف کردیا. ایک اهل کار پر سائه هزار کا محاسبه معاف کیا اور بیس هزار روپیه نقد دیا. منشی نولکشور صاحب کی عرضی پیش هوئی. خلاصه عرضی کا سن لیا. واسطی منشی صاحب کی کچه عطیه بتقریب شادی صبیه تجویز هو رها هی. مقدار مجهپر نهین کهلی» (ایضاً، ص ۹۸-۹۹). تخریب قمارخانه اور بخشش محصول غله کا ذکر اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۱۷۹) مین بهی کیا گیا هی.

ہوے مگر کہے بغیر بنتی نہین، دو سو پچاس[۱] کی ھنڈوی اوس خط مین ملفوف عطا ہوا کرتی تھی. دو قصیدۂ مدحیہ میرے دیوانِ فارسی مین مرقوم، اور وہ دیوان حضرت کے کتابخانے مین موجود ھے. خطون کی تصدیق از رویِ دفتر ہوسکتی ھے. یہ رسم بری نہین ھے. اگر جاری رھے تو بہتر ھے. زیادہ حدِ ادب. التفات کا طالب غالب. پنجشنبہ ۱۹ محرم سنہ ۱۲۸۲.

(٤٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. نوازشنامہ مع سو روپیہ کی ھنڈوی کے عزِ ورود لایا. مئی سنہ ۱۸۶۵ کا مشاہرہ معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

التفات کا طالب غالب. ۱۵ جون سنہ ۱۸۶۵ عیسوی.

(٤٧)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. روز پنجشنبہ ۱۵ جون کو ایك عرضداشت روانہ کرچکا ہون. یقین ھے کہ وہ آج پہنچے گی. کل ۱۷ جون کو فرح بخش و روح افزا نوازشنامہ پہنچا[۲]. قصیدہ کا پہنچنا اور اوسکا مقبول و منظور ہونا دریافت کرکے، اپنے بخت و قسمت پر مین نازان ہوا[۳]. اب عرض یہ ھے کہ حسب الحکم حضور کے یہ قصیدہ میرے دیوان فارسی مین، جو کتابخانے مین موجود ھے، درج کیا جائے. اور سلام حضرت فردوس مکان کا اونکے دیوانِ اردو مین لکھدیا جائے[٤].

---

(۱) یہان میرزا صاحب نے صرف حسابی رقوم لکھی ھین.

(۲) محولۂ بالا فرمان کا اقتباس عریضۂ نمبر (٤٤) کے حاشیہ مین دیا جا چکا ھو.

(۳) یہ قصیدہ خط نمبر (٤٤) کے حاشیہ مین درج ہوچکا ھے.

(٤) میرزا صاحب کی مذکورہ خواہش تشنۂ تکمیل رھی. اگر خواجہ غلام غوث خان بیخبر اسکی ایك نقل نہ منگا لیتے تو دیگر گم شدہ قصائد و قطعات کی طرح اسکا بھی صرف ذکر باقی ہوتا.

حضرت کی خدمت مین نه آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا. وه آگ برس رهی هے، که طیور کے پر جل رهے هین. بعد آگ کے پانی برسے گا. سفر خصوصاً بوڈهے رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر. آفتاب میزان مین آیا، اور هنگامۂ آتش و آب رفع هوا، اور مین نے احرامِ بیت المعمورِ رامپور باندها. انشاء الله العلی العظیم[١].

پیر و مرشد! از راهِ خیر خواهی ایك امر عرض کرتا هون. محمد علیخان ابن وزیر محمد خان[٢] رئیسِ ٹونك نے بعدِ مسند نشینی گورمنٹ کو «یمین الدوله» اور «دو جزو ملك اور جنگ» لکهکر دیئے، اور وهان سے وه اونکو عطا هوئے. حضور کے اجدادِ امجاد نے سلاطینِ بابریه کا خطاب نه قبول کیا. مگر حضرت کے جدِ امجد کو احمد شاهِ درانی[٣] نے مخاطب به «مخلص الدوله» فرمایا[٤]. حضرت اگر مناسب جانین، تو اوس خطاب کو مع دو جزو «شمش الملك و بهرام جنگ» جناب ملکۂ معظمه سے بذریعۂ گورمنٹ

---

(١) سفر کی تفصیل کیلئے دیباچه ملاحظه هو. یهان اسقدر لکهه دینا کافی هوگا، که میرزا صاحب ٧ اکتوبر سنه ١٨٦٥ع کو دلی سے عازم رامپور هوے. اور ٨ جنوری سنه ١٨٦٦ع کو واپس دلی پهنچے (اردوی معلی، ص ٢٤٣، مکتوب بنام حکیم سید احمد حسن مودودی، مورخه ١٧ جنوری ١٨٦٦ ع).

(٢) نواب محمد علی خان ریاست ٹونك کے نواب تهے. سنه ١٨٣٤ ع مین گدی پر بیٹهے. سنه ١٨٦٧ع مین لاوا مین قتل عام کرانے کے الزام مین حکومت هند نے انهین معزول کردیا. سنه ٧٠ ع مین ریاست پولیٹکل ڈپارٹمنٹ کے زیر انتظام آگئی. اور اونکے صاحبزاده نواب سر حافظ ابراهیم علی خان بهادر نواب بنا دئے گئے.

(٣) احمد شاه درانی ضلع هرات کا باشنده اور ابدال نامی قبیله کا ایك فرد تها. ابهی یه بچه هی تهاکه نادر شاه اسکو ایران پکڑ لیگیا، اور اپنی خدمت گرز برداری پر مقرر کیا. لیکن اس نے رفته رفته فوج کے بڑی عهده تك ترقی کرلی. نادر شاه نے ١٢ مئی سنه ١٧٤٧ ع کو وفات پائی تو اس نے بغاوت کردی، اور تهوڑی عرصه مین افغانستان، سنده اور لاهور کا بادشاه بن بیٹها. اسنے هندوستان پر متعدد حملے کئے هین. لیکن اسکی شاندار ترین جنگ سنه ١٧٦١ ع مین پانی پت کے میدان مین مرهٹون کے عظیم الشان لشکر سے واقع هوئی، جس مین یه کامیاب هوا، اور بعد فتح شاه عالم کو تخت وتاج هند سونپ کر افغانستان چلا گیا. احمد شاه نے ٢٦ سال حکومت کرکے سنه ١١٨٢ھ مطابق سنه ١٧٧٢ع کو ٥٠ سال کی عمر مین وفات پائی.

(٤) احمد شاه کے عطا کرده خطابات کے سلسله مین اخبار الصنادید، ج ١، صفحه ٦٦٧ ملاحظه هو.

اپنے واسطے این[1] .

تم سلامت رهو قیامت تك   دولت و عز و جاه روز افزون

ترقیِ دولت کا طالب **غالب** . یکشنبه ۱۸ جون سنه ۱۸٦۵ ع .

(٤٨)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . منشورِ عطوفت کے ورود نے معزز فرمایا . جون سنه ۱۸٦۵ کی تنخواه کا سو روپیه از رویِ هنڈوی معرضِ وصول مین آیا . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو قیامت تك   دولت و عز و جاه روز افزون

عنایت کا طالب **غالب** . معروضۂ دهم جولائی سنه ۱۸٦۵ .

(٤٩)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . میری عرضداشت کا جواب آچکا هے . بنده هنڈوی کی رسید بهجوا چکا هے . یهان خلق کو مینهه درکار هے ، اور هوا شراره بار هے . دهوپ کی تیزی سے آدمی کے تیور ، اور پهاڑ کے پتهر جلے جاتے هین . پانی جگر گداز . هوا جانستان . امراضِ مختلفه کا هجوم جهان تهان . جز اعضایِ انسان ، که وه پسینے مین تر هین ، طراوت و رطوبت کا کهین پتا نهین . یا لو چلتی هے ، یا مطلق هوا نهین . ان سطور کی تحریر سے مدعا یه هے ، که مجهے هر وقت یهی خیال رهتا هے ، که حضرت کا مزاج کیسا هے . اس خط کا جواب جس قدر جلد عطا هوگا ، دعاگو پر احسان آپ کا هوگا . زیاده حدِ ادب .

---

(۱) میرزا صاحب کے اس خیرخواهانه عریضه کے جواب مین نوابصاحب نے تحریر فرمایا : « .... استحصال الفاظ خطاب دستور این ریاست نبوده است . وحسب الترقیم قصیده وسلام مذکور در دیوانها مندرج کنانیده خواهد شد . ۲۰ صفر سنه ۱۲۸۲ هجری مطابق ۱۵ جولائی سنه ۱۸٦۵ع » .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

آپ کی سلامتِ ذات اور اپنی نجات کا طالب **غالب**. ۲۳ جولائی سنه ۱۸٦۵.

(۵۰)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعـــدِ تسلیم معروض آنکه منشورِ عطوفت عزِ ورود لایا. تنخواہِ جولائی سنه ۱۸٦۵ حال کا روپیه ازرویِ ہنڈویِ ملفوفه معرضِ وصول مین آیا.

اگرچه یہان مینہ اسیقدر برسا ہے که جس کے پانی سے زمیندار حاصلِ فصلِ ربیع سے ہاتہ دہو لین. مگر چونکه بفرمانِ ازلی میرے رزق کی برات آپ پر ہے، اور آپ کے ملك مین بارش خوب ہوئی ہے، ابرِ رحمت کے شکریه مین ایك قطعه ملفوف اس عرضی کے بہیجتا ہون. بنظرِ اصلاحِ نظم و اصلاحِ حال ملاحظه ہو. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب **غالب**. جمعه ۱۱ ماهِ اگست سنه ۱۸٦۵[1].

(قطـــعه)

☆ مقامِ شکر ہے اے ساکنانِ خطهٔ خاك! ☆
☆ رہا ہے زور سے، ابرِ ستاره بار، برس ☆
☆ کہان ہے ساقیِ مہوش؟ کہان ہے ابرِ مطیر؟ ☆
☆ بیار، لامیِ گلنار گون، بیار، برس ☆

---

(۱) اس عریضه کے جواب مین نواب خلد آشیان نے ۱٦ اگست سنه ۱۸٦۵ع مطابق ۲۳ ربیع الاول سنه ۱۲۸۲ ھ کو تحریر فرمایا: «... صحیفهٔ لطف آگین بخلاصهٔ کمی بارش باران رحمت دران نواح واستدراك خیریت مزاج راقم مع قطعهٔ دعائیه غازه آرای چہرهٔ وصول نشاط شمول گردیده بما فیہا مطلع نمود. وترسیل قطعهٔ مذکور از مزید الطاف فرمائیہا متصور شد. مشفقا! سابق ازین فی الحقیقه طبیعت راقم بعارضه تبخیر... کسلمند شده بود. لیکن حالا بعنایت الہی مزاج مخلص خوش وخرم است. ہنڈوی مبلغ دو صد روپیه برای آن مشفق، که بتقریب صحت از عارضهٔ لاحقه بدیگر صاحبان مستحقین نیز ازین سرکار عنایت شده بودند، معطوف رقیمة الوداد ہذا بطریق عنایات سمت تبلیغ یافته ...». میرزا صاحب کا یه قطعهٔ دعائیه ہنوز شائع نہین ہوا ہے.

خدا نے تجکو عطا کی ہے گوہر افشانی
درِ حضور پر، اے ابر! بار بار برس
ہر ایك قطرہ کے ساتھ آئے جو ملك وہ کہے
امیرِ کلبِ علی خان جئین ہزار برس
فقط ہزار برس پر کچھ انحصار نہین
کئی ہزار برس بلکہ بیشمار برس
جنابِ قبلۂ حاجات اس بلاکش نے
بڑے عذاب سے کاٹے ہین پانچ چار برس
شفا ہو آپ کو غالب کو بندِ غم سے نجات
خدا کرے کہ یہ ایسا ہو سازگار برس

(۵۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ کل برخوردار نواب مرزا خان داغ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ حضرت کا مزاجِ اقدس ناساز ہوگیا تھا۔ اب خدا کے فضل وکرم سے افاقت ہے۔ نواب مرزا نے مجھپر ستم کیا، کہ پہلے سے یہ حال نہ رقم کیا۔ جو دعا جب کرتا اب بھی وردِ شب و روز ہے۔ مگر یہ خیال، کہ حضور کو یہ خیال گزریگا کہ غالب رسمِ عیادت بجا نہ لایا، سخت جگر سوز ہے۔ اب اس خط کے جواب مین نویدِ عافیت کا امیدوار، اور یہ سونچکر کہ آج کے آٹھوین دن جواب آئیگا، بیقرار ہون۔

ایك عبارت کا ایك جزو بطریقِ خط ایك انصاف دشمن کو لکھکر چھپوا دیا ہے۔ پارسل اوسکا نواب مرزا کو ارسال کیا ہے۔ پانچ رسالے وہ میریطرف سے نذر گزرانین گے۔ حضرت قبولِ نذر کو میرا عز و شرف

جانین گے [۱].

تم سلامت رهو هزار برس دولت و عز و جاه روز افزون

دعا گو غالب. ۱۳ ماهِ اگست سنه ۱۸٦۵.

(۵۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. داستانِ حمزه قصۂ موضوعی هے. شاه عباسِ ثانی [۲] کے عهد مین ایران کے صاحب طبعون نے اسکو تالیف کیا هے. هندستان مین «امیر حمزه کی داستان» اسکو کهتے هین. اور ایران مین «رُموزِ حمزه» اسکا نام هے. دو سو کئی برس اسکی تالیف کو هوئے. ابتك مشهور هے، اور همیشه مشهور رهیگا.

آپ کے اس تکیه دارِ روزینه خوار فقیر نے آپ کی مدح مین ایك قصیده لکها هے. مشتمل اس الزام پر که تشبیب کے ابیات اور مدح کے اشعار

(۱) اس سی «نامۂ غالب» مراد هی. میرزا صاحب نی برهان قاطع کی بعض اغلاط پر ایك رساله مسمی بقاطع برهان سنه ۱۸٦۰ع مین تصنیف کیا تها، جو نواب فردوس مکان کی امداد سی طبع هوکر شائع هوا. تقلید آبا کی حامیون نی اسکی تردید مین متعدد کتابین لکهین. ان مین سی ایك کا نام ساطع برهان تها. اس کی مصنف کی متعلق مرزا صاحب سیاح کو لکهتی هین: «وه جو ایك اور کتاب کا تمهی ذکر لکها هی، وه ایك لڑکی پڑهانیوالی ملانی مکتب دار کا خبط هی... رحیم بیگ اس کا نام، میرٹ کا رهنی والا. کئی برس سی اندها هوگیا هی. باوجود نابینائی کی احمق بهی هی» (اردوی معلی، صفحه ۲۷ و ۳۱). مولوی عبد الرزاق شاکر کو لکها هی: «رحیم بیگ نامی میرٹهه کا رهنی والا هی. دس برس سی اندها هوگیا هی. کتاب پڑها نهین سکتا. سن لیتا هی. عبارت لکهه نهین سکتا. لکهوا دیتا هی. بلکه اس کی هموطن ایسا کهتی هین که وه قوت علمی بهی نهین رکهتا. اورون سی مدد لیتا هی. اهل دهلی کهتی هین که مولوی امام بخش صهبائی سی اوسکو تلمذ نهین هی. اپنا اعتبار بڑهانی کو اپنی کو اون کا شاگرد بتاتا هی. مین کهتا هون که وائی اوس هیچ پوچ پر جسکو صهبائی کا تلمذ موجب عز و وقار هو» (عود هندی، صفحه ۱٦۱): اس کتاب کی جواب مین مرزا صاحب نی نامۂ غالب لکها، اور اوسکو ۱۳ اگست سنه ۱۸٦۵ع سی قبل طبع کرا کی نواب خلد آشیان کی خدمت مین بطریق ارمغان پیش کیا. یه رساله عود هندی، صفحه ۱٤۱ تا صفحه ۱۵۵ مین بهی شائع هوچکا هی.

(۲) شاه عباس ثانی صفوی خاندان کا آٹهوان بادشاه تها. اسنی سنه ۱۰۵۲ه (۱٦٤۲ع) سی سنه ۱۰۷۷ه (۱٦٦٦ع) تك ایران پر حکومت کی.

مین حمزہ و اولادِ حمزہ و زمردشاہ وغیرہ یا انکے معاملات و حالات کا ذکر درمیان آئے۔ سو وہ قصیدہ آج اس خط کے ساتھ ارسال کرتا ہون۔ امید ھے کہ حضرت اسکو پڑھکر محظوظ ہون. خدا آپکو قیامت تک سلامت رکھے. مگر جب تک امیر حمزہ کا قصہ مشہور رھیگا، یہ قصیدہ بھی شہرت پزیر رھیگا[1].

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب غالب. ۲۱ ماہِ اگست سنہ ۱۸۶۵.

یا وھاب

زھے دو چشمِ تو در معرضِ سیہ کاری چو بختیارک و بختک بمردم آزاری

زھے بزورِ بدیع الزمانِ کُشتی گیر کہ کوھسار چون نارنجِ تر بیفشاری

زھے خیالِ تو آدم ربا چو تندک دیو دماغِ اھل نظر قافِ اوست پنداری

زغمزۂ تو چگویم کہ آن بود زعَمَرْ[2] دلیر و چست و هنرمند تر بعیاری

اگر تو نیستی از ساحرانِ انتریا چرا بلھو ھمی آتش از ھوا باری

بدین جمال کہ داری عجب مدار اگر کند چکیدۂ قدرت ترا پرستاری

بمہرِ رویِ تو گردیدم آفتاب پرست نہ ایرجم کہ عبث تن دھم بدین خواری

سپس بمذھبِ تورج کہ بودہ ماہ پرست ترا پرستم ازین رو کہ ماہ رُخساری

توئی بمعنیِ اصلی، و بود نورالدھر ھمین بنام، کہ معنی نداشت، پنداری

چکد ز زلفِ تو خونِ دلم بدانگونہ کہ ریزد از لبِ زنگی در آدمی خواری

فغان ز بارِ غمِ دھر، کان بسنجیدن عمودِ خسروِ ھند است در گرانباری

بہ پیشِ چرخِ مُشَعبِد چہ ھوشیار و چہ مست کہ این بعربدہ ھمچون عَمَرْ ز طراری

ز روی، ریش تراشد ھمی بہ بیھوشی ز فرق، تاج رباید ھمی بھشیاری

خصومتے بمن افتادہ زالِ دنیا را کہ «دُم خبیثہ» بود در فنونِ مکاری

---

(۱) اس قصیدہ کی صرف چند اشعار تذکرۂ انتخاب یادگار مین بذیل ذکر غالب شائع ہوی ہین.

(۲) میرزا صاحب نی اس نام کا املا اور تلفظ دونون غلط لکھی ہین. یہ نام «عمرو» بسکون میم وزیادۂ واو بعد را ہی.

بجیشِ عشق منم سر برهنهٔ تپشی — که موی سر بسرم کرده است دستاری
نهیبِ فتنه به الچوبِ شش گزی ماند — که بود هر لگدش را جراحتِ کاری
شدست لاغریِ من گلیمِ غیبیِ من — که باشم، وتوام از حاضران نه انگاری
منم که فکرِ من اندر زمینِ شعر و سخن — ق همیگزشت ز اشقر به تیز رفتاری
چه اوفتاده که یارب کنون چو ارنائیس — بخاك و خون تپدم تن همی به ناچاری
چنان بخوردنِ غم عادیم که چون عادی — نبوده هیچگهے سیریم ز پُر خواری
نهاده همنفسان نامِ من ملك قاسم — زخونِ دیده بود بسکه جامه گلناری
رسیده بخل بفکرِ من از عَمَر میراث — ق که هیچگه ندهد در سخن مرا یاری
دروغ گفته ام آن فکر نیز زنبیل است — که گم شود ز عَمَر در دمِ گرفتاری
چو حمزه را بجهان بعدِ مرگِ مهر نگار — ز تیغ و تاج و نگین روی داد بیزاری
نماند در نظرِ دزدِ کهنه اسلوبے — جز آن که باز کشاید دکانِ عطاری
دل است حمزهٔ واب در فسونگری عمر است — بدا[1] لبے که ز دل نبودش مددگاری!
شد آن که بود کلامم طلسم گوهر بار — هماره[2] نهر ز آبِ گهر دران جاری
چو حمزه، کِش بعقابین درکشید فلك، — به دامِ وام، نفس میکشم بدشواری
بقاست قرض و منم حمزهٔ و زبهر منند — چهل خلیفه تقاضائیانِ بازاری
چو ساحران همه را شغلِ آتش افشانی — چو اژدها همه را ذوقِ آدم اوباری[3]
ز زهر مهره نشد زهرِ حمزه به، آن به — که نوشداروی نوشیروان بچنگ آری
مگر بفضلِ وی آیم برون ز بندِ بلا — چنانکه حمزه به نیروی پیرِ فرخاری
امیرِ کلبِ علیخان بهادر آن که بود — عدیلِ حمزه در اِسپَهبُدی و سالاری
درش نوازشِ طبلِ سکندری دارد — خهے بلندیِ آوازهٔ جهانداری!
بود پلارکِ افراسیا بیش در کف — که هیچگه نشود چون هلال زنگاری

---

(۱) بدا مثل خوشا، بسیار بد. منه

(۲) هماره مخفف همواره. منه

(۳) آدم اوباری، اوباریدن بمعنی ناخائیده فرو بردن. اوبار صیغهٔ امر و در آخر تحتانی، مردم آزاری مثله. منه

چگویم از نمطِ لشکرِ ظفر پیکر — که در شمار نیاید همی ز بسیاری
همه مقابلِ مقبل به ناوك اندازی — همه مساهمِ خسرو به طاقت اظهاری
بیا به بین که در اردوی این امیرِ کبیر — سپرده اند علمشاه را علمداری
چو قندر آن که جلودارِ حمزه بود اینك — رسیده است بخاقانِ چین جلوداری
سزد که فخر براقبالِ خود کند لَندَور — ازین که یافته توقیعِ گرز برداری
مپرس بر درش از هستیِ زمردشاه — مگر یکے بود از کافرانِ زنهاری
شنیدهٔ که خداوندِ باختر چون بود — کنون به بندگیِ خواجه گشت اقراری
گزشت آن که «چه تقدیر کرده ام» می گفت — بمقتضای غلط فهمی و غلط کاری
کنون بعجز «چه تقصیر کرده ام» گوید — زبندگانِ خدا چون بوی رسد خواری
رموزِ حمزه فروهل[1] خمش نشین غالب — چرا مرا بسخنهایِ هرزه آزاری
ز تست رونقِ گیتی به دانش آرائی — ز تست زینتِ معنی به نغز گفتاری
قصیدهٔ تو ولے کاسهٔ گدائیِ تست — ستوه آمده باشی ز رنجِ ناداری
غمین مباش که از گنج خانهٔ نواب — خود آن قدر که بدل داشتی بدست آری
بوقتِ گدیه گدا را دعاست دست آویز — بر آر دست بدرگاهِ حضرتِ باری
چراغِ دودهٔ سرور علی محمد خان — گزین همالِ تِمُر[2] در فنِ سپهداری
زرویِ کلبِ علی خان همیشه روشن باد — چنانکه تابشِ مهر از سپهرِ زنگاری

(۵۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم عرض یہ ہے۔ فقیرِ تکیہ دار، روزینہ خوار، غالبِ خاکسار حیران ہے کہ شکر بجا لائے آپکی عنایت کا، یا ذکر کرے آپکی کرامت اور ولایت کا۔ آپ بے شبہہ رونقِ مسندِ علم و یقین ہین۔ تکلف بر طرف

(۱) فروهل بمعنی بگزار ۔ ازینجا التزام موقوف است ۔ منه

(۲) گزین بجای گزیده مستعمل اهل زبان ۔ تمر به تحتانی مکسور ومیم مضموم در ترکی فولاد را گویند ۔ واسم شاهی است از اولاد النقوا ۔ واینکه تیمور نویسند طرز املاست اعراب بالحروف ۔ منه

امیرالمسلمین ہین . یہ نہ فقط از روی ارادت ہے . بلکہ یہان مشاہدۂ خرقِ عادت ہے . ان دنون مین متفرقات کے قرضدار[1] سرگرمِ تقاضا بلکہ آمادۂ شور و غوغا تھے . دو سو روپیہ کی ہنڈوی صراحیِ آبِ حیات ہوگئی . دامِ مرگ سے نجات ہوگئی . لطف یہ کہ آج بروزِ دو شنبہ ۲۱ اگست کو نو بجے اولِ روز ایك قصیدہ کا لفافہ بھیجا گیا . اوسی دن بارہ پر تین بجے یہ کرشمۂ کرامت دیکھا گیا . قصیدہ کے لفافہ مین ایك عرضداشت ہے . اوس سے قصیدہ کی حقیقت ، اور خود اوس نظم سے طرزِ نگارش کی جدت ظاہر ہو جائیگی . حضرت کے انبساطِ خاطر کیواسطے یہ ایجاد ہے . مجھے ہر طرح کی نظم و نثر سے آپکی خوشی اور خوشنودی مراد ہے . انجامِ قصیدہ مین جو قرض کے گلے پائے جائین ، اوس مجموع مین سے اہلِ بازار منہائی کئے جائین . کوٹھی والے ساہوکار « چہل خلیفہ » گنے جائین .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

ترقیِ عمر و دولتِ خداوند کا طالب **غالب** . نگاشتۂ دو شنبہ ۲۱ ، اور روان داشتۂ سہ شنبہ ۲۲ اگست سنہ ۱۸۶۵ .

(۵٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . مین طبیب نہین ، مگر تجربہ کار ہون . ستر برس کا آدمی ہوشیار ہون . اور سے یہ کہا نہین جاتا . حضرت پر بغیر ظاہر کئے رہا نہین جاتا . خدا جانے اور طبیب کیا سمجھے ہونگے کہ کیا تھا . میرے نزدیك بہ اشتراكِ معدہ و قلب یہ مرض طاری ہوا تھا . اب آپ کو حفظِ صحت کیواسطے گاہ گاہ نارجیلِ دریائی و جدوار کا استعمال ضرور ہے .

---

(۱) میرزا صاحب نے یہان لفظ قرضدار بجای قرضخواہ استعمال کیا ہے . یہ استعمال عامیانہ ہے . اسلئے اسے اونکی پریشانی اور ضعف دماغ پر محمول کرنا چاہئے . سند بنانا درست نہین ہوگا .

اور معجونِ طلائی عنبری تقویتِ قلب مین مجوزۂ حکیم ببر علیخان مغفور ھے. ورقِ طلا، عنبرِ اشھب، عرقِ کیوڑہ، قند. کثرتِ اجزا اس ترکیبِ خاص مین ناپسند. کثیر الاجزا اور معجونین ھین. مفرحِ بوعلی سینا، خمیرۂ مروارید، خمیرۂ گاؤزبانِ عنبری، ماء اللحمِ غیر مُنَشّی، جس مین طیور کے گوشت اور ادویۂ مفرح و مقوی حرارت و برودت مین معتدل[1]. گاہ گاہ سکنجبین و گلاب پی لیا کیجیے. غذا مین گوشتِ طیور اکثر. بیضۂ نیم برشت اکثر. لیکن یه خیال رھے، که بیضۂ مرغ و لحمِ طیور ایك جلسه مین تناول نفرمائیے. بکری کے گوشت کیساتھ بیضۂ مرغ جائز اور لذیذ اور مرغوب. پودینه کا عرق، چھوٹی الایچی کا عرق همیشه دواخانے مین موجود رھے. عطریات کے استعمال مین مبالغه. بعدِ غذا مباشرت سے پرھیز. شوربای پاچۂ گوسفند مائدۂ خاص پر موجود رھے. بحسبِ رغبتِ طبیعت نوشجان فرماتے رھئیے.

تم سلامت رھو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

سلامت و صحت کا طالب **غالب**. نگاشتۂ سه شنبه، و روان داشتۂ سه شنبه[2].

(٥٥)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. شرف افزا عطوفت نامه عزِ ورود لایا. اگست ١٨٦٥ کی تنخواہ کا سو روپیه از رویِ ھنڈویِ ملفوفه معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رھو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب **غالب**. دو شنبه ١١ ستمبر سنه ١٨٦٥.

---

(١) یهان کوئی ایك لفظ ساقط معلوم هوتا هی.

(٢) اس عریضه کی جواب مین ٦ ربیع الثانی سنه ٨٢ ھ مطابق ٢٩ اگست سنه ٦٥ ع کو نواب خلد آشیان نی تحریر فرمایا: «سه قطعۂ مفاوضۂ لطف آگین، اول مع قصیدۂ نادره که مضامینش مملو بهزاران در غرر معانی بود، و ثانی مشعر رسید هنڈوی مبلغ دو صد روپیه، و ثالث محتوی بر نسخه های معجون وغیره براه محبت معنوی متواتر یاسمین ریز گریبان وصول نشاط شمول گشته ..... حالا مزاج راقم بوجوه خوش وخورم است».

(٥٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. چاهتا هون که کچھ لکھون. مگر نہین جانتا کہ کیا لکھون. لازم تھا کہ تعزیت نامه بزبانِ فارسی و عبارتِ بلیغ لکھون. آپکے قدمون کی قسم دل نے قبول نکیا. آرائشِ گفتار نظماً او نثراً واسطے تہنیت کے ہے. که دل کثرتِ نشاط سے گل کی طرح کھل رها ہے. طبیعت راه دیتی ہے. الفاظ ڈھونڈھے جاتے هین. معنی پیدا کئے جاتے هین. اب مین نیم مرده، دل پژمرده، خاطر افسرده، جس باب مین لفظ و معنی فراهم کیا چاهون، وه سراسر طبع کے خلاف. جس بات کا تصور ناگوار هو، اوسکے تذکّر سے جی کیون نه بیقرار هو. یه میری قسمت کی خوبی ہے، که هنوز تہنیت اور مدح کا حق ادا نہوا تھا کہ مرثیه لکھنا پڑا. اگر ایك بات میرے خیال مین نه آئی هوتی، تو مجھسے زندگی دشوار تھی. یعنی حضور کو ابتدای جلوس مین وه رنج پہنچا، که اوس سے زیاده تصور مین نہین آتا. پس وساده نشینی کی بدایت اور غمگینی کی نہایت یه چاهتی ہے که اب مدة العمر ابداً موبداً حضرت کو کوئی غم نہو. همیشه جهاندار و جهانستان و شاد و شادمان رهین[1].

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

آپ کے قدمبوس کا طالب **غالب**. ١٨ ستمبر سنه ١٨٦٥ .

(قطعۂ تاریخ رحلتِ سکندر زمانی بیگم)

دریغا که ماند تہی قصرِ دولت ز خاتونِ نامی سکندر زمانی

«چو ستّارِ روضه»بود سالِ فوتش سپس اسمِ وے باد جنت مکانی

١٢٨٢

---

(١) سکندر زمانی بیگم نواب خلد آشیان کی بیوی تھین. انکی والد صاحبزاده سید امداد الله خان ولد صاحبزاده سید کفایت الله خان ولد نواب سید نصر الله خان بهادر، اور والده آفتاب بیگم بنت صاحبزاده سید کریم الله خان خلف نواب سید فیض الله خان بهادر تھین. سنه ١٢٦٢ هجری مین انکی ساتھ نواب خلد آشیان کی شادی هوئی. نواب سید مشتاق علی خان بهادر عرش آشیان انهین کی بطن سی تھی (انتخاب یادگار، ص ٢٢٥، و اخبار الصنادید، ج ٢، ص ٢٣٠).

(۵۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. ہر چند آبدار خانے کے ساتھ ہونے سے پانی کی طرف سے خاطر جمع ہے، کہ حضور جو پانی ہمیشہ پیتے تھے وہی پیتے ہونگے. مگر ہرجِ سفر اور اختلافِ ہوا کا خیال ہے. توقع رکھتا ہون کہ نویدِ صحت و اعتدالِ مزاجِ اقدس سے عز اطلاع پاؤن. بُعد اگرچہ بہت نہین، لیکن طبع پر گران ہے. چشمِ شوق ورودِ موکبِ عالی کی نگران ہے. بقولِ استاد بہ تغیرِ لفظ «جو تم پھر آؤ تو حضرت پھرین ہمارے دن». زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

دوامِ بقایِ حضور کا طالب فقیر **غالب**. چہار شنبہ ۸ نومبر سنہ ۱۸٦۵[1]

(۵۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. مرادآباد پہنچا، بعد پالکی کے اوتر آنے کے پل کا ٹوٹ جانا، گاڑیِ اسباب یہانتک کہ رختِ خواب کا مع آدمیون کے

---

(۱) یہ خط میرزا صاحب نے رامپور سے لکھا ہے. اس زمانہ مین نواب خلد آشیان دورہ پر تشریف لے گئے تھے. میرزا صاحب نے شمشاد علی بیگ رضوان کو لکھا ہے: «آج شنبہ ٤ نومبر کی ہے. پرسون نواب صاحب دورہ کو گئے ہین. فرماگئے ہین کہ دو ہفتہ مین آؤنگا. آکر چار روز یہان رہین گے. پھر نمایشگاہ بریلی کی سیر کو جائین گے» (اردوی معلی، ص ۳۲۰). حکیم غلام نجف خان کے نام کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲ نومبر کی صبح تک واپس تشریف نہین لائے تھے. فرماتے ہین: «نوابصاحب دورے سے یا آج شام کو یا کل آجائینگے. جشن جمشیدی کی تیاریان ہو رہی ہین» (ایضاً، ص ۲۳۱).

مولانا حالی مرحوم نے یادگار غالب (ص ٤۲، نامی پریس) مین لکھا ہے: «چند روز بعد نواب کلب علیخان مرحوم کا نواب لفٹنٹ گورنر سے ملنے کو بریلی جانا ہوا. انکی روانگی کے وقت مرزا بھی موجود تھے. چلتے وقت نوابصاحب نے معمولی طور پر مرزا صاحب سے کہا 'خدا کے سپرد'. مرزا نے کہا 'حضرت خدا نے تو مجھے آپ کے سپرد کیا ہے. آپ پھر الٹا مجھکو خدا کے سپرد کرتے ہین'». صاحب اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۱۳۷) نے بھی اس لطیفہ کو نقل کیا ہے. اور بہ تتبع حالی لطیفہ کا زمانۂ وقوع روانگی بریلی بتایا ہے. لیکن میری ناقصِ رای مین دورۂ مذکور پر جاتے وقت یہ لطیفہ کہا گیا ہوگا. واللہ اعلم.

اوسی زمہریر کے میدان مین رهنا ، بغیر جاڑے کے کچھ نه کھانا ، خیر جو اونپر گزری وه جانین . مین مرادآباد کی سرا مین ایک چھوٹی سی حویلی مین ٹھہرا . بھوکا پیاسا کمل اوڑھکر پڑرها . یه شعر اپنا پڑھ پڑھکر صبح کی .

گرم فریاد رکھا شکلِ نہالی نے مجھے
تب امان ھجر مین دی بردِ لیالی نے مجھے

صبح کو خستهٔ و رنجور اوٹھا . صاحبزاده ممتاز علیخان بہادر(۱) کے بھیجے هوئے دو فرشتے آئے ، اوٹھاکر سعیدالدین خانصاحب(۲) کے هان لیگئے . صاحبزاده صاحب نے وه تعظیم و تکریم اور سعیدالدین خانصاحب نے وه تکریم و تعظیم کی که میری ارزش سے زیاده تھی . ناگاه مولوی محمد حسن خان بہادر صدرالصدور(۳) آئے ، اور مجھے اپنے گھر لیگئے . پانچ دن وهان رها . بھائی نواب مصطفی خان بہادر(٤) وهین مجھسے آکر ملے . دوسرے دن وه رهگرای

(۱) صاحبزاده ممتاز علیخان بہادر کی متعلق صاحب انتخاب یادگار (ص ۳۹۰) کہتی هین : « نیر ، صاحبزاده محمد ممتاز علیخان ولد صاحبزاده محمد اعجاز علیخان ولد صاحبزاده نیاز علیخان ولد صاحبزاده حسن علیخان ولد جناب مستطاب نواب محمد فیض الله خانصاحب بہادر عرش منزل طاب ثراهم . ستائیس برس کا سن هو . میر احمد علی رسا کی شاگرد هین . یه صاحبزادی نہایت اهلیت شعار هین . خوش خلق وخوش اطوار هین . یه اونکا کلام هو :

شوق هر چند یه کہتا تھاکه بوسی لیجی پر ترا نقش قدم مجھسی مٹایا نگیا »

صاحبزاده صاحب کو نواب سعید الدین احمد خانصاحب فاروقی کی صاحبزادی منسوب تھین . اس تقریب سی مرادآباد مین سکونت پزیر هوگئی تھی . اور وهین انتقال کیا .

(۲) نواب محمد سعید الدین احمد خانصاحب نواب محمد الدین احمد خانصاحب کی بیٹی اور نواب مجید الدین احمد خانصاحب عرف نواب مجو خان مرادآبادی کی چھوٹی بھائی تھی . ان کی آباء واجداد مین سی ایک بزرگ قاضی عصمت الله فاروقی تھی . یه نواب عصمت الله خان بہادر کی لقب سی مفتخر اور عهد عالمگیری مین مختلف صوبون کی گورنر ره چکی تھی . خود نواب مجو خان بھی بہت بڑی جاگیر کی وارث تھی . لیکن غدر سنه ٥٧ع مین بجرم بغاوت انهین پھانسی دیدیگئی ، اور اوسوقت سی اس خاندان پر زوال آگیا . مرادآباد مین اس خاندان کی اخلاف اب بھی موجود هین . نواب سعید الدین خانصاحب کی ایک تصنیف « لب لباب رمل » کتابخانهٔ ریاست مین محفوظ هو . یه نسخه بڑی اهتمام سی لکھاگیا هو . اسلئی خیال هوتا هی که خود مصنف نی تیار کرایا هوگا . اس کی دیباچه مین اونهون نی اپنی خاندان کی ابتدائی تاریخ اور بعد ازان سنه ٥٧ع مین اسکی بربادی پر ایک مختصر نوٹ لکھا هو .

(۳) محمد حسن خانصاحب صدرالصدور مرادآباد کی متعلق کچھ معلوم نهوسکا .

(٤) نواب مصطفی خان بہادر فرزند عظیم الدوله سرفراز الملک نواب مرتضی خان بہادر ، جهانگیرآباد کی (باقی)

دارالسرورِ رامپور ، اور مین جادہ نوردِ ستم آبادِ دہلی ہوا. دو شنبہ ۲۰ شعبان ۱۲۸۲ ، ۸ جنوری ۱۸۶۶ درِ غمکدہ پر پہنچا. حضور کے اقبال کی تائید تہی. ورنہ مین اور جیتا دلّی پہنچتا[۱] .

مغلوبِ غلبۂ غمِ دل غالبِ حزین
کاندر تنش ز ضعف توان گفت جان نبود
از رامپور زندہ بدہلی رسیدہ است
ما را بدین گیاہِ ضعیف این گمان نبود[۲]

(بقیہ) جاگیر دار اور بڑی صاحب علم وخوش گفتار شاعر تہی. اردو مین شیفتہ اور فارسی مین حسرتی تخلص کرتی تہی (اردوی معلی، ص ۱۰۱). ابتداءً حکیم مومن خان سی مشورۂ سخن رہا . ان کی انتقال کی بعد میرزا صاحب سی اصلاح لینی لگی تہی . انہون نی اردو شعرا کا ایك قابل استناد تذکرہ «گلشن بیخار» فارسی زبان مین تصنیف کرکی خود شایع کیا ہی . آشوب غدر مین شیفتہ بہی مشتبہ قرار دئی گئی تہی . لیکن آخر کار بری ہوگئی . میرزا صاحب سی ان کی بہت مخلصانہ روابط تہی . چنانچہ جب میرزا صاحب قماربازی کی الزام مین قید کیی گئی تہی تو انہون نی بڑی ہمدردی کا اظہار کیا تہا . حبسیہ مین میرزا صاحب نی اس خلوص کا اس طرح اعتراف کیا ہی :

رحمت حق بہ غمخواری من — خود چرا خون خورم از غم کہ بہ لباس بشر آمد گوئی
پایۂ خویشتنم — خواجۂ ہست درین شہر کہ از پرسش وی در نظر آمد گوئی
گر بمیرم ، چہ غم از مرگ ، عزادار منست — مصطفی خان کہ درین واقعہ غمخوار منست

شیفتہ نی ۶۳ سال کی عمر مین سنہ ۱۲۸۶ ھ (۱۸۶۹ ع) کو وفات پائی .

(۱) میرزا صاحب کو یہ مصیبت رامپور سی واپسی کیوقت برداشت کرنی پڑی تہی . وہ سنیچر کی دن ۷ اکتوبر سنہ ۱۸۶۵ ع کو دلی سی روانا ہوی . اور بعد قطع منازل ستہ پنجشنبہ ۱۲ اکتوبر کو رامپور پہنچی . باقر علیخان اور حسین علیخان اس مرتبہ بہی ساتہ تہی . نواب خلد آشیان نی اپنا مہمان خاص بنایا . جرنیلی کی کوٹہی اقامت کیلئی عطا فرمائی اور تعظیم ، تواضع ، اخلاق ، کسی بات مین کمی نکی . آخر مین کہانی کی ، اور گہوڑون اور بیلون کی گہاس دانی کی نقدی مقرر کر دی تہی . جشن تخت نشینی کی بعد میرزا صاحب نی دونون لڑکون کو روانا کردیا . سرکار نی وقت رخصت ایك ایك دوشالا مرحمت کیا . میرزا صاحب خود جمعرات کی دن ۲۲ دسمبر کو رامپور سی روانا ہوئی . لیکن سوء اتفاق سی عرض راہ مین بیمار ہوکر مرادآباد مین ۵ دن ٹہرنا پڑا . اسلئی ۸ جنوری سنہ ۱۸۶۶ ع کو دن کی گیارا بجی دلی پہنچی . اس سفر مین اونکی دلی سی باہر رہنی کی کل مدت تین ماہ ہوتی ہی. مزید تفصیل دیباچہ مین ملاحظہ ہو .

(۲) میرزا صاحب نی یہ قطعہ سفر کلکتہ کی سلسلہ مین لکہا تہا . رای چہج مل کہتری کو سفر مذکور کی واقعات پر مشتمل ایك خط لکہا ہی ، جو پنج آہنگ کی ص ۱۰۰ پر درج ہی . اوس خط مین یہ قطعہ موجود ہی . لیکن وہان بجای « غلبۂ غم » (سطوت غم) اور بجای مصرع ثالث (گویند زندہ تا بہ بنارس رسیدہ است) تحریر ہی .

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب. چار شنبہ ۲۲ شعبان و ۱۰ جنوری سالِ جشنِ حضور[۱].

(۵۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. عنایت نامۂ والا کے مشاھدہ نے مجکو میری حیات پر یقین عنایت کیا. اس سفر کا حال کیا عرض کرون. دلی سے رامپور تك ذوقِ قدمبوس مین جوانانہ گیا. اختلافاتِ آب و ھوا و تفرقۂ اوقاتِ غذا کو ھرگز نمانا. اور رنجِ راہ کو ھرگز خیال مین نہ لایا. وقتِ معاودت اندوہِ فراق نے وہ فشار دیا، کہ جوھرِ روح گداز پاکر ھر بنِ موسے ٹپك گیا. اگر آپ کے اقبال کی تائید نہوتی، تو دلی تك میرا زندہ پہنچنا محال تھا. جاڑا، مینھہ، قبض و انقباض، فقدانِ جوع، فاقہ ھایِ متواتر، منزلہایِ نامانوس، ھاپوڑ تك آفتاب کا نظر نہ آنا، شب و روز ھوایِ زمہریر کا جانگزا رھنا. بارے ھاپوڑ سے چلکر نیر اعظم کی صورت دکھائی دی. دھوپ کھاتا ھوا دلی پہنچا. ایك ھفتہ کوفتہ و رنجور رھا. اب ویسا پیر و ناتوان ھون جیسا کہ اس سفر سے پہلے تھا. خدا وہ دن کرے کہ پھر اوس در پر پہنچون[۲].

تم سلامت رہو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

نجات کا طالب غالب. ۲۱ جنوری سنہ ۱۸۶۶.

---

(۱) لفافہ پر ۱۰ جنوری سنہ ۱۸۶۶ تحریر ھی.

(۲) نواب خلد آشیان کو میرزا صاحب کے مصائب سفر کی روداد نواب مصطفی خان بہادر کی زبانی معلوم ھوئی، تو اونھون نی ۱۷ شعبان سنہ ۸۲ ھ مطابق ۵ جنوری سنہ ۶۶ ع کو مرادآباد کے پتہ پر میرزا صاحب کو تحریر فرمایا: «زبانی نواب مصطفی خان بہادر کے دریافت ھوا، کہ مرادآباد مین کچھ طبیعت آپکی علیل ھوگئی ھی. باستماع اس امر کے باعث کمال تردد کا ھوا. اسواسطی حوالہ خامۂ محبت نگار کی ھوتا ھی کہ خیریت مزاج سی مطلع کیجی. اور اگر ھنوز طبیعت مائل باعتدال نھو، اور آپکا ارادہ قیام مرادآباد کا تا درستی طبیعت ھو، تو آپ رامپور مین تشریف لائی. یہان معالجہ بخوبی عمل مین آئیگا».

لیکن فرمان کی اصل مثل مین موجود ھی، اور اوس کے لفافہ پر تحریر ھی کہ «خط ھذا ھرکارۂ برندہ از مرادآباد بجہت تشریف فرما شدن مرزا نوشہ صاحب بہ دھلی واپس آورد. مرقوم ۲۱ شعبان (باقی)

(٦٠)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. اپنا حال اس سے زیادہ کیا لکھون کہ آگے ناتوان تھا ، اور اب نیمجان ہون . برخوردار نواب مرزا خان اپنے مشاہدہ کے مطابق جو میری حقیقت عرض کرے وہ مسموع و مقبول ہو[1] .

حضور اس مطلع کے لفظ و معنی کی حدت و جدت کی داد چاہتا ہون .

ہم در قیام زندہ نیم کز برایِ خویش آنوقت لای نافیہ ام از دوپایِ خویش

ایك غزل نئی طرز کی نئی بحر مین عرض کرتا ہون[2] . یہ جشنِ حال کی نذر ہے. خدا کرے مقبول ہو . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب غالب . ٢٩ مارچ سنہ ١٨٦٦ .

بحر ہزج مثمن سالم

فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن

☆ ای خداوندِ خردمند و جہان داورِ دانا ☆

☆ وی بہ نیرویِ خرد بر ہمہ کردار توانا ☆

(بقیہ) سنہ ١٢٨٢ ھ» . اس سی معلوم ہوتا ہی کہ مرزا صاحب کو فرمان موصول نہوا. مگر اس عرصہ مین اونکا عریضہ نمبر (٥٨) رامپور پہنچ گیا. اس کی جواب مین سرکار نی ١٥ جنوری کو تحریر فرمایا : «جو کہ وقت اطلاع انحراف طبیعت آپکی مرکز اعتدال سی بمقام مرادآباد رقیمۃ الوداد اس مضمون سی کہ اگر ارادہ قیام مرادآباد کا واسطی معالجہ کی ہو، تو رامپور کو معاودت کیجو ، یہان معالجہ بخوبی عمل مین آئیگا ، ہمدست ہرکارہ کو بھیجا گیا تھا . لیکن آپ وہان سی روانا دہلی کو ہوگئی تھی . ہرکارہ خط واپس لایا اوسروز سی کمال انتظار وصول مفاوضہ خیریت کا تھا . الحمد للہ کہ وصول نمیقۂ لطف آگین باعث اطمینان ہوا» . میرزا صاحب کا عریضہ نمبر (٥٩) اسی فرمان کا جواب ہی .

(١) میرزا صاحب نی ١٢ مئی سنہ ٦٦ ع کو منشی حبیب اللہ خان ذکا کی نام ایك خط مین اس سی ملتی جلتی الفاظ مین اپنی حالت بیان کی ہی . فرماتی ہین : «آگی ناتوان تھا . اب نیمجان ہون . آگی بہرا تھا . اب اندھا ہوا چاہتا ہون . رامپور کی سفر کا رہ آورد ہی رعشہ و ضعف بصر . جہان چار سطرین لکھین . اونگلیان ٹیڑھی ہوگئین . حرف سوجھنی سی رہگئی» (اردوی معلی ، ص ٣٨) .

(٢) یہ غزل کلیات نظم فارسی مین موجود نہین ہی .

ای برفتار و بدیدار، بزیبائی و خوبی
سروِ نوخاسته آسا، مهِ ناکاسته مانا
به ادا پایه فزایا، بنظر عقده کشایا
بکرم ابرِ عطایا، بغضب برق سنانا
به نگه خسته نوازا، بسخن بذله طرازا
به قلم غالیه سایا، به نفس عطر فشانا
شه نشان کلبِ علیخان که توئی یوسفِ ثانی
نبود ثانی و همتایِ تو در دهر همانا
دانم از حال و مآلم خبرے داشته باشی
سر نوشتِ ازلی گرچه ندارد خطِ خوانا
دشمنم چرخ و تو بینی و نسوزی بعتابش
به عدو صاعقه ریزا، به محب فیضرسانا
جانشینِ تو کند نامِ ترا زنده بگیتی
باد فردوسِ برین جایِ تو فردوس مکانا
غالب از غم چه خروشی، بتو زیباست خموشی
با کریم همه دان هیچ مگو هیچ مدانا

(٦١)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ منشورِ مکرمت ظہور مع ہنڈوی عزِ ورود لایا۔ سو روپیہ تنخواہِ اپریل سنہ ۱۸٦٦ کا معرضِ وصول مین آیا۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رهو هزار برس   هر برس‌کے هون دن پچاس هزار

عنایت کا طالب غالب۔ ١٤ مئی سنه ١٨٦٦ عیسوی[1]۔

---

(۱) اس عریضہ کے لفافہ پر ۱۵ مئی سنہ ۱۸٦٦ تحریر ہین ۔ غالباً دوسری دن پوسٹ کیا گیا تھا ۔

(٦٢)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ کل ایک عرضداشت مع ایک غزل کے ڈاک مین بھیجی گئی[۱]۔ شام کو منشورِ عطوفت مع ہنڈویِ تنخواہِ مئی سنہ ۱۸۶۶ عزِ ورود لایا۔ سو روپیہ معرضِ وصول مین آیا۔ آج صبحدم وقتِ تحریر اس عرضی کے حضرت فردوس مکان کا دیوان پیشِ نظر تھا۔ اوس مین یہ شعر نظر پڑا۔ اوسکے مضمونِ حکیمانہ و عارفانہ نے بڑا مزہ دیا۔ یقین ہے کہ اوسکو پڑھکر حضرت بھی حظ اٹھائینگے۔

وہ جسطرح سے جسے چاہے اوسطرح پالے
کسیکا کچھ نہین پروردگار پر لینا

تم سلامت رہو ہزار برس　　ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

عرضۂ اسد اللہِ ترقی خواہ۔ معروضۂ دہم جون سنہ ۱۸۶۶۔

(٦٣)

(قطعہ در گزارشِ سپاسِ یاد آوری بعالی خدمت جناب مولوی آغا احمد علی صاحب جہانگیرنگری

مولوی احمد علی احمد[۲] تخلص نسخۂ
در خصوصِ گفتگویِ پارس انشا کردہ است

---

(۱) میرزا صاحب کا محولۂ بالا خط اور غزل مثل مین موجود نہین ہین۔

(۲) مولوی احمد علی احمد تخلص جہانگیر نگر (بنگال) کی باشندی اور مدرسۂ کلکتہ کی مدرس تھی۔ انہون نی میرزا صاحب کی قاطع برہان کی جواب مین «موید برہان» نامی رسالہ تصنیف کیا تھا۔ مذکورۂ بالا قطعہ اوسکا جواب ہی (اردوی معلی، ص ٤٤)۔ میرزا صاحب نی موید برہان اور چند دیگر رسائل کی جواب مین تیغ تیز نامی رسالہ بھی لکھا ہی۔ اوس مین آغا احمد علی کی باری مین لکھتی ہین: «عربیت مین امین الدین سی بڑھکر، فارسیت مین برابر، فحش و ناسزا گوئی مین کمتر۔ جتنی الفاظ تذلیل کی ہین، وہ چن چنکر میری واسطی استعمال کئی، اور یہ نہ سمجھا کہ غالب اگر عالم نہین، شاعر نہین، آخر (باقی)

کیچ و مکران را که در سند است وازایران جدا ✿
شاملِ اقلیمِ ایران بے محابا کرده است ✿
قومِ برلُچ را بایرانی نژادان داده خلط ✿
ترکِ ترکانِ سمرقند و بخارا کرده است ✿
در جهان توام بود رویِ وی و پشتِ قتیل ✿
پیشوایِ خویش هندوزادهٔ را کرده است ✿
هندیان را در زباندانی مسلم داشته ✿
تاچه اندر خاطرِ والایِ او جا کرده است ✿
خوش برآمد باهمه هندوستان زایان چه خوش! ✿
تکیه آرے بر ولادتگاهِ آبا کرده است ✿
هرکه بینی با زبانِ مولدِ خود آشناست ✿
سازِ نطقِ موطنِ اجداد بیجا کرده است ✿
خواجه را از اصفهانی بودنِ آبا چه سود؟ ✿
خالقش در کشورِ بنگاله پیدا کرده است ✿

(بقیه) شرافت و امارت مین ایك پایه رکھتا هی. صاحب عز و شان هی. عالی خاندان هی. امرای هند، روسای هند، مهاراجگان هند سب اسکو جانتی هین. رئیس زادگان سرکار انگریزی مین گنا جاتا هی. بادشاه کی سرکار سی نجم الدوله خطاب هی. گورمنٹ کی دفتر مین ' خانصاحب بسیار مهربان دوستان ' القاب هی. جس کو گورمنٹ خانصاحب لکھتی هو. اس کو سڑی اور کتا اور گدھا کیونکر لکھون. فی الحقیقت یه تذلیل بفحوای ' ضرب الغلام اهانة المولی ' گورمنٹ بهادر کی توهین اور وضیع و شریف هند کی مخالفت هی. میرا کیا بگڑا. مولوی نی اپنا پاجی پن ظاهر کیا. مین نی امین بیدین کو شیطان کی حواله کیا. اور احمد علی کی الفاظ مذموم سی قطع نظر کیا. اور ان کی مطالب علمی کا جواب اپنی ذمه لیا» (تیغ تیز، بحوالهٔ غالب، ص ۳۴۷). مرزا صاحب کی اس قطعه کی جواب مین آغا احمد علی کی ایك شاگرد فدا سلهٹی نی اسی زمین مین قطعه لکھا، جس کا جواب غالب کی دو شاگردون باقر علی خان باقر اور فخرالدین حسین خان سخن نی اسی بحر وقافیه مین دیا. فدا نی ان کی دونون قطعون کا جواب الجواب لکھا. اور ان سب کو بالترتیب «تیغ تیز تر» مین شایع کیا. کتابخانه مین یه کتاب موجود هی. اور اپنی دلچسپی کی بنا پر قابل مطالعه هی. مولوی احمد علی نی سنه ۱۲۸۰ ف مین انتقال کیا (تاریخ لطیف مصنفه مهدیعلیخان تحویلدار کتب خانه، ص ۱۵). یه سال فصلی سنه ۱۲۹۰ ھ اور سنه ۱۸۷۳ع کی مطابق هوگا (تشریح السنین قلمی، ص ۱۷۹، فن هیئت اردو نمبر ۱).

با قتیل و جامعِ برهان و لاله ٹیك چند
لابهٔ و سوگیری و لطف و مدارا کرده است
داوریگاهے بنا فرمود و در وی هر سه را
منصف و صدرِ امین و صدرِ اعلی کرده است
گر چنین با هندیان دارد تولا در سخن
من هم از هندم چرا از من تبرّا کرده است
کرده است از خوبیِ گفتارِ من قطعِ نظر
ظلم زین قطعِ نظر بر چشمِ بینا کرده است
میلِ او با هر کسے از هند و حیفش خاصِ من
حیف و میلے با دو عالم شور و غوغا کرده است
مطلب از بد گفتنِ من چیست؟ گوئی، نیکمرد
مزدِ این کار از حق آمرزش تمنا کرده است
ور چنین نبود چنان باشد که در عرضِ کمال
تا بر آرد نام این هنگامه برپا کرده است
صاحبِ علم و ادب، وانگه ز افراطِ غضب
چون سفیهان دفترِ نفرین و ذم وا کرده است
در جدل دشنام کارِ سوقیان باشد، بلے
ننگ دارد علم از کاریکه آغا کرده است
انتقامِ جامعِ «برهانِ قاطع» می کشد
آنچه ما کردیم با وی، خواجه با ما کرده است
من سپاهی زاده ام، گفتارِ من باید درشت
وائے بر وے گر به تقلیدِ من اینها کرده است
زشت گفتم، لیك دادِ بذله سنجی داده ام
شوخیِ طبعے که دارم این تقاضا کرده است

میکند تائیدِ «برهان»، لیك برهان ناپدید
نیست جز تسلیمِ قولش هرچه انشا کرده است
سستیِ طرزِ خرامِ خامهٔ «برهان» نگار
یا نمیدانست، یا دانسته اخفا کرده است
بهرِ من توهین و بهرِ خویش تحسین جا بجا
هم مرا هم خویش را در دهر رسوا کرده است
آید و بیند همان اندر کتابِ مولوی
هرچه از هنگامه گیران کس تماشا کرده است
لغو و حشو و ادعایِ محض و اطنابِ مُمل
مار و موش و سوسمار و گربه یکجا کرده است
بگزر از معنی، همین الفاظِ برهم بسته بین
باده نبود، شیشه و ساغر مهیا کرده است
یافتم از دیدنِ تاریخهایِ آن کتاب
خود بدم گفت و باحبابِ خود ایما کرده است
غازیان همراهِ خویش آورده از بهرِ جهاد
تا نه پنداری که این پیکار تنها کرده است
جوش زد از غایتِ قهر و غضب خون در دلش
تا زبانش را بدین کَلْپَتره[1] گویا کرده است
آتشِ خشمی که سوزد صاحبِ خود را نخست
دردلش، همچون شرر در سنگ، ماوا کرده است
چون نباشد باعثِ تشنیع جز رشك و حسد
باد غالب خسته ترگر خسته پروا کرده است

---

(۱) کلپتره بفتح کاف و سکون لام و فتح بای فارسی احمقانه کلام.

از جانبِ آمرزشخواهِ جرمِ بیراهه روی اسد الله خانِ غالب دهلوی][1].

(٦٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. آج شنبه ۱۰ ماهِ اگست سنه ۱۸٦٦ کی ھے. فقیر چشم براه تھا، که اب ڈاك کا هرکاره آتا ھے، اور هنڈویِ ملفوفۂ نوازشنامه لاتا ھے. ناگاه اسوقت ڈاك کا آدمی ایك خط برخوردار منشی سیلچند[2] کا لایا. اوس مین مندرج تھا که تو نے جون سنه حال کی تنخواه کی رسید کیون نه بھیجی. اور بعد اسکے یه لکھا تھا که جولائی کی تنخواه کی چٹھیان هوتی جاتی هین. اب دو ایکدن مین تیری تنخواه بھی بھیجی جائیگی. متحیر که یا رب مین حسبِ معمول تنخواهِ جون کی رسید ارسال کرچکا هون. اب دوباره رسید کیون مانگی جاتی ھے. پھر یه تو گویا پیامِ مرگ تھا که جولائی کی تنخواه اب روانا هوگی. یا رب ۱۰ کو وعده، ۱۳، ۱٤ کو چلے گی. بیسوین تك مجھے پهنچیگی. اور میرا حال یه که انگریزی تنخواه گھر مین اور کچھ قرض کی قسط مین جاتی ھے. حضور کے عطیه پر میرا اور شاگرد پیشه کا اور حسین علی کا گزارا ھے. عالم الغیب جانتا ھے جسطرح گزرتی ھے. چار سو ساڑھے چار سو کا قرض باقی ھے. اب کوئی قرض بھی نهین دیتا. خلاصه دو عرضین هین. ایك تو یه که مین جون کی تنخواه کی رسید بھیج چکا هون. اگر ڈاك مین تلف هوگئی هو تو اور لکھ بھیجون. دوسری یه که اس مهینے کی، یعنی جولائی کی، تو تنخواه خیر ۲۰ ماهِ اگست تك پهنچ جائیگی. آینده کو حکم هو جائے که هر مهینے کی پهلی دوسری کو فقیر کی تنخواه، که وه محض صیغۂ خیرات ھے، بھیجی جایا کرے.

---

(۱) دارالانشاء کی فائل مین یه قطعه منسلك اور اسکی لفافه پر ۳۱ جولائی سنه ۱۸٦٦ع تاریخ درج هو. مرزا صاحب نے اسکو اکمل المطابع مین یکرخه طبع کراکی اپنی احباب کو تحفة بھیجا تھا. چونکه یه بغیر عریضه کی نوابصاحب کو ارسال کیا گیا تھا، اسلئے میںو متن مین شامل کرنا مناسب خیال کیا.

(۲) منشی سیلچند کیلئے خط نمبر ۱۰۹ کا ذیل ملاحظه هو.

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون
نجات کا طالب غالب .

(٦٥)

حضرت ولیِّ نعمت آیۀ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . پهلے اپنا حال عرض کر لون ، تب کچھ اور مـــدعا لکهون . غم نے بشمول بڑهاپے کے پست و مضمحل کر دیا هے . حضرت کے قـدمون کی قسم ! نه حواس درست ، نه رای صحیح . برسون سے مکروهات مین مبتلا رهتے رهتے اب طاقت تحمل کی نرهی . خدا جانے کیا هوتا هے ، کیا سمجهتا هون . کیا کرنا چاهئے ، کیا کرتا هون . کل آخرِ روز میر منشیِ حضور کا خط آیا . جون کی تنخواه کی رسـید کے نه پهنچنے کی اطلاع پائی . تهیدستی و قرض کے رنج مین خستهٔ و آزرده بیٹها تها . اوسی وقت عرضی لکهی . اگرچـه ڈاك کا وقت نتهـا ، مگر بهیجـدی . آج آخرِ روز توقیعِ وقیع مع جولائی کی تنخواه کی هنڈوی کے پهنچا . هنڈوی مختـار کار کو دی ، اور یه عرضی لکهنے بیٹها . لکهکر لفـافه کر رکهتا هون . کل صبحـدم ڈاك مین بهیجـدونگا . اگر عرضیِ سـابق مین کوئی بات گستاخی و دیوانگی و بدحواسی کی هو ، توفقیر کی خطا معاف هو . میر منشی صاحب کے اگر مخالفِ طبع کوئی لفظ هو تو وه بهی در گزر کرین . جون کی تنخواه کی رسید کا لفـافه ڈاك مین گم هوگیا هوگا . اگر مین بهی بهول گیا هون تو بعیـد نهین . بلکه اغلب هے که غالب کو سهو هوا هو . ملازمانِ درِ دولت پر ظـاهر هو که جون کی تنخواه جولائی مین ، اور جولائی کی اگست مین مین نے پائی . آینده هر انگریزی مهینے کی دوسری تیسری کو روانگیِ هنڈوی کا متوقع هون . زیاده حدِ ادب[1] .

---

(١) نواب خلد آشیان نی ۱۳ ربیع الثانی سنه ۸۳ ھ مطابق ۲۵ اگست سنه ٦٦ ع کو جواباً تحریر فرمایا : «رسید ثانی ضرور نهین هی . اور حسب الایما واسطی بهیجی جانی هنـڈوی مشاهره آپکی اسطور پر که تاریخ پهلی یا دوسری تك آپکو پاس پهونچ جایا کری ، حکم بنام اهالی سرشته کی صادر هوگیا هو » .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

۱۳ اگست سنہ ۱۸٦٦ . عفو و رحم کا طالب غالب .

(٦٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت مد ظله العالی .

بعدِ تسلیم معروض ہے . توقیعِ وقیع مع دیباچۂ شرحِ اشعارِ بدرِ چاچی[۱] عزِ ورود لایا . کیا عرض کرون که کیا عالم نظر آیا . واقعی افتتاحِ کلام بطرزِ میرزا طاهر وحید[۲] ، اور پھر نگارشِ مطالب بشیوۂ میرزا جلالایِ طباطبائی[۳] ہے . لیکن دونون صورتون مین دیباچۂ اعجازِ خسروی[٤] کا رنگ جلوه گر ہے . پس ناقدِ بصیر کے نزدیك یه نگارش ، طاهرِ وحید اور جلالا کی عبارت سے بہتر ہے . یه عرضداشت جلد بھیجتا ہون ، تا که حضرت پر پہنچنا اوس دیباچه یا تقریظ کا ظاهر ہوجائے .

برسات ایسی ہوئی ہے که مین باون ترپن برس سے یہان رہتا ہون .

---

(۱) بدرالدین محمد چاچی ، چاچ (تاشقند) کی رہنی والی تھی ، سلطان محمد بن تغلق (سنه ۷۲۵ ھ - ۷۵۲ ھ) کی عہد مین ہندوستان آئی . اور اوسکی مدح سرائی مین اپنی عمر کا بڑا حصه گزارا . سلطان محمد بڑا علم دوست بادشاہ تھا ، اوسنی انکی کافی قدر و منزلت کی ، اور « فخرالزمان » خطاب دیا . بدر نی سنه ۷۵٤ ھ (۱۳۵۳ ع) مین انتقال کیا . انکی قصائد شہرت عام کی مالك ہین . لیکن تلمیحات وکنایات کی افراط کی سبب سی شیرینی غائب ہوگئی ہی .

(۲) میرزا طاهر وحید بن میرزا حسین خان قزوینی مشہور شاعر اور نثار ہی . یه قزوین مین پیدا ہوا . سنه ۱۰۵۵ ھ (۱٦٤٥ ع) مین شاہ عباس صفوی نی اپنا مجلس نویس مقرر کیا ، سنه ۱۱۰۱ ھ (۱٦٨٩ ع) مین وزیر بنایا گیا ، اور ۱۸ سال تك اسی عہده پر رہا . یه فن انشاء مین خاص طرز کا مالك ہی . لیکن اشعار کی شہرت صرف عہدۂ وزارت کی بدولت ہوئی . طاهر کی تاریخ وفات مین اختلاف ہی . بعض سنه ۱۱۰۵ ھ اور بعض سنه ۱۱۰۸ ھ لکھتی ہین . لیکن ریو نی لکھا ہی که تقریباً سنه ۱۱۲۰ ھ (۱۷۰۸ ع) مین انتقال کیا .

(۳) میرزا جلالائی طباطبائی اصفہان مین پیدا ہوا . سنه ۱۰٤٤ ھ (۱٦۳٤ ع) مین ہندوستان آیا ، اور شاہ جہان کی دربار کا مورخ مقرر ہوا . مگر ابھی ۵ سال کی تاریخ لکھنی پایا تھا که حساد نی سازش کی ، اور کام رك گیا . یه بھی انشاء مین ایك خاص طرز کا مالك ہی .

(٤) اعجاز خسروی امیر خسرو دہلوی متوفی سنه ۷۲۵ ھ (۱۳۲۵ ع) کی تصنیف ہی . یه نثر کی ممتاز کتابون مین شمار ہوتی ہی ، اور نولکشور پریس لکھنو مین طبع ہوچکی ہی .

عرش آرامگاہ اکبر شاہ[1] کے عہد مین ایکبار ایسی برسات دیکھی تھی ، یا امسال نظر آئی ھے . اوراقِ مرسلۂ حضور مومین جامہ مین لپیٹ کر بسبیل پارسل ارسال کرونگا ، یا پرسون دو شنبہ کو یا سہ شنبہ کو .

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برسکے ھون دن پچاس ھزار

روزِ شنبہ یکم ستمبر سنہ ۱۸٦٦ . نجات کا طالب غالب[2] .

(٦۷)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . منشورِ مکرمت ظہور عزِ ورود لایا . سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦٦ معرضِ وصول مین آیا .

نثرِ نثرہ نثار[3] کے اوراق ۳ ستمبر ماہِ حال کو ارسال ھوئے ھین . نظرِ انور سے گزرے ھونگے .

---

(۱) اکبر شاہ، شاہ عالم کا لڑکا اور دھلی کے آخری بادشاہ ظفر کا باپ تھا . ۲۳ اپریل سنہ ۱۷٦۰ ع = ۷ رمضان سنہ ۱۱۷۳ ھ کو پیدا ھوا . اور ۱۹ نومبر سنہ ۱۸۰٦ ع = ۷ رمضان سنہ ۱۲۴۸ ھ کو ۴۸ سال کی عمر مین تخت پر بیٹھا . اسنی ۳۱ سال سلطنت کی ، اور ۲۸ ستمبر سنہ ۱۸۳۷ ع مطابق ۲۸ جمادی الآخرہ سنہ ۱۲۵۳ ھ کو جمعہ کے دن فوت ھوا . اکبر شاہ شاعر بھی تھا ، اور شعاع تخلص کرتا تھا .

(۲) میرزا صاحب کا یہ عریضہ نواب خلد آشیان کے فرمان مورخۂ ۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۲۷ اگست سنہ ۱۸٦٦ ع کا جواب ھی . القاب وآداب کے بعد نوابصاحب نے تحریر فرمایا ھی : «..... درین ولا تقریظ شرح قصائد بدر چاچی ازنوك قلم جلوہ خیز گردیدہ . اولا بر دیباچۂ صور عبدالرحمن وحید وما بقی بر طرز جلالای طباطبائی نگاشتہ ام . چون زیور اصلاح در گنج خانۂ عالی طبیعت آن استاد زمان مخزونست ، بہمین نظر آن نقش باطل را مرسل ساختہ ، مرقوم کہ آنچہ فطرت کمالت مرشار نہ پسندد ، خامۂ اعجاز نگار را بر پرچۂ ثانیہ علاوہ ازین مجموعۂ پریشانی بہ تلافیش تکلیف تحریر دھند . وبامرع ازمنہ دیدۂ سفیدان این دیار را از سرمۂ جواھر آگین جواب باصواب مسرور وشادمان سازند» . شرح قصائد بدر چاچی ، جسکا فرمان مین ذکر ھی ، مولوی محمد عثمان خان بہادر مدار المہام کی تصنیف ھی . خان موصوف نواب خلد آشیان کی خدمت مین عہد ولیعہدی سی آمد ورفت رکھتی تھی . زبان فارسی اور حساب وغیرہ سی بخوبی واقف، اور قدری عربی آشنا تھی . جب نواب صاحب تخت نشین ھوی ، تو ان کا تقرب اور رسوخ یہانتك بڑھا ، کہ ریاست کے مدار المہام بنادئے گئی . مزاج مین قدری درشتی اور جبر تھا . اسوجہ سی ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۰ ھ (۱۸۷۳ ع) کو ایك پٹھان کے ھاتھ سی زخمی ھوکر ۱۲ ماہ مذکور کو انتقال کرگئی (اخبار الصنادید ، ج ۲ ، صفحہ ۱۵۲-۱۵٦) .

(۳) اس نثر سی مذکورۂ بالا تقریظ شرح قصائد بدر چاچی مراد ھی .

اردو کا دیوان ایك شخص کو دیا ہے۔ فارسی دیوان کا شیرازہ کھولکر چند شخصون کے حوالے کیا ہے۔ بعدِ اتمامِ تحریر نذر کیا جائیگا[1]۔ بھائی ضیاء الدین خان[2] کا مجموعۂ نثر و نظمِ فارسی و اردو، سراسر دیکھا ہوا میرا، جو اونکے کتابخانہ مین تھا، غدر مین لٹ گیا۔ بعدِ غدر ذوقِ شعر باطل اور دل افسردہ ہو گیا۔ دو تین غزلین، فارسی، ہندی، جو لکھی ہین، اوسکا انتخاب بھی پہنچیگا۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

---

(۱) نواب صاحب نی ۱۳ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۲۵ اگست سنہ ۱۸۶۶ ع کو میرزا صاحب کو تحریر فرمایا تھا: «... مطلب دگر، جو کہ راقم کو ترتیب بیاض اشعار منتخبۂ اساتذۂ پارسی و اردو کی منظور ہو، اسواسطی حوالہ خامۂ محبت نگار کی ہوتا ہی کہ آپ انتخاب دیوان فارسی اور اردو اپنی کا فرماکر مع انتخاب کلام ضیاء الدین خانصاحب لطف کرین، تا شامل انتخاب کی، جو اس سرکار مین عمل مین آیا ہو، ہو جای»۔ میرزا صاحب نی حسب الحکم اردو دیوان کا انتخاب ۷ ستمبر کو اور فارسی کلیات کا انتخاب ۲۴ ستمبر کو ارسال کیا۔ یہ دونون انتخابات جو حسب تصریح فرمان مورخہ ۱۹ جمادی الاولی سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۳۰ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ع اس تاریخ سی قبل موصول ہو چکی تھی، کتب خانہ سرکاری مین محفوظ ہین، اور ضروری حواشی ومقدمات کی ساتھ انشاء اللہ عنقریب شائع کئی جائین گی۔

(۲) نواب ضیاءالدین احمد خان بہادر نواب احمد بخش خان والئی فیروزپور جھرکہ وجاگیردار لوہارو کی خلف اصغر تھی۔ انکی چچازاد بہن غالب سی منسوب تھین۔ لیکن اس نسبتی رشتہ کی علاوہ اہم رابطہ یہ تھا کہ نوابصاحب فن شعر مین غالب کی شاگرد تھی۔ یہ فارسی مین نیر اور اردو مین رخشان تخلص کرتی تھی(اردوی معلی، صفحہ ۱۰۰)۔ انکی سلامتی ذوق وحسن طبیعت مسلم ہی۔ خود میرزا صاحب بھی اسکی معترف تھی، اور انہین اپنا نمونہ کہتی تھی۔ کلیات فارسی مین انکی مدح مین ایك قصیدہ ہی۔ اوس مین میرزا صاحب فرماتی ہین:

بنکتہ شیوۂ شاگرد من بمن باناست صنم بصورت خود می تراشد آذر من
اگر چہ اوست ارسطوی ومن فلاطونم بود بپایہ ارسطوی من سکندر من

ضیاءالدین خان کی پاس کتابون کا بڑا نایاب ذخیرہ تھا۔ الیٹ صاحب نی تاریخ ہند کی ترتیب مین اوس سی استفادہ کیا ہی۔ اس کتب خانہ کی متعلق مرزا صاحب لکھتی ہین: «میرا ایك نسبتی بھائی ہی نواب ضیاءالدین خان سلمہ اللہ تعالی۔ وہ میری نظم ونثر کو فراہم کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ مجمع نثرین، اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخی اوسکی کتب خانہ مین تھی۔ وہ کتابخانہ کہ، ڈر کر عرض کرتا ہون، ۲۰ ہزار روپیہ کی مالیت کا ہوگا۔ لٹ گیا۔ ایك ورق نہین رہا» (عود ہندی، صفحہ ۲۹)۔ نواب ضیاءالدین خان بہادر نی سنہ ۱۳۰۲ھ مطابق سنہ ۱۸۸۳ ع مین وفات پائی۔ میر مہدی مجروح نی مصرع «اب نہ باقی رہی وہ رونق شہر دہلی» سی ہجری سال نکالا ہی (تاریخ لطیف، ص ۲۴۱)۔

اسد اللہ بیدستگاہ ۔ دو شنبہ ۱۰ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ۔

(۶۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ھے ۔ خاطرِ اقدس مین نگزرے کہ غالب تعمیلِ احکام مین کاھل ھے ۔ بصارت مین فتور ۔ ھاتھ مین رعشہ ۔ حواس مختل ۔ ناچار کاتب کی تلاش کی ۔ شہر سراسر ویران ھے ۔ کاتب کہان ؟ بارے ایك دوست نے کاتب نشان دیا ۔ اردو کا دیوان ، اشعار پر صاد کرکے ، اوسکو حوالہ کیا ۔ کل وہ اجزایِ منقولہ آئے ۔ آج بطریقِ پارسل مع اس عرضی کے ارسال کئے ۔ خط کاتب کا مجکو پسند نہین آیا ۔ حضرت کو کیونکر پسند آئیگا ۔ اغلاط اتنے تھے کہ مجکو تحریر کی برابر محنت پڑی ۔ فارسی کے کلیات کا شیرازہ کھولکر اجزا اوسکے احباب پر تقسیم کردئیے ھین ۔ جابجا اشعار پر صاد کردئیے ھین ۔ وہ بھی میرے انتخاب کے مطابق نقل ھو رھے ھین ۔ بعدِ اتمام وہ بھی پیشکش کرونگا ۔ زیادہ حدِ ادب ۔

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برسکے ھون دن پچاس ھزار

ترحم کا طالب غالب ۔ سہ شنبہ ۱۸ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ۔

(میرزا صاحب نے اصلاحِ تقریظِ شرحِ بدرِ چاچی کے سلسلہ مین ۱۹ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ع کو ایك عریضہ روانا کیا تھا ۔ مثل مین اوسکا لفافہ موجود ھے ۔ میر منشی صاحب لکھتے ھین : « اصلِ خط کہ بمقدمۂ تقریظِ شرحِ بدرِ چاچی بود در حضورِ پرنور ماند »)[1] ۔

---

(۱) یہ عریضہ نواب صاحب کی اس تحریر کا جواب تھا : « .... نامۂ محبت آئین مع تقریظ بدر چاچی ومضامین اصلاح آگین سرمہ کش چشم وصول گشتہ روشنی بخش عیون دیدہ سفیدان انتظار گردید ۔ چنانچہ نظیر ھمہ الفاظ کہ شاید عجالتاً بامعان نظر ملاحظہ نشدہ مرسل داشتہ ام ۔ چشم کہ اگر اقوال این ھمہ اساتذہ قابل اعتبار باشد فبہا ۔ والا بعد مشاھدہ از چگونگی آن مطلع سازند ۔ المرقوم ۲ جمادی الاولی سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۱۳ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ع » ۔ اس فرمان کے ساتھ فرھنگ جھانگیری و رشیدی وغیرہ سے تلاش کرکے نظائر روانا کیے گئے تھے ۔ اونکا یہان نقل کرنا باعث طوالت ھوگا ۔

(۶۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. اردو دیوان کا انتخاب بھیج چکا ہون . یقین ہے کہ حضرت کی نظرِ انور سے گزر گیا ہو . آج فارسی دیوان کا انتخاب بطریقِ پارسل اس عرضی کیساتھ بھیجتا ہون . اور بھائی ضیاء الدینخان بہادر نے جو اوراق میرے پاس بھیجے ہین ، وہ بھی اسی پارسل مین رکھدئے ہین . حضرت اس غریب کا مجموعۂ نظم و نثر غدر مین لٹگیا . بعدِ غدر جو کچھ کہا ہے ، وہ یہی ہے جو پہنچتا ہے . اس درویش نے صرف غزلین اور رباعیون کا انتخاب بھیجا ہے. قصائد و قطعات و مثنویات کا انتخاب ابھی نہین بھیجا . اگر حکم ہو تو وہ بھی بھیجون . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب . ۲٤ ستمبر سنه ۱۸۶۶ .

(۷۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ مکرمت ظہور عزِ ورود لایا . سو روپیه بابت تنخواہِ ماہِ ستمبر سنه ۱۸۶۶ معرضِ وصول مین آیا . اشعارِ فارسی و اردو پہنچے . خدا کرے پسند آئین . افسوس که برخوردار نواب مرزا خان نے میرا حال سامعۂ اقدس پر عرض نکیا . حضور ملك و مال جسکو جسقدر چاہین عطا کر سکتے ہین . مین آپ سے صرف راحت مانگتا ہون . اور راحت منحصر اس مین ہے که قرضِ باقیمانده ادا ہوجائے ، اور آینده قرض لینے کی حاجت نه پڑے .

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

اسد اللهِ بیدستگاه . ششم اکتوبر سنه ۱۸۶۶ .

(۷۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ھے ۔ اس عنایت نامے مین ایك فقرہ نظر پڑا کہ جس سے مین کانپ اوٹھا ۔ « مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است »[۱] ۔ یہ ذلیل کو عزت دینی اور دکانِ بے رونق کی خریداری کرنی ھے ۔ مین تو حضرت کو اپنا استاد اور اپنا مرشد اور اپنا آقا جانتا ھون ۔

بدوِ فطرت سے میری طبیعت کو زبانِ فارسی سے ایك لگاؤ تھا ۔ چاھتا تھا کہ فرھنگون سے بڑھکر کوئی ماخذ مجکو ملے ۔ بارے مراد برآئی ۔ اور اکابر پارس مین سے ایك بزرگ یہان وارد ھوا ۔ اور اکبرآباد مین فقیر کے مکان پر دو برس رھا ۔ اور مین نے اوس سے حقائق و دقائق زبانِ پارسی کے معلوم کئے ۔ اب مجھے اس امرِ خاص مین نفسِ مطمئنہ حاصل ھے ۔ مگر دعویِ اجتہاد نہین ھے ۔ بحث کا طریق یاد نہین[۲] ۔

میان اِنجو جامعِ فرھنگِ جہانگیری[۳] ، شیخ رشید راقمِ فرھنگِ

---

(۱) مرزا صاحب کی ۱۹ ستمبر کی عریضہ کی جواب مین نواب خلد آشیان نی جو فرمان لکھا تھا اوسکا اھم فقرہ مرزا صاحب نی نقل کیا ھی ۔ نواب صاحب فرماتی ھین : « ...... نیسان خامہ کہ در تحریر معانی شعر عرفی و ھم بتحقیق لفظ ارتنگ وارژنگ گوھر بار گردیدہ بر خاطر اخلاص فروش ھر آئینہ مخفی ومحتجب میماند کہ اکثر مالك رقابان علم لغت ارتنگ وارژنگ را بمعنی واحد پنداشتہ اند. وعامۂ مفسران کلام شیرازی مشار « آشیان چیدن » را مرادف آشیان بستن نگاشتہ ۔ چنانچہ نظیر ھر یکی ملفوف عنبرین نامۂ ھذاست بمطالعہ خواھد رسید ۔ معہذا اگر طبع آن اوستاد زمان بہ ترقیم الفاظ بالا فی الجملہ نفوری داشتہ باشد ھمچنان حوالۂ قلم نمایند کہ مبحوث عنہ را از تقریظ اصلاح شدہ چون نفسانیت خود محو سازم. زیرا کہ مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است ۔ نہ از عرفی و دیگران ۔ اما نظیریکہ بہ نظارم گذشتہ است ، صرف برای اطلاع بہ نمیقۂ ھذا مندرج گردیدہ ۔ المرقوم ۲۱ جمادی الاول سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۲ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦ ع » ۔

(۲) ملا عبد الصمد کی شاگردی کی متعلق اردوی معلی مین متعدد جگہ اور قاطع برھان مین ص ۷ پر میرزا صاحب نی تصریح کی ھی ۔

(۳) میان انجو کا نام جمال الدین حسین بن شاہ حسن انجوی شیرازی اور لقب عضد الدولہ ھی ۔ انکی آبا واجداد فارس کی شہرۂ آفاق شہر شیراز کی باشندی تھی ۔ یہ وھین پیدا ھوی ۔ بعد ازان بتلاش روزگار ھندوستان آئی ، اور بقول محمد حارثی بدخشی سنہ ۱۰۳۵ ھجری (۱٦۲٦ع) مین آگرہ مین انتقال کیا ۔ فرھنگ جہانگیری ھندوستان کی مغل بادشاہ نورالدین جہانگیر بن جلال الدین اکبر کی نام معنون ھی ۔

رشیدی[۱] عظمای عجم مین سے نہین. ہند انکا مولد. ماخذ انکا اشعارِ قدما. ھادی انکا ان کا قیاس. ٹیک چند[۲] اور سیالکوٹی مل[۳] انکے پیرو. سبحان اللہ ہندی بھی، اور ہندو بھی! نورٌ علی نور!!

فقیر اشعارِ قدما کا معتقد. اون لوگون کے کلام کا عاشق. مگر جو لغات اونکے کلام مین ہین، اوسکے معنی تو اہلِ ہند نے اپنے قیاس سے نکالے ہین. مین انکے قیاس پر کیونکر تکیہ کرون. اب جو پیر و مرشد نے لکھا کہ «ارتنگ و ارژنگ متحد المعنی اور آشیان ساختن و بستن و چیدن گھونسلا بنانے کے معنی پر ھے»، تو مین نے بے تکلف مان لیا. لیکن نہ اون صاحبون کے قیاس کے بموجب، بلکہ اپنے خداوندِ نعمت (کے)[٤] حکم کے مطابق.

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

انصاف کا طالب غالب. ۷ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦[٥].

---

(۱) شیخ رشید کا نام عبد الرشید الحسنی ھی. انکی آبا و اجداد مدینۂ منورہ کی رہنی والی تھی. یہ خود شہر ٹھٹہ مین پیدا ھوئی. منتخب اللغات اور فرھنگ رشیدی انکی تصنیف ہین. خزانۂ عامرہ (ص ۲٤؛ نولکشور پریس) مین انکا سال وفات ۱۰۷۷ ھجری (۱٦٦٦ع) لکھا ھی.

(۲) لالہ ٹیکچند بہار تخلص بہار عجم کی موالف ہین. یہ خان آرزو متوفی سنہ ۱۱٦۹ ھجری (۱۷٥٥ع) کی شاگرد اور اردو، فارسی کی شاعر تھی.

(۳) سیالکوٹی مل وارستہ تخلص مصطلحات شعرا کی مصنف ہین. یہ میر محمد علی رائج سیالکوٹی متوفی سنہ ۱۱٤۹ھ (۱۷۳٦ع) کی شاگرد تھی.

(٤) یہان لفظ «کی» ساقط ھوگیا ھی. آیندہ عریضہ مین مرزا صاحب نی اس عبارت کو دوھرایا ھی. وھان یہ لفظ موجود ھی. اسلئی مین نی بریکٹ مین بڑھا دیا.

(٥) اصل خط میں سہواً ۱۷ تاریخ درج ھوگئی ھی. صحیح سات ھی. اسلئی کہ اولا تو خود میرزا صاحب ھی نی اس خط کی لفافہ پر ۸ اکتوبر تاریخ لکھی ھی. جسکی یہ معنی ہین کہ تاریخ کتابت کی دوسری دن یہ خط پوسٹ کیا گیا تھا. ثانیاً نواب خلد آشیان نی اس خط کا جواب، جو آگی آرھا ھی، تیرہ اکتوبر کو دیا ھی. اور ظاھر ھی کہ جس خط کا جواب تیرہ کو لکھا جائی وہ خود سترہ کا مکتوب نہین ھو سکتا. میرزا صاحب کی عریضہ کی بعض کنایات سی ناخوش ھوکر نوابصاحب نی جواباً تحریر فرمایا: «... مکتوب حیرت اسلوب مشعر اختراع معنی غلط نسبت ھندی نژادان پیشین ودیگر اعتراضہا، واین کہ راقم را طریقۂ بحث یاد نیست، موصول مطالعہ گشتہ، باعث استعجاب عظیم گردید. از آنجا کہ تا حال ورای تحقیق وتنقیح امور علمیہ، کہ معاذ اللہ از مناظرہ ومناقشہ بچشم حق بین دور می نماید، امری دیگر بظہور نیامدہ. وآنچہ حالی خاطرم بود بی ریب و ریغ حوالۂ قلم دقائق سنج گردیدہ. لیکن می نازم بر ذہن موشگاف آن فرید زمان کہ (باقی)

(۷۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . آج سہ شنبہ ١٦ ماہ اکتوبر کے دن کو بارہ بجے کھانا کھاکر بیٹھا تھا ، کہ توقیعِ وقیع آیا . پڑھتے ھی کانپ اوٹھا ، اور عالم نظر مین تیرہ و تار ھوگیا . اگر حضور کے ارشادات کو بحث تعبیر کیا ھو ، تو مجھے جنابِ الٰھی اور حضرتِ رسالت پناھی کی قسم ! اگرچہ فاسق و فاجر ھون ، مگر وحدانیّتِ خدا اور نبوتِ خاتم الانبیا کا بدل معتقد اور بزبان معترف ھون . خدا و رسول کی قسم جھوٹی نکھاؤنگا . انکارِ بحث سے مراد یہ تھی ، کہ شعرایِ ھند کے کلام مین جو غلطیان نظر آتی ھین ، یا ھندی فرھنگ لکھنے والون کے بیان مین جو نادرستی ، اور باھم جو اونکے عقول مین اختلاف ھین ، اوس مین مین کلام نہین کرتا . اپنی تحقیق کو مانے ھوئے ھون . اورون سے مجھے بحث نہین . با ھمہ ضعفِ حافظہ یاد ھے کہ آخر مین یہ بھی لکھدیا تھا کہ « ان دونون باتون کو مین نے مانا . لیکن نہ فرھنگ لکھنے والون کی رای کے بموجب . بلکہ اپنے خداوند کے حکم کے

(بقیہ) نوشتہ‌ام را بر بحث واجتہاد محمول نمودہ . امثال این‌کنایہ ھای‌تو ، مثل نسبت استادی بجانب راقم ، ولفظ بحث ، کہ ھر دو خلاف واقع ومورث رنج وعنا است ، نگاشتند . پس اگر آن مشفق را ھمچنین منظور باشد ، اشارتی سازند کہ واسطۂ ترسیل رسائل از فیمابین برداشتہ شود . ورنہ بنان خامہ را بامور خارج المبحث تکلیف ندادہ باشند . کہ نتیجہ اش سوای صداع الراس امری بخیال نمی رسد . وراقم پایۂ اعتبار محققان کہ صاحب تصانیف مقبول انام بودہ اند ، از خود زیادہ دانستہ بحوالۂ کلام شان پرداختہ . اگر نزد آن صمیم چاوید آنہا قابل قبول نبود ، بایستی کہ بمہران نمط تحریر میساختند . مصلحت اینقدر اطناب سخن از فہم ھمچو منی بیرون . زیادہ ازین نوشتن حکمت بلقمان آموختن است . المرقوم ٣ جمادی الثانیہ سنہ ١٢٨٣ ھجری مطابق ١٣ اکتوبر سنہ ١٨٦٦ع » .
چونکہ نوابصاحب کی اس فرمان سی اظہار ناخوشی وناراضگی ھوتا تھا . میرزا صاحب نی فوراً معذرت نامہ مورخہ ١٦ ماہ اکتوبر لکھکر طلب عفو کیا . نوابصاحب نی معذرت قبول کرتی ھوئی تحریر فرمایا : « ...... حالا کہ آن مہربان بتاویلش پرداختند از آن دفع شکوک لاحقہ گردید . خاطر لطف مظاھر مقرون جمعیت باشد . المرقوم ٢١ جمادی الثانیہ سنہ ١٢٨٣ ھجری مطابق ٣١ اکتوبر سنہ ١٨٦٦ع » . لیکن اس کی بعد نوابصاحب نی پھر کوئی نثر اصلاح کیلئی نہین بھیجی . جسکو یہ معنی ھین کہ ان کی طبیعت کا تکدر کلیۃً دور نہین ھوا .

مطابق » . یہ کلمہ موجبِ عتاب نہین ہوسکتا . اور اگر اسکو گناہ سمجھا جائے . « آخر گناہگار ہون کافر نہین ہون مین » . گناہ معاف کیجیے اور نویدِ عفو سے مجکو تقویت دیجیے .

تم سلامت رہو ہزار برس　　ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عفو کا طالب غالب .

(۷۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . حضور کے لشکرِ نصرت اثر کا بسپہ سالاریِ نوابِ معلی القاب جناب مہدی علیخان بہادر[۱] اکبرآباد پہنچنا، اورخیامِ فلک احتشام کا وہان نصب ہونا، اور رامپور سے اکبرآباد تک گھوڑون کی ڈاک کا بیٹھنا، اور حضرت کا سنبھل تک بسبیلِ ڈاک تشریف لیجانا، اور وہان مزاجِ اقدس کا ناساز ہونا، اور دار السلطنت کو معاودت فرمانا، یوماً فیوماً مسموع ہوا . غرض اس عرضداشت کی تحریر سے یہ ہے، کہ حصولِ جواب سے آبرو، اور خیریت و عافیتِ مزاجِ مبارک سے عز و اطلاع پاؤن .

اخبار مین مسطور، اور شہر مین مشہور ہے، کہ حضرت اجلاسِ کونسل کیواسطے حسب الحکمِ گورمنٹ کلکتہ کو تشریف لیجائین گے . نمکخوار دعا گوئی و مدح گستری مین بہانہ طلب رہتا ہے . اس تقریب کا ایک قطعۂ تاریخِ سنہ ۱۸۶۶ عیسوی رقم کیا ہے . عرض کرتا ہون . اگر پسند آئے تو اجازت ملجائے کہ اسکو کسی اخبار مین چھپوا دون[۲] :

---

(۱) صاحبزادہ سید مہدی علیخان بہادر، نواب سید غلام محمد خان بہادر کی پوتی، صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان بہادر کی بیٹی، اور نواب خلد آشیان کی چچا تھی . شعر وسخن کا شوق تھا اور نحیف تخلص کرتی تھی . ابتدا مین نواب فردوس مکان سی تلمذ تھا . آخر مین میر احمد علی رسا کی شاگرد ہوئی . ۴۷ برس کی عمر پائی . ستائیسوین ماہ رمضان کو سنہ ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ ع) کو رحلت فرمائی . (انتخاب یادگار، صفحہ ۳۸۴، وتاریخ لطیف، صفحہ ۲۲۹) .

(۲) نواب خلد آشیان بہادر کی کلکتہ تشریف لیجانیکی متعلق صاحب اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۱۴۰) نی لکھا ہی کہ : « مسٹر جان انگلس صاحب کمشنر و ایجنٹ ریاست نی نواب سید کلب علی خان سی (باقی)

قطعـــه

چو نواب از بهرِ اجلاسِ کونسل به کلکته از رامپور آورد رخ
عدو را بگیر و بکش زود وی را بجو سالِ اجلاس از «بختِ فرخ»
چو گویند کز کُشتنِ وی چه خواهی بگو حذفِ اعدادِ «وی» اینت پاسخ

اینت لغتِ پارسی ہے، مرادف خہے و زہے. اور قتل کا مشارالیہ لفظ (وی) ہے جس کے ۱٦ عـدد ہین. اور (وی) کا مشار (عدو) ہے. «بختِ فرخ» کے ۱۸۸۲. جب اس مین سے ۱٦ کم کئے تو ۱۸٦٦ رہے. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

(۱۸ نومبر سنه ۱۸٦٦)[۱].

(بقیه) ہونہاری و بلند اقبالی کی آثار دیکھکر بہت جلد آنریبل ایڈمنڈ ڈریمنڈ صاحب لفٹنٹ گورنر صوبجات متحدہ کی حضور مین رپورٹ کی. اور انہون نی لارڈ لارنس صاحب گورنر جنرل کی خدمت مین نواب سید کلب علیخان کی لیاقت خدا داد کی اطلاع کی. گورنر جنرل نی باظہار مسرت مثل نواب سید یوسف علیخان کی نواب سید کلبعلیخان کو بہی ایجسلیٹیو کونسل مین ممبر تجویز کیا. نوابصاحب نی ہنگام استمزاج باوجود ناچاقی طبیعت و ضعف باقتضای عزم بلند ممبری قبول کی. ۲۰ شعبان سنه ۱۲۸۳ ہجری مطابق ۲۸ دسمبر سنه ۱۸٦٦ ع کو رامپور سی علیگڑہ تک گاڑی کی ڈاك مین اور علیگڑہ سی کلکته تک تخمیناً پانسو ہمراہیون کیساتہ ریل کی ذریعه سی گئی. اثنای راہ مین کانپور، الهآباد، اور بنارس وغیرہ ہر مقام پر حکام نی استقبال کیا اور سلامی سر ہوئی. مہراجه ایسری پرشاد نرائن سنگہ صاحب جی، سی، ایس، آئی والی کاشی نریس نی بنارس مین بنظر اتحاد قدیمی دہوم سی دعوت کی. کلکتی مین گورنر جنرل کی طرف سی بطرز مرغوب استقبال ہوا. سلامی سر ہوئی. آب و ہوای کلکته نی انکی مزاج سی بہی مخالفت کی. اور طبیعت جادۂ اعتدال سی منحرف رہی. پہر بہی کونسل مین کئی اجلاس کئی. جب ناسازی زیادہ بڑہی تو حسب اصرار گورنر جنرل ڈاکٹر بیلی سی علاج شروع ہوا. ڈاکٹر کی رای ہوئی که آب و ہوا یہانکی انکی مخالف ہی. بلکه قیام کلکته سی امراض شدید لاحق ہونیکا اندیشه ہی. مگر نوابصاحب نی اسی قبول نکیا. جب گورنر جنرل کو اسکا علم آیا، تو بمقتضای محبت خاص بکمال اصرار واپس کیا. ۲۷ رمضان سنه ۱۲۸۳ ھ مطابق ۳ فروری سنه ۱۸٦۷ ع کو کلکتی سی رامپور واپس ہوئی. میرزا صاحب کی عریضه نمبر (۷۵) کی لفافه سی معلوم ہوتا ہی که نواب صاحب محلۂ کاشی پور کی مکان نمبر ۵ اور ۷ مین قیام فرما ہوی تہی. مرزا صاحب کا قطعۂ تاریخ حسب الحکم حضور اخبار دبدبۂ سکندری مین طبع ہوا اور ۳۰ نومبر کو اسکی اطلاع ان الفاظ مین میرزا صاحب کو دیگئی: «تاریخ مذکورہ که بر طرز نو و عدیم المثال است در اخبار دبدبۂ سکندری رامپور طبع گردیده شد».

(۱) خط مین کاتب کا نام اور تاریخ درج نہین. مین نی قوسین مین لفافه کی تاریخ اضافه کردی ہی.

(۷٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . ایك عرضداشت بھیج چکا ھون . اوسکا جواب نہین پایا[۱] . امیدوار ھون کہ اس عرضداشت کے جواب سے محروم نرھون . کل دن کو دس بجے سنا کہ عالیجناب نواب مہدیعلیخان بہادر بسواریِ ریل آئے ، اور املی کے محلے مین ٹھہرے ھین . کھانا کھاکر فوراً سوار ھوا . وھان جاکے سنا کہ نوابصاحب ریل کے اسٹیشن پر گئے ھین . گھنٹا بھر بیٹھا رھا کہ حضرت آئے . آگے غازیآباد کے اسٹیشن پر سے سواری ہوتی تھی . اب ولی محمد سوداگر کی کوٹھی کے پاس سے[۲] ، جو بیگم کے باغ کے عقب ھے ، نیا اسٹیشن قرار پایا ھے . سو صاحبزادہ صاحب نے آپ کے حضور مین اطلاع کی ھے . دیکھئے حضرت غازیآباد سے سوار ھوتے ھین یا شہر مین سے . واسطے خدا کے مجکو اپنے روزِ ورود و وقتِ ورود سے اطلاع بخشین . اور اس عرضی کا جواب ایسا جلد عنایت ھو کہ فقیرِ بیسر و سامان اپنا سامان درست کر رکھے[۳] .

حضرت کی توجہِ باطنی ، جو ھمیشہ میری مصلحِ حال اور افزایشِ عز و وقار کی کفیل ھے ، بعد اداۓ شکرِ الہی اوسکا سپاس بجا لاتا ھون . پیش از غدر گورمنٹ کے دربار مین ۷ پارچے ، اور جیغہ ، سرپیچ ، مالاۓ

---

(۱) میرزا صاحب نی جس عرضداشت کا حوالہ دیا ھی وہ اور اوسکا جواب دونون مثل مین موجود نہین . غالباً نوابصاحب کی حضور تك نہ پہنچی .

(۲) یہان لفظ (سی) زیادہ معلوم ھوتا ھی .

(۳) اس عریضہ کی جواب مین ۲۲ دسمبر سنہ ۱۸٦٦ ع کو نواب خلد آشیان نی تحریر فرمایا : «... چون راقم عنقریب روانۂ کلکتہ می شود . چنانچہ برای انتظام گاڈیہای ریل رفعت و عوالی مرتبت محمد اصغر علی خان رسالدار را روانۂ آنجا نمودہ شد . و ھنوز تاریخ رسیدن بمقام اسٹیشن ریل دھلی مقرر نگشتہ ، لہذا حوالۂ خامۂ مودت نگار می شود ، کہ حال تقرر تاریخ رسیدن آنجا از خان معزی الیہ دریافت نمودہ شود » . بہت ممکن ھی کہ مرزا صاحب نی اصغر علی خان صاحب رسالدار سی تاریخ دریافت کی ھو . لیکن مجھی اسکا کوئی ثبوت نہین مل سکا .

مروارید ، تین رقمین جواہر کی مجکو ملتی تھین . بعدِ غدر اگرچہ پنسن اور دربار بحال رہا ، لیکن خلعت موقوف ہوگیا . نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب[1] کا کل ۱۲ پر چار بجے دربار تھا . حکم سب درباردارون کو پہنچ گیا تھا . مین نواب مہدی علیخان صاحب کو رخصت کرکے گھر آیا . دو گھنٹے کے بعد دربار مین گیا . خیال یہی که ملاقات ہوگی . ایک رباعی کاغذِ مذہّب پر لکھی ہوئی نذر کرونگا . کلماتِ عنایت سنکر چلا آؤنگا . نه مجھے کچھ احتمال . نه صاحب کمشنر بہادر شہر کو علم . بارے بر وقتِ ملاقات تعظیمِ معمولی اور مصافحه کرکے لاڑد صاحب نے کھڑے کھڑے جیغه ، سرپیچ میری ٹوپی پر باندھا . اور فرمایا «یه ہم نے آپ کے واسطے رکھا تھا» . مالای مروارید میر منشی نے گلے مین ڈالدی . یه پارچے سات مرحمت ہوئے . دوشاله ، ۱ . کمخواب کا تھان ، ۱ . بنارسی تھان سنہری بوٹے ، ۱ . بنارسی سیلا ، ۱ . الوان کی چادر کناره کلابتون ، ۱ . کناویز کا تھان ، ۱ . الوان کی چادر بے کناره ، ۱ . مین اس عطیه کو آپ کی بخششِ معنوی سمجھا ہون . اور دوسری بخشش ، یعنی اس خط کے جواب کے جلد حاصل ہونے ، کا متوقع ہون . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عرضداشت کے جواب کا طالب غالب . روزِ سه شنبه ۱۸ دسمبر سنه ۱۸٦٦ .

---

(۱) سر ڈانل میکلوڈ صاحب مراد ہین . یه لفٹنٹ جنرل ڈنکن میکاوڈ کی ہان فورٹ ولیم ، کلکته ، مین ٦ جون سنه ۱۸۱۰ ع کو پیدا ہوی . ولایت جاکر تعلیم پائی . سنه ۱۸۲۸ ع مین ہندوستان واپس ہوی ، اور صوبهٔ بنگال مین ملازمت اختیار کی . ۱۸۳۱ ع سی ۱۸٤۹ ع تك اضلاع ساگر و نربدا ، اور بنارس مین رہی . ۱۸٥٤ ع مین پنجاب کی جوڈیشل کمشنر ہوی . غدر سنه ٥۷ ع مین لاہور مین تھی . ۱۸٦٥ ع سی ۱۸۷۰ ع تك پنجاب کی لفٹنٹ گورنر رہی . اور ۲۸ نومبر سنه ۱۸۷۲ ع کو لندن کی زمین‌دوز ریل کی ایك حادثه سی انتقال کر گئی . یه مشرقی علوم و فنون کی بڑی حامی تھی ، اور چاہتی تھی که دیسی زبانون مین مغربی علوم کی تعلیم دیجای . پنجاب یونیورسٹی انہی نی قائم کی ہی .

(۷۵)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . حضرت کا رونق افزایِ کلکته هونا از رویِ شمارِ رفتارِ ریل یقینی هے . مگر وهان کی آب و هوا کا موافق آنا ، اور جناب لاڑد صاحب بهادر[۱] سے ملاقات کا هونا ، اور اجلاسِ کونسل کا وقوع مین آنا ، یه امور جب تك حضرت رقم نفرمائینگے ، دعا گو کے خیال مین کیون کر آئینگے . ناچار جرات بهم پهنچا کر اس عرضداشت کے جواب مین ان حالات کے انکشاف کا امیدوار هون[۲] .

پیر و مرشد ! حضرت کے تصدق سے قرض ادا هو گیا . تنخواه نے قسط سے ، اور مین نے رنج سے رهائی پائی . هم بدل و هم بزبان ثناخوانِ جود و نوال ، و دعا گویِ دوامِ دولت و اقبال هون . آدها قرض عطیۂ سابق مین ، اور آدها قرض عطیۂ حال مین ادا هوگیا . که نهین سکتا ، اور بن کهے بنتی نهین . اگر دونون لڑکون کا پچاس روپئے مهینا جنوری سنه ۱۸٦۷ یعنی ماهِ حال و سالِ حال سے جاری هوجایگا اور ماه بماه فقیر کے روزینه کے ساته پهنچا کریگا تو آپ کا نمکخوار پهر کبهی قرضدار نهوگا . زیاده حدِ ادب[۳] .

---

(۱) لارڈ لارنس مراد هین ، جو ۱۲ جنوری سنه ۱۸٦٤ع سے ۱۲ جنوری سنه ۱۸٦۹ع تك هندوستان کے وائسرائے اور گورنر جنرل رهے تهے .

(۲) اس سلسله مین نواب خلد آشیان نے ۲۱ جنوری سنه ۱۸٦۷ع کو تحریر فرمایا : « مشفقا ! مخلص بخیریت تمام بتاریخ ٦ جنوری سنه حال فائز مقام کلکته گردید . و ملاقات جناب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بهادر دام شوکتهم و دیگر صاحبان عالیشان و نیز اجلاس کونسل بعنوان شایسته و طرز بایسته بپایۂ حصول رسید » .

(۳) دونون لڑکون سے باقر علی خان اور حسین علی خان مراد هین . یه دونون زین العابدین خان عارف ، مرزا غالب کے متبنی بیٹے کے لڑکے تهے . میرزا صاحب چاهتے تهے که ان دونون کو ریاست رامپور کا باقاعده وظیفه خوار بنا دین . لیکن اون کی زندگی مین یه خواهش پوری نهوئی . البته میرزا صاحب کے انتقال کے بعد حسین علیخان بزمرۂ شعرا ملازم هوگئے تهے .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار
فیض کا طالب غالب ۔ معروضۂ ۸ جنوری سنہ ۱۸۶۷[۱] ۔

(۷٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے ۔ بہت دن تک متردد رہا ، کہ حضرت کلکتے ہین یا رامپور ۔ چنانچہ ایک عرضداشت اوسی تردد مین بھیجی بھی ہے ۔ ہنوز جواب کے آنے کی مدت منقضی نہین ہوئی ۔ خیر اوسکے جواب پر کیا موقوف ہے ۔ یہ تو جان لیا کہ حضرت رونق افزایِ رامپور ہین ۔ مگر یہ کیونکر جانون[۲] کہ اب بہ خجستگی و فرخندگی یہین رونق افزا رہینگے ۔ یا پھر کلکتے تشریف لیجائینگے ۔ خیر اس بیعلمی کو سہل سمجھ لیا کہ جو کچھ ہوگا معلوم ہو جایگا ۔ مگر یہ کیونکر جانون کہ مزاجِ اقدس کیسا ہے ۔ اور جب تک یہ نجانون تو آرام کیونکر آئے ۔ یہان سے رامپور تک برابر تار برقی بھی نہین جو خبر منگواؤن ۔ آج ۱٤ فروری کی ہے ۔ یہ خط بھیجتا ہون ۔ اگر جواب آئے تو ۹ دن مین ۔ مجکو اتنے دن صبر کیونکر آیگا ۔ الٰہی آج یا کل کوئی نوازشنامہ خداوند کا آجائے ! زیادہ حدِ ادب ۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار
خیر کا طالب غالب ۔ ۱٤ فروری سنہ ۱۸۶۷[۳]

(۷۷)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے ۔ توقیعِ عطوفت عزِّ ورود لایا ۔ (سو روپیہ

---

(۱) میرزا صاحب نے یہ عریضہ کلکتہ کے پتہ سے لکھا تھا ۔ چنانچہ لفافہ پر « کلکتہ ۔ محلہ کاشی پور ۔ خانہ نمبر ۷ اور نمبر ۵ » ایڈریس تحریر ہے ۔

(۲) اصل خط مین سہواً (جاؤن) رقم ہو گیا ہے ۔

(۳) لفافہ پر ۱۵ فروری درج ہے ۔ غالباً دوسری دن پوسٹ کیا گیا تھا ۔

تنخواہ)[۱] فروری سنہ ۱۸۶۷ حال کا معرضِ وصول مین آیا۔ اس درویش کا حال اب قابلِ گزارش نہین۔ امراضِ قدیم بڑھگئے۔ دورانِ سر، اور رعشہ، اور ضعفِ بصر، تین بیماریان نئی پیدا ہوئی ہین۔ قلم نہین بنا سکتا، لڑکون سے بنوا لیتا ہون۔ برسون کی بات نہین رہی۔ ہفتون کی یا مہینون کی زندگی رہ گئی ہے۔

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

زیادہ حدِ ادب۔ نجات کا طالب **غالب**۔ ۱۳ مارچ سنہ ۱۸۶۷۔

(۷۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ کل صبح کو دو گھڑی دن چڑھے نوروز ہے۔ آج یہ قطعہ ہات تمام کر لکھکر حضور کی نذر بھیجتا ہون۔

نوروز و دو عید از دو جانب امسال خوب ست ز روی وضع و نیک ست بفال

امید کہ این سہ عید نذرِ نواب آرند دوامِ عمر، و عز، و اقبال

تم سلامت رہو قیامت تک

دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب **غالب**۔ چہار شنبہ ۲۰ مارچ سنہ ۱۸۶۷۔

(۷۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم و تعظیم معروض ہے۔ ہنڈویِ ملفوفۂ نوازشنامہ کے ذریعہ سے سو روپیئے مارچ کی تنخواہ کے وصول ہوئے۔

---

(۱) بریکٹ کی عبارت میرزا صاحب سے سہواً چھوٹ گئی تھی۔ مین نے دیگر عرایض سے ایزاد کردی ہے۔ تاکہ کلام تمام ہوجائے۔

ایک رباعی بھیجتا ہون ، اور یہ چاہتا ہون ، کہ دبدبۂ سکندری کے آغاز مین اسکے چھاپنے کا التزام رہے .

آن کیست کہ جسمِ ملک را جان باشد آن کیست کہ ہمسرِ سلیمان باشد
آن کیست کہ انجمش بفرمان باشد کس نیست مگر کلبِ علی خان باشد

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب غالب . ٦ اپریل سنہ ١٨٦٧ .

(۸۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . نمایشگاہِ سراسر سورِ رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ہون ، اور خونِ جگر کھاتا ہون ، کہ ہائے مین وہان نہین! بالاخانے پر رہتا ہون . اوتر نہین سکتا . مانا کہ آدمیون نے گود مین لیکر اوتارا ، اور پالکی مین بٹھادیا . کہار چلے . راہ مین نہ مرا ، اور رامپور پہنچ گیا . کہارون نے جاکر بینظیر مین میری پالکی رکھدی . پالکی قفس ، اور مین طائرِ اسیر . وہ بھی بے پر و بال . نہ چل سکون . نہ پھر سکون . جو کچھ اوپر لکھ آیا ھون ، یہ سب بطریقِ فرضِ محال ہے . ورنہ ان امور کے وقوع کی کہان مجال ہے . بارے تین بیت کا قطعۂ تاریخ بھیجتا ہون . اگر پسند آئے ، تو مین خوشنودیِ مزاجِ مبارک سے اطلاع پاؤن[1] .

---

(۱) انتخاب یادگار (ص ۹۰) اور اخبار الصنادید (ج ۲ ، ص ۱۳۹) سے معلوم ہوتا ہے ، کہ نواب خلد آشیان نے سنہ ١٢٨٢ ھجری مطابق سنہ ١٨٦٥ ع مین باغ بینظیر کی نمایش کا آغاز کیا . موخرالذکر لکھتے ہین : « سنہ ١٢٨٢ ھجری مطابق سنہ ١٨٦٥ ع سے باغ بینظیر مین ایک میلہ جاری کیا . آٹھ روز بڑی رونق سے یہ میلہ رہتا تھا . مال بکثرت آتا تھا . باغ مین بہت سی دوکانین ہوتی تھین اور روھیلکھنڈ کے اکثر معزز روسا اس میلے مین شریک ہوا کرتے تھے . نوابصاحب خود بھی آٹھ روز برابر وھین مقیم رہتے . اور اکثر اوقات دوکانون پر تشریف لیجا کر اسباب خریدتے . قسم قسم کے جلسے ، طرح طرح کے تماشے ہوا کرتے تھے . بائیس میلے نوابصاحب نے کئے . تیئیسوان میلہ قریب تھا کہ رحلت کی » .

نمایشگہے در خورِ شانِ خویش | برآراست نوابِ عالی جناب
به بین چون طرب را نہایت نماند | بود سالِ آن «بخششِ بیحساب»
خدایا! پسندد خداوندگار | که از طبعِ غالب رود پیچ و تاب

«بخششِ بیحساب» کے بارہ سو پچاسی ہوتے ہین۔ «طرب» کی نہایت بای موحدہ ہے۔ جب وہ نرهی، تو دو عدد گھٹے، اور ۱۲۸۳ رہ گئے۔ فهو المقصود. اگر حضرت کی مرضی ہو، تو دبدبۂ سکندری مین یه تاریخ چھاپی جائے۔

تم سلامت رہو ہزار برس | ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

داد کا طالب غالب۔ ۱۴ ماہِ اپریل سنه ۱۸٦۷ عیسوی۔

(۸۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ توقیعِ وقیعِ عزِ ورود لایا۔ اپریل سنه ۱۸٦۷ کی تنخواہ کا سو روپیه[۱] معرضِ وصول مین آیا۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رہو قیامت تك | دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب۔ (۱۴ مئی سنه ۱۸٦۷)[۲]۔

(۸۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ ادایِ مدارجِ تسلیم سونچتا ہون، که کیا لکھون۔ ہے ہے مین کیون جیتا رہا، جو صاحبزادہ محمد حسن خان کے مرنے کی خبر سنون، اور خداوندِ نعمت کو تعزیت کے کلمات لکھون۔ مین نیم جان نمرون، اور وہ نوجوان مرجائے[۳]۔

---

(۱) میرزا صاحب نے لفظ (روپیه) کے اوپر حسابی رقوم مین سو روپیه کی تعداد لکھی ہے۔
(۲) خط مین تاریخ درج نہین تھی۔ مین نے لفافه سے یه تاریخ اضافه کردی ہے۔
(۳) صاحبزادہ محمد حسن خان بہادر نواب سید غلام محمد خان بہادر کے پرپوتے اور نواب خلد آشیان کی صاحبزادی حیات النسا بیگم ملقب به عالیه سلطان بیگم کے شوہر تھے۔ انھون نے عین عالم جوانی مین انتقال کیا۔ نواب خلد آشیان کیلئے یه واقعه بہت روح فرسا تھا۔ اسیلئے میرزا صاحب نے اسقدر پراثر تعزیت نامه ارسال کیا (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۲۳۰)۔

سروِ چمنِ سروری افتاد ز پاهای !!

حضرت کے رنج و اندوہ کا تصور اور مارے ڈالتا ھے. دوسری محرم کو علی بخش خان خانسامان مرے[1]. تیسری کو یہ واقعۂ ھوشربا پیش آیا. یہ تو آپ کا فرزندِ دلبند تھا. جو اسکا غم ھو وہ بجا ھے. پر فقیر جانتا ھے کہ علی بخش خان کے مرنے کا بھی حضرت کو بڑا رنج ھوا ھوگا. ایسے کار گزار، دیانتدار، ھوشمند، مزاجدان کہان پیدا ھوتے ھین. بہرحال «رَضِیْنَا بِرِضَاءِ اللہِ». حضرت کے سامنے صبر، و ثبات، و تسلیم، و رضا مین کلام کرنا ادریس کو حکمت پڑھانی، اور خضر کو راہ بتانی ھے.

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

غالب. ١٤ مئی سنہ ١٨٦٧.

(۸۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. ورودِ توقیعِ وقیع سے فیض پایا. سو روپیے[2] مئی سنہ ١٨٦٧ کی تنخواہ کا معرضِ وصول مین آیا.

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

اسد اللہِ بیدستگاہ. ١١ جون سنہ ١٨٦٧.

(۸٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے، کہ توقیعِ وقیع عزِ ورود لایا. اوسکی ملفوفہ ھنڈوی سے تنخواہِ جون سنہ ١٨٦٧ کا سو روپیہ مین نے پایا.

---

(۱) علی بخش خان خانسامان کی سلسلہ مین عریضہ نمبر ٢٤ کا حاشیہ ملاحظہ ھو.

(۲) میرزا صاحب نے یہان لفظ (روپے) کیساتھ، جو جمع ھو، فعل (آیا) استعمال کیا ھو. چونکہ یہ قواعد زبان کی بہت ابتدائی غلطی ھو، اسلئے اسے سہو تصور کرنا چاھئے.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

ہوا خواہ **اسد اللہ**. ۱۵ جولائی سنہ ۱۸٦۷.

(۸۵)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. بموجب تحریرِ میرزا رحیم الدین بہادر حیا[۱] کے، فاضل شطرنج باز کو خرچ دیگر روانہ کیا.

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

اسد اللہ بیدستگاہ. ۲۲ جولائی سنہ ۱۸٦۷.

(۸٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. آپ کے غلام زر خرید، یعنی حسین علیخان، کی منگنی ہوگئی. اور اپنے کنبے مین ہوئی. یعنی نواب احمد بخش خان مرحوم کے حقیقی بھائی کی پوتی سے. اور رجب کا مہینا قرار پایا. اب میرے بڑھاپے اور میری مفلسی کی شرم آپ کے ہات ہے.

نکہون آپ سے تو کس سے کہون مدعایِ ضروری الاظہار

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب **غالب**. ۱۹ اگست سنہ ۱۸٦۷ ع[۲].

---

(۱) صاحبعالم میرزا رحیم الدین بہادر حیا بن مرزا کریم الدین رسا دلی کی شاہزادہ اور شاہ نصیر کی شاگرد تھی. سنہ ۱۲۱۲ ھ مین پیدا ہوی. غدر سنہ ۵۷ ع سی قبل نواب فردوس مکان کی طلب پر رامپور تشریف لائی، اور یہین سنہ ۱۳۰٤ ھ مین نواب خلد آشیان کی وفات کی آٹھ دن بعد ۹٤ سال کی عمر مین فوت ہوی. انہین شعر و شطرنج کا بہت شوق تھا. اردوی معلی (صفحہ ۸۲) سی معلوم ہوتا ہی کہ مرزا صاحب نی حیا کی دیوان کا دیباچہ لکھا تھا.

(۲) اس عریضہ کی لفافہ پر سہواً ۲۹ اگست درج ہوگیا ہی. نواب خلد آشیان نی ۲٦ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸٤ ھ مطابق ۲۸ اگست سنہ ۱۸٦۷ ع کو جواباً تحریر فرمایا: «..... چونکہ مفاوضۂ بہجت طراز سی منشای خاص آپ کا بخوبی منکشف نہوا. اسواسطی حوالہ خامۂ محبت نگار کی ہوتا ہی، کہ آپ خلاصۂ مکنون خاطر محبت مظاہر سی مطلع کیجیو. کہ بمقتضای انضباط روابط موانست قدیمہ جو بات کہ ممکن ہوگی، وہ ظہور مین آئیگی. خاطر جمع رکھئی».

(۸۷)

آن کیست کہ جسمِ ملک را جان باشد آن کیست کہ همسرِ سلیمان باشد
آن کیست کہ انجمش بفرمان باشد کس نیست، مگر کلبِ علیخان باشد

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. عنایت نامہ عزِّ ورود لایا. اوس مین یہ حکم مندرج پایا، کہ حسینؔ علیخان کی شادی کے باب مین «خلاصۂ مکنونِ خاطر» عرض کرون. حکم بجا لاتا ہون، اور عرض کرتا ہون .

مجملاً یہ کہ مین درِ دولت کا گدایِ خاك نشین. اور وہ آپ کا غلام. تفصیل یہ کہ میرے پاس نقد، جنس، اسباب، املاك، اور میرے گھر مین زیورِ زرینہ و سیمینہ کا نام و نشان نہین. ہت اودھار قرض کوئی دیتا نہین. آپ روپیـــہ عنایت فرمائین، تا یہ کام سر انجام پائے. اور بوڑھے فقیر کی برادری مین شرم رہ جائے.

دوسری بات یہ کہ سو روپئے آپ کی سرکار سے بطریقِ خیرات اور باسٹھ روپئے آٹھ آنے[1] مہینا انگریزی سرکار سے بعوضِ جاگیر پاتا ہون. عالم الغیب جانتا ہے، کہ اس مین میرا بڑی مشکل سے گزارا ہوتا ہے. بہو کو کہان سے کھلاؤنگا. حسین علیخـان کی کچھ تنخواہ مقرر ہوجائے. لیکن توقیعِ تنخواہ اوس کے نام جاری نہو. بلکہ اوس کی زوجہ حُسن جہان بیگم بنتِ اکبر علیخان کے نام وہ تنخواہ مقرر ہو. اور اوس کی مُہری رسید سے ملا کرے. زرِ مصرفِ شادی کی مقـدار اور تنخواہ کی مقـدار جو خداوند کی همت اور اس کنگال اپاهج کی قسمت. زیادہ حدِ ادب.

تم سـلامت رهو هزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس هزار

(۱) یہان میرزا صاحب نے صرف حسابی رقم لکھی ہے. مین نے سہولت طباعت کے خیال سے رقم کو الفاظ مین تبدیل کردیا ہے.

نجات کا طالب غالب. ٥ ستمبر سنہ ١٨٦٧[1].

(٨٨)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. عنایت نامہ عزِ ورود لایا. اللہ اکبر! حضرت نے غمخواری و تفقد و درویش نوازی کو اوس پایہ پر پہنچایا، کہ شاہانِ عجم مین سلطان سنجر[2] نے اور شاہانِ ہند مین شاہجہان[3] نے ملازمون کی اتنی پرسش اور نوازش کی ہوگی. باقر علیخان[4] کی شادی نواب

---

(١) اس عریضہ کے جواب مین نواب خلد آشیان نے تحریر فرمایا تھا: «...... چونکہ آن مشفق تعداد مصارف شادی مجوزۂ خود تحریر ننموده اند، لهذا حوالۂ خامۂ محبت نگار میشود، کہ اول از تعداد مصارف شادی مطلع نمایند. بعد دریافت آن درین خصوص تجویز مناسب بعمل خواهد آمد. چراکہ بمقتضای موانست و اتحاد قدیمہ راقم را خوشنودی آن مهربان درامور مناسبہ مد نظر است .... المرقوم ١٨ جمادی الاول سنہ ١٢٨٤ ہجری مطابق ١٨ ستمبر سنہ ١٨٦٧ع».

(٢) سلطان سنجر بن ملك شاہ سلجوقی سنہ ٥١١ ھ (١١١٧ ع) مین بادشاہ ہوا، یہ بڑا اولوالعزم اور صاحب جود وکرم بادشاہ تھا. اگرچہ آخر مین معرکون مین ناکام رہا، لیکن اسکی ابتدائی حکومت فتوحات کی وسعت کی بدولت تاریخ کا روشن باب ہی. یہ علم وهنر اور شعرو سخن کا بھی بڑا قدردان اور مربی تھا. رشید وطواط، اور انوری وغیرہ اسکی درباری شعرا مین شمار ہوتی ہین. اسنی انوری کی کاشانہ کو اپنی قدوم میمنت لزوم سی دو بار شرف بخشا. آخر مین ترکمانون کی ہاتھ مین گرفتار ہوگیا تھا. وہان سی بدقت آزاد ہوا، تو ١١ ربیع الثانی سنہ ٥٥٢ ھ (١١٥٧ ع) کو دست قضا نی پکڑ لیا.

(٣) شاہجہان ہندوستان کی مغل خاندان سلاطین کا پانچوان حکمران تھا. ٢٩ ربیع الاول سنہ ١٠٠٢ ھ (١٥٩٣ع) مین رانی بالمتی دختر راجہ اودیسنگھ والی جودھپور کی بطن سی پیدا ہوا. ٣٥سال کی عمر مین سنہ ١٠٣٧ ھ (١٦٢٧ ع) کو اپنی والد جہانگیر کی انتقال کی بعد مسند حکومت پر قدم رکھا. اور سنہ ١٠٦٨ ھ (١٦٥٧ ع) مین اپنی لڑکی عالمگیر اورنگ زیب کی حق مین تاج وتخت ہند سی دست بردار ہوکر آگرہ کی قلعہ مین جا بسا. موجودہ دلی اسی کی آباد کی ہوئی ہی. یہ بڑا سخی داتا اور شہرۂ آفاق قدردان علم و ہنر بادشاہ گزرا ہی. دلی کی مسجد جامع اور لال قلعہ، اور آگرہ کی عدیم النظیر روضہ تاج محل کا بانی ہی. اسکی قدردانی اور قدر افزائی کا یہ عالم تھا، کہ مختلف موقعون پر شاعرون کو روپیہ اور اشرفیون مین تلوادیا اورکئی سخن گسترون کی منہ ہیری اورموتیون سی بھر دئی. اس نی آگرہ مین سنہ ١٠٧٦ ھ (١٦٦٥ع) کو وفات پائی، اور تاج محل مین اپنی بیوی کی برابر مدفون ہوا.

(٤) باقر علی خان میرزا صاحب کی بی بی کی حقیقی بھانجی نواب زین العابدین خان عارف کی بڑی لڑکی تھی. میرزا صاحب کی اپنی بچی نہ جئی، تو اونکی بی بی نی عارف کو بیٹا بنا لیا. وہ بڑی لایق اور خوشگو شاعر ہوی. مرزا صاحب کو اون سی دو چند محبت تھی، کیونکہ وہ سعادتمند بیٹا ہی نہ تھی، (باقی)

ضیاء الدینخان کے ہان ہوئی. اونہون نے کھانے جوڑے کے دو ہزار روپیہ دیئے. اور میری زوجہ نے پانسو روپئے کا زیور لگا کر پچیس سو روپیے صرف کئے. حسین علیخان کا سسرا، یعنی اکبر علیخان، اپنے خاندان کا ہے. لیکن امیر نہین. نوکری پیشہ ہے. اب یہ مین کیونکر عرض کرون کہ مجھے کیا دو. سائل ہون. یہ رسم نہین کہ سائل مقدارِ سوال عرض کرے. حالِ مصارفِ شادیِ خاندان لکھدیا ہے. دو ڈھائی ہزار مین شادی اچّھی ہو جائےگی. لیکن یہ بھی ساتھ عرض کرتا ہے، کہ میرا حقِ خدمت اتنا نہین کہ اسقدر مانگ سکون. جو کچھ دوگے، اوس مین شادی کر دونگا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب. معروضۂ ۲۴ جمادی الاول سنہ ۱۲۳۸ مطابق ۲۳ سنہ ۱۸۷۶ فردایِ ورودِ ہمایون منشور[۱].

(۸۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. فرمانِ والا مع ہنڈویِ تنخواہِ ستمبر سنہ ۱۸۶۷ عزِ ورود لایا. سو روپیہ[۲] معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب.

(بقیہ) قابل فخر شاگرد بھی تھی. لیکن میرزا صاحب اور اونکی بی‌بی کی بدقسمتی کہ وہ عین جوانی مین فوت ہوگئی. مرزا صاحب نے اونکے دو بچون کو پوتون کی طرح پالا. باقر علی خان جو بڑی تھی. جوان ہوکر اپنے والد کے خلف الرشید ثابت ہوے. یہ شعر کہتے تھے، اور کامل تخلص تھا. مرزا صاحب کے ساتھ دونون مرتبہ رامپور آئے. جوان ہوکر الور مین ملازم ہوگئے تھے. اردوی معلی (صفحہ ۳۲۱ - ۳۲۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی ایک لڑکی بھی تھی. انھون نے جوانی مین سنہ ۱۲۹۳ ھ (۱۸۷۶ع) کو انتقال کیا (تاریخ لطیف، ص ۱۹۱).

(۱) اس عریضہ کی تاریخون مین میرزا صاحب سے سہو ہوا ہے. در اصل اونہین سنہ ۱۲۸٤ھ اور ۱۸۶۷ع لکھنا چاہئے تھا. اسیطرح انگریزی مہینے کا نام بھی بھول گئے ہین. البتہ لفافہ کی تاریخ مین ماہ و سنہ انگریزی یون لکھا ہے (۲۳ ستمبر سنہ ۱۸۶۷). لفافہ کی پشت پر میر منشی صاحب کا نوٹ ہے «پیش نمودہ شد. ہنوز حکم تحریر جواب صادر نشدہ. ۲۸ ستمبر سنہ ۱۸۶۷ع».

(۲) اسکے اوپر حسابی رقم بھی تحریر ہے.

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

ترحم کا طالب غالب . ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۸٦۷ .

(۹۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. دبدبۂ سکندری مین حضرت کے مزاج کی ناسازی کا ذکر دیکھکر جو مجھ پر گزری ، میرا خدا جانتا ہے. مگر یہ بڑی بات ہے کہ اوسی ذکر کیساتھ افاقت و رفعِ مرض کی بھی نوید مندرج تھی . توقع ہے کہ حضرت ! مفصل حال مرض کے پیدا ہونے کا اور پھر رفع ہونے کا اور فی الحال مزاجِ اقدس کیسا ہے. میر منشی کو حکم ہوجائے. کہ حضور کی زبانی خط مین مجھے لکھ بھیجین.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

غالب . ۱۸ اکتوبر سنہ ۱۸٦۷[۱].

(۹۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . ایك قطعہ ۱۵ شعر کا بھیجتا ہون . حضور ملاحظہ فرمائین . مضامین کی طرز نئی. مدح کا انداز نیا. دعا کا اسلوب نیا. زیادہ حدِ ادب[۲].

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

---

(۱) اس عریضہ کے جواب مین لکھا گیا تھا: « مشفقا ! فی الحقیقت مزاج راقم از مرکز اعتدال منحرف شدہ بود. وحالا ہم طبیعت خوب صاف نیست و تجویز استعمال مسہلات در پیش . ۲۹ اکتوبر سنہ ۱۸٦۷ ع » .

(۲) یہ قطعہ مثل مین موجود نہین ہے . لفافہ کی پشت پر میر منشی صاحب کا ایك نوٹ ہے . اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ نوابصاحب نے قطعہ منشی امیر احمد امیر مینائی کو دیدیا تھا . میر منشی صاحب کے الفاظ یہ ہین : « پیش نمودہ شد . حضور پر نور بعد ملاحظہ قصیدہ حوالۂ منشی امیر احمد صاحب فرمودند . ۹ نومبر سنہ ۱۸٦۷ ع ». نوابصاحب نے ۱۸ نومبر سنہ مذکور کو قطعہ کی رسید مین تحریر فرمایا : « ... مفاوضہ عدیم المعاوضہ مع یك قطعہ بمضامین نو وطرز نادر رنگ افروز چہرۂ وصول گردید . و از ملاحظہ مضامین نوش انشراح دل بحصول انجامید » .

نجات کا طالب غالب. ٥ رجب سنه ۱۲۸٤ هجری[۱]

(۹۲)

حضرت آیهٔ رحمت ولیِ نعمت سلامت[۲].

بعدِ تسلیم معروض هے. کل ۱٦ دسمبر کو نومبر کی تنخواه کی هنڈوی پهنچی. وه بهی سعادت منـــد منشی سیلچند کے خط مین ملفوف. دیر مین هنڈوی کا پهنچنا یك طرف. حضرت کے توقیعِ وقیع کے مشاهده سے آنکهون کا روشن نهونا میری سیاه بختی کی دلیل هے. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب. ۱۷ دسمبر سنه ۱۸٦۷.

(۹۳)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. آج روزِ شنبه یکم ماهِ رمضان المبارك سـنه ۱۲۸٤ هے، به اتفاقِ حسابِ دوج و نگارشِ جنتری.

روزِ روزه است و روز ناپیداست غلظتِ ابر و شدتِ سرماست

چونکه دهوپ تو نظر هی نهین آتی، ناچار دن رات آگ تاپتا هون، اور هر وقت کانپتا هون.

ماهِ صیام مین سلاطین و اُمرا خیرات کرتے هین. اگر حسین علیخان یتیم کی شادی اسی صیغے مین هوجائے، اور اس بوڑهے اپاهج فقیر کو روپیه ملجائے، تو اس مهینے مین تیاری هو رهے، اور شوال مین رسمِ نکاح عمل مین آئے. اور چونکه اس ماهِ مبارك مین درِ فیض باز، اور سالِ انگریزی کا

---

(۱) عریضه کے لفافه پر تاریخ انگریزی ۳ نومبر سنه ۱۸٦۷ تحریر هے.

(۲) یهان میرزا صاحب نے الفاظ کی قدیم ترتیب کو بدلدیا هے.

بھی آغاز ہے ، وہ پچیس[1] روپئے مہینا جو زبانِ مبارك سے نكلا ہے ، جنوری سنہ ١٨٦٨ سے بنامِ حسین علیخان مذکور جاری ہوجائے ، تو مجھے گویا دونون جہان ملگئے .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

لکھا ہوا یکم رمضان اور بھیجا ہوا دوم رمضان کا . عطا کا طالب غالب[2] .

(٩٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ رافت عزِ ورود لایا . ہنڈویِ ملفوفه سے سو روپیه بابت تنخواہِ دسمبر سنہ ١٨٦٧ معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

توجه کا طالب غالب . ١٤ جنوری سنہ ١٨٦٨ عیسوی .

(٩٥)

داد و دہشِ تو روز افزون بادا بر دولتِ تو زمانه مفتون بادا

این عید و دوصد ہزار عیدِ دیگر بر ذاتِ تو فرخ و ہمایون بادا

نجات کا طالب غالب . جمعه ٢٨ رمضان المبارك سنہ ١٢٨٤ ہجری[3] .

(٩٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ عطوفت ظہور عزِ ورود لایا . اور

---

(١) میرزا صاحب نے روپیه کی تعداد حسابی رقم سے بھی ظاہر کی ہے .

(٢) اس عریضه کے لفافه پر میرزا صاحب نے یکشنبه دوم رمضان و ٢٩ دسمبر لکھا ہے . نواب خلد آشیان نے جواباً ٦ جنوری سنہ ٦٨ ع مطابق ١٠ رمضان سنہ ١٢٨٤ ھ کو جو فرمان تحریر فرمایا ہے ، اوس مین میرزا صاحب کے اصل مدعا کا کوئی تذکرہ نہین .

(٣) اس قطعه کیساتھ مثل مین کوئی عریضه منسلك نہین . غالباً بلا عریضه ارسال ہوا . لفافه پر انگریزی تاریخ ٢٤ جنوری سنہ ١٨٦٨ ع تحریر ہے . اس قطعه کی رسید مین نواب خلد آشیان نے ٥ فروری سنہ ١٨٦٨ ع کو تحریر فرمایا : « قطعۂ مبارکباد عید الفطر بطرز نغز و مضامین شرف افزا موصول گشته ساز و برگ فرحت و انبساط افزود » .

اوسکی ملفوفه هنڈوی سے جنوری سنه ۱۸٦۸ حال کا سو روپیه معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب غالب . ۱۳ فروری سنه ۱۸٦۸ .

(۹۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

عرضِ مدارجِ عز و نیاز کے بعد نوازشنامه کے پہنچنے کا اور تنخواه فروری سنه ۱۸٦۸ کے پانے کا شکر بجا لاتا هون . سبحان الله ! کیا برکت هے اس سو روپئے مین ، که سو آدمی روٹی کھاتے هین . اور اس فقیر کے بھی سو کام نکلجاتے هین .

مرزا حسین علیخان کی شادی رجب کے مهینے مین قرار پائی تھی . عطیۂ حضور کے نه پہنچنے کے سبب ملتوی رهی . آج جو ذیقعده کی ۱۵ هے . ۱۵ دن یه اور مهینا ذی الحجه کا . اگر اسی ذیقعده کے مهینے مین کچھ حضرت عطا فرمائینگے ، تو آخرِ ذی الحجه تك نکاح هوجائیگا . خدا کرے خداوند کے ضمیر مین یه بھی گزرے که غالب جب بهو بیاه لائیگا ، تو اوسکو روٹی کہان سے کھلائیگا . غرض اس سے یه که حسین علیخان کی تنخواه جاری هوجائے . حضرت ! کوئی ایسا نہین که جو میرے مطالب حضور مین عرض کرتا رهے ، اور مجھے بار بار لکھتے هوئے شرم آتی هے .

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب . ۹ مارچ سنه ۱۸٦۸[1] .

---

(۱) عریضه کی لفافه پر دوشنبه نهم مارچ سنه ۱۸٦۸ تاریخ درج هو . چونکه اس سے یوم روانگی متعین هوتا تها ، اسلئے یهان نقل کرنا مناسب سمجها گیا .

(۹۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ عطوفت ظہورِ عزِ ورود لایا . سو روپیہ کا کاغذ خط کے لفافے مین سے پایا . اپریل سنہ ۱۸٦۸ کی تنخواہ کا روپیہ معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

(دوشنبہ ۱۱ اپریل سنہ ۱۸٦۸)[۱] .

(۹۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . شوقِ قدمبوس نے تنگ کیا . جب دیکھا کہ کسیطرح جا نہین سکتا ، ناچار اپنا نقشا اوتروایا ، اور خدمتِ عالی مین روانہ کیا . جب تك کہ مین جیتا ہون ، تب تك اس صورت سے حاضر رہونگا . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب **غالب** . ۲۷ مئی سنہ ۱۸٦۷[۲] .

---

(۱) عریضہ مین کاتب کا نام اور تاریخ کتابت دونون درج نہین . البتہ لفافہ پر میرزا صاحب نے ۱۱ اپریل سنہ ۱۸٦۸ تحریر کیا ہے . لیکن یہ درست نہین . اولا اسلئے کہ ڈاکخانہ کی انگریزی مہر مین ۱۱ مئی لکھی گئی ہے . ثانیاً اسلئے کہ اس عریضہ مین تنخواہ اپریل کی اطلاع دی ہے . اور یہ مسلم ہے کہ اپریل کی تنخواہ اپریل مین نہین ملتی ، مئی مین ملتی ہے . اسلئے اسکو ۱۱ ماہ مئی سنہ ٦۸ ع کا ہونا چاہئے .

(۲) میرزا صاحب نے سہواً سنہ ٦۷ ع لکھدیا ہے . صحیح تاریخ ۲۷ مئی سنہ ۱۸٦۸ ع ہے . اسلئے کہ اولا تو جون سنہ ٦۸ ع کے نوشتہ عریضہ مین اسکی رسید طلب کی ہے اور اوس مین اس خط کو « سابق کا عریضہ » لکھا ہے . جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونون عریضون کے درمیان کسی تیسری عریضہ کا فصل نہین تھا . ثانیاً اسی عریضہ کے لفافہ کی پشت پر میر منشی صاحب کا حسب ذیل نوٹ ہے : « تصویر بعد ملاحظہ سپرد سید مجاور علی صاحب شد . ۲ جون سنہ ۱۸٦۸ ع » . اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ واقعہ سنہ ٦۸ ع کا ہے . اگر سنہ ٦۷ ع کا ہوتا ، تو اوسی سال میرزا صاحب تقاضای رسید کرتے ، اور اوسی وقت سرکار یہ تصویر ملاحظہ فرما کر سید مجاور علی صاحب کو دیتے .

(١٠٠)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . آج چوتھا دن ھے ، کہ توقیعِ وقیع عزِ ورود لایا ھے . ھنڈویِ ملفوفہ کی رو سے تنخواہِ مئی سنہ ١٨٦٨ کا سو روپیہ معرضِ وصول مین آیا ھے . جواب کے جلد نہ لکھنے کی وجہ یہ ھے ، کہ مین گرمی کی شدت کے سبب سے ، اور احتباسِ ھوا سے کہ جو لازمۂ موسمِ برسات ھے . بیکارِ محض ھوگیا ھون . مطلق کچھ لکھ نہین سکتا . اور کوئی ایسا شخص ، کہ جس سے کچھ لکھواؤن ، اس چار روز مین میرے پاس نہین آیا . آج اسوقت ایك صاحب آگئے . اون سے مین نے یہ عریضہ لکھوا لیا .

پیر و مرشد ! سابق کے عریضہ کیساتھ مین نے اپنی تصویر حضور مین بھیجی ھے . اوسکی رسید اس نوازشنامہ مین مرقوم نتھی . مجکو یہ اندیشہ ھے ، کہ کہین وہ لفافہ ڈاك مین تلف نہ ھوگیا ھو . اگر اوسکی رسید سے شرفِ اطلاع پاؤن ، تو دلجمعی ھوجائے[١] .

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برسکے ھون دن پچاس ھزار

١٥ جون سنہ ١٨٦٨ ع . نجات کا طالب غالب[٢] .

(١٠١)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . کل منشورِ عطوفت عزِ صدور لایا . جولائی سنہ ١٨٦٨ کا سو روپیہ[٣] بذریعۂ ھنڈوی وصول پایا .

---

(١) نوابصاحب نے جوابی فرمان مورخہ ٧ جولائی سنہ ٦٨ ع مین تحریر فرمایا ھے : « شبیہ آن مشفق وصول شادمانی آوردہ از فرط محبتہا متصور شد » . اس تصویر کے علاوہ میرزا صاحب نے جہان اپنی تصویرین بھیجی تھین ، اونکے لئے اردوی معلی ، ص ٢٠ ، ٢٣ ، ٣٤ ، ١٢٦ ، ٢٣٧ ، ٢٤٧ ملاحظہ ھو .

(٢) اس عریضہ مین صرف (طالب غالب) میرزا صاحب کے قلم کا لکھا ھوا ھے .

(٣) الفاظ کے اوپر میرزا صاحب نے حسابی رقوم بھی لکھی ھین .

تین التماسین سابق پیش ہوئی تہین . سو اب پہلے برخوردار نواب مرزا خان کی تحریر سے ، اور پہر جناب مظفر حسین خان بہادر[1] کے خط سے اون خواہشون کے منظور و مقبول ہونے کی نوید پائی . انشاء اللہ الکریم حسبِ ارشادِ حضور اسی برس ٦٨ مین آمدِ زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض بہی ادا ہوجایگا ، اور حسین علیخان کی شادی بہی ہوجایگی ، اور اوسکے واسطے اوسکی زندگی تك تنخواہ جداگانہ مقرر ہوجایگی .

با کریمان کارہا دشوار نیست

عرضداشتِ ہوا خواہ اسد اللہ . معروضۂ ١٣ ماہِ اگست سنہ ١٨٦٨ .

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

(١٠٢)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تقدیمِ مدارجِ تسلیم معروض ہے . توقیعِ رافت عزِ ورود لایا . مین نے ہنڈویِ ملفوفہ کے ذریعہ سے بابت تنخواہِ اگست سنہ ١٨٦٨ سو روپیہ وصول پایا .

نکہون آپ سے تو کس سے کہون مدعایِ ضروری الاظہار

---

(١) مظفر حسین خان بہادر ابن مسیح الدولہ حکیم علی حسین خان بہادر لکھنوی نواب خلد آشیان کی مصاحب تہی . ان کی والد مسیح الدولہ شاہ اودھ کی طبیب خاص تہی . لیکن سلطنت اودھ کی بساط اولٹجانی کی بعد یہ خاندان بہی ترك وطن پر مجبور ہوا . رامپور اوس زمانہ مین صاحبان علم و ہنر کا ملجاو ماوی تہا . مظفر حسین خان اور انکی بہائی احسان حسین خان نی بہی سنہ ١٨٦٧ع مین اس دربار دُربار کا قصد کیا . نواب خلد آشیان نی ان دونون کی کما حقہ قدر و منزلت کی . مظفر حسین خان صاحب علم اور ایك نہایت عمدہ ذخیرۂ مخطوطات و مطبوعات کی مالك تہی . نواب صاحب نی اون سی یہ پورا ذخیرہ خرید کر سرکاری خزانۂ کتب مین شامل فرما لیا . ان تمام کتابون پر مظفر حسین خان کی دستخط ثبت ہین ، اور متعدد نسخون پر جا بجا حواشی بہی پائی جاتی ہین . خود ان کی اپنی مصنفہ متعدد رسالی بہی کتب خانہ مین موجود ہین . یہ عربی زبان مین لکہی گئی ہین ، اور فلسفہ و حکمت سی متعلق ہین . میرزا غالب سی انکی روابط تہی . اسلئی جب یہ رامپور آئی ہین ، تو میرزا صاحب نی منشی سیلچند سی انکی درباری قدر و منزلت کی متعلق استفسار کیا تہا . ملاحظہ ہو مکتوب نمبر ١١٤ ، مجموعۂ ہذا .

پیر و مرشد ! حسین علیخان کے سسرال والون کا بڑا تقاضا ہے . زندگی مشکل ہوگئی ہے . بطریقِ « شیئاً للہ » سوالِ مختصر یہ ہے ، کہ جو حضرت کے مزاج مین آوے ، وہ عطا کیجیے . اور حسین علیخان کے نام جداگانہ تنخواہ مقرر کر دیجیے . لیکن یہ دونون امر جلد صورت پکڑ جائین .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

زیادہ حدِ ادب . عرضداشتِ دولتخواہ **اسد اللہ** . معروضۂ ۷ ستمبر سنہ ۱۸٦۸ .

(۱۰۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . عنایت نامہ مع سو روپیہ کی ہنڈوی کے عزِ ورود لایا . تنخواہِ ستمبر سنہ ۱۸٦۸ کا روپیہ مین نے پایا .

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

مشتاقِ مرگِ ناگاہ **اسد اللہ** . ۱۳ ماہِ اکتوبر ۱۸٦۸ .

(۱۰٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . توقیعِ رافت شرفِ ورود لایا . سو روپیہ[۱] بابت تنخواہِ اکتوبر سنہ ۱۸٦۸ از رویِ ہنڈویِ ملفوفۂ خط معرضِ وصول مین آیا . خدا حضرت کو سلامت رکھے ! مجھ سے اپاہج نکمے کو بیعوضِ خدمت تنخواہ دیتے ہو .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عرضداشتِ **اسد اللہ** . مورخۂ ۱٦ نومبر سنہ ۱۸٦۸ .

---

(۱) یہان میرزا صاحب نے حسابی رقم لکھی تھی . مین نے سہولت طباعت کے خیال سے اوسکو الفاظ مین لکھدیا ہے .

(۱۰۵)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے. کل عریضہ مشعرِ رسیدِ تنخواہِ نومبر سنہ ۱۸۶۸ حال ارسال کرچکا ھون. آج ناچار از روی اضطرار وافتقار پھر یہ عرضی لکھتا ھون .

حال میرا تباہ ھوتے ھوتے اب یہ نوبت پہنچی ، کہ اب کی تنخواہ مین سے ۵٤[1] روپئے بچے. ٦٣[1] روپئے کا چٹھا ماھوار کا سُو سہماھہ دینا. مجملًا آٹھ سو روپئے ھون ، تو میری آبرو بچتی ھے . ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکے نام کی تنخواہ سے قطعِ نظر کی . اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال . کبھی نہ کھونگا . آٹھ سو روپئے مجکو اور دیجے. شادی کیسی ؟ میری آبرو بچ جائے ، تو غنیمت ھے. برخوردار نواب مرزا خان کے خط مین یہ حال مفصل لکھا ھے . وہ عرض کریگا . مختصر یہ کہ اب میری جان اور آبرو آپ کے ھاتھ ھے. مگر حضور جو عطا فرمانا ھے، جلد ارشاد ھو. زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رھو قیامت تك ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

عرضداشتِ گدایِ یك در اسد اللّٰہِ مضطر . ١٦ نومبر سنہ ۱۸٦۸ .

(۱۰٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے. بہت دن ھوئے ، کہ برخوردار نواب مرزا خان نے مجکو مبارکباد لکھی تھی ، کہ حضور نے تیرے قرض کے ادا کرنے کی نوید دی ھے ، اور مقدارِ قرض پوچھی ھے. سو مین نے اونکو لکھ بھیجا تھا ، کہ آٹھ سو روپئے مین میرا قرض تمام ادا ھوجایگا . اس تحریر سے

---

(۱) یہان میرزا صاحب نے حسابی رقوم لکھی تھین . مین نے سہولت طباعت کے خیال سے اونکو الفاظ مین لکھدیا ھے .

یاددهی منظور ہے. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس   هر برسکے هون دن پچاس هزار

آرام کا طالب غالب. صبحِ پنجشنبه ۱۷ دسمبر سنه ۱۸٦۸ (۱)

(۱۰۷)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعــدِ تسلیم معروض ہے. عنایت نامه اوراوس مین تنخواهِ دسمبر سنه ۱۸٦۸ کی هنــڈوی ملفوف پهنچی. جلد یاد آوری کا شکر بجا لایا. حضور قرضخواهون نے بهت عاجز کر رکها ہے. بس میرا یهی کام ہے که یاد دلادون آگے حضرت مالك هین.

تم سلامت رهو هزار برس   هر برسکے هون دن پچاس هزار

عرضداشتِ غالبِ گدیه خواه. مرقومهٔ روزِ یکشنبه اواخرِ تاریخِ رمضان المقدس ســـنه ۱۲۸۵ ھ (۲).

---

(۱) اس عریضه کی لفافه پر ۱۵ دسمبر سنه ۱۸٦۸ درج هی اور لفافه کی پشت پر نوٹ هی: «پیش نموده شد حکم صـادر نشد. ۲۰ دسمبر سنه ۱۸٦۸ ع».

(۲) لفافه پر «دهم جنوری سنه ۱۸٦۹» تحریر هی. یه میرزا صاحب کی آخری تحریر هی. حسین علی خان کی عریضه سی معلوم هوتا هی که جنوری کی تنخواه ۱۵ فروری کو میرزا صاحب کی انتقال سی ایك گهنٹه قبل پهنچی تهی، اسلئی اوسکی رسید اپنی قلم سی نه لکهه سکی. سویم کی روز حسین علی خان نی سرکار کو میرزا صاحب کی انتقال کی اطلاع دیتی هوی لکها: «بتاریخ ۱۵ فروری سنه حال مطابق ۲ ذیقعده روز دوشنبه وقت ظهر جناب دادا جانصاحب قبله نواب اسد الله خان غالب عرف مرزا نوشه صاحب نی اس جهان فانی سی رحلت کی. فدوی کچهه عرض نهین کرسکتا که کسقدر رنج والم اس سانحهٔ جانگزا و جگر خراش سی لاحق هوا هی. اور نیز جناب دادی صاحبه معظمه کا حال اس رنج سی عالم پیری مین ایسا هوگیا هی که گذارش نهین کیا جاسکتا هی. حضور کا نوازشنامه مع هنڈوی یکصد روپیه بابت تنخواه جنوری سنه ٦۹ع کی ۱۵ فروری کو ایك گهنٹه پهلی انتقال دادا جانصاحب سی شرف صدور لایا تها. رسید هنڈوی واسطی اطلاع حضور کی عرض کیگئی».

«بخدمت نوابصاحب مشفق و مکرم مظہر لطف و کرم
نواب زین العابدین خانصاحب بہادر عرف
کلن میان سلمہ اللہ تعالی مقبول باد»[1]

(صاحبزادہ سید زین‌العابدین خان بہادر عرف کلن میان ولد صاحبزادہ سید اصغر علیخان بہادر ولد نواب سید عبداللہ خان بہادر ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر، نواب فردوس مکان کی ہمجد تھی. دلی مین پیدا ہوی، اور وہین نشو و نما پائی. اپنی دادا نواب سید عبداللہ خانصاحب بہادر کی صدر الصدوری میرٹھ کی زمانہ مین اونکی ساتھ رھی. نواب فردوس مکان کی عہد مین رامپور آئی، اور یہان سی کسی بات پر ناراض ہوکر جیپور چلی گئی، اور وہین توطن اختیار کرلیا. امیر مینائی نی انتخاب یادگار (ص ۲۱۲) مین انکی متعلق لکھا ھی:

«عابد. صاحبزادہ محمد زین العابدین خان عرف کلن خان ولد صاحبزادہ محمد اصغر علیخان اصغر..... بیالیس برس کا سن ھی. تلمذ کسی سی نہین. بطور خود کہتی ہین. یہ اونکا کلام ہی:

تھا جو اوڑتا ھی ہوش کو میری بوی گیسوی عنبرین ہوتا
تھا نہ کھلتا جو عقدۂ دلکو کاش ابرو کی تیری چین ہوتا»

انکی دادا میرزا صاحب کی مخلص دوست تھی. اسلئی یہ میرزا صاحب کو اپنا بزرگ اور وہ انھین اپنا فرزند خیال کرتی تھی. لیکن نواب فردوس مکان ان سی آخر مین ناخوش ہوگئی تھی، اسلئی میرزا صاحب نی ان کی کلام پر اصلاح دینی سی انکار کردیا تھا. صاحبزادہ سید زین‌العابدین خان بہادر نی جیپور مین دسمبر سنہ ۱۸۹۲ ع کو انتقال کیا.)

(۱۰۸)

بنـــدہ پرور!

مہربانی نامہ پہنچا. مین تو سمجھا تھا، آپ مجکو بھول گئے. بارے یاد کیا. جناب نوابصاحب میرے محسن اور میرے قدردان اور میری امیدگاہ ہین. مین اگر رامپور نہ آؤنگا تو کہان جاؤنگا. یہ جو آپ کہتے ہین کہ تجکو آنے مین تردد کیا ہے، تردد کچھ نہین، توقف ہے. وجہ توقف کی یہ کہ مین

(۱) یہ عبارت میرزا صاحب نی لفافہ پر لکھی تھی. مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی ھی.

نے اپنی پنسن کے باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تھی . وھان سے صاحب کمشنرِ شہر کے وہ درخواست حواله ھوئی . صاحب کمشنرِ دھلی نے صاحب کلکٹرِ شہر سے کیفیت طلب کی ھے . پس اگر وہ کیفیت پنسن کی ھے . تو یہان کی کلکٹری کا دفتر اگر نہین رھا نہ رھے . ریٔنو بوڑد[1] کے دفتر، اور لفٹنٹ گورنری آگرہ، اور نواب گورنر جنرل کلکتہ کے دفتر اس پنسن کی کیفیت سے خالی نہین ھین . اور اگر میری کیفیت مطلوب ھے، تو میرا بے جرم اور بری اور الگ ھونا فساد سے از رویِ دفترِ قلعہ و اظھارِ مُخبرین ظاھر ھے . بہر حال صاحب کمشنرِ شہر کیفیت صاحب کلکٹر سے طلب کرکر چیف کمشنر کیساتھ پنجاب کو گئے ھین . دیکھئیے کب آوین، اور بعدِ ملاحظۂ کیفیت کیا حکم دین . مگر تا صدورِ حکم مین یہان سے کہین جا نہین سکتا . ھان بعد ملنے حکم کے، خواھی دلخواہ ھو خواھی مخالفِ مدعا، دونون صورت مین رامپور آؤن گا . مگر حیران ھون، کہ جب تك یہان رھون کھاؤن کیا، اور جب چلنے کا قصد ھو تو رامپور کسطرح پہنچون . کیا خوب ھو کہ تم یہ رقعہ اپنے نام کا حضور کو، یعنی حضرت نوابصاحب کو، پڑھواکر اس مدعایِ خاص کا جواب، جو وہ فرمائین، مجکو لکھ بھیجو . لیکن تم سے یہ توقع کیونکر پڑے کسواسطے کہ تم نے اردو دیوان کے پہنچنے نہ پہنچنے کا حال جنابِ عالی سے دریافت کرکر کب لکھا ھے، جو اس بات کا جواب لکھوگے . زیادہ اس سے کیا لکھون . از غالب . نگاشتۂ و روان داشتۂ پنجشنبه ٢٥ مارچ ١٨٥٨ع . ضروری جواب طلب[2] .

---

(١) اس لفظ کو میرزا صاحب نے اسیطرح لکھا ھے . لیکن صحیح « بورڈ » ھے .

(٢) خط کے لفافه سے معلوم ھوتا ھے که میرزا صاحب نے ٢٤ تاریخ کو امی لکھ لیا تھا، اور یہ ارادہ تھا، که ٢٥ کو پوسٹ کرائینگے، اسلئے ٢٥ مارچ تاریخ لکھدی تھی . لیکن بعد ازان از راہ عجلت ٢٤ ھی کو ڈاك مین ڈلوا دیا . اصل عبارت یه ھے : « در شہر رامپور موصول و بخدمت نوابصاحب مشفق و مکرم مظھر لطف وکرم نواب زین العابدین خانصاحب عرف کلن میان سلمه الله تعالی مقبول باد . از غالب یکرنگ . بیرنگ . مرسلۂ ٢٥ مارچ ١٨٥٨ . ضروری . جواب طلب و شتاب طلب . چون عجلت در ارسال مکتوب می بایست، هم بروز چهار شنبه آخر روز ٢٤ مارچ فرستاده شد » .

(۱۰۹)

نوابصاحب والا قدر عظیم الشان سلمکم اللہ تعالے.

بعدِ سلامِ مسنون مشہودِ خاطرِ عاطر ہو. سابق آپ کا خط متضمن اردو کے استفتایِ روزمرہ کا آیا تھا. اوسکا جواب جو مجھے معلوم تھا لکھ بھیجا. اب جو دوسرا خط آیا، اوس مین آپ نے اپنے اشعار بتوقعِ اصلاح بھیجے هین. آپ کو معلوم رہے کہ مین خاص خدمتِ اصلاحِ اشعار پر جناب نوابصاحب قبلہ کا نوکر هون، اور آپ حضور کے عزیزون مین اور فرزندون مین هین. پس مین بے حکم حضور کے آپ کی خدمت بجا نہین لا سکتا. نا چار کاغذِ اشعار مسترد بھیجتاهون. "یہ امر یقین ہے کہ موجبِ ملالِ خاطرِ اقدس نہوگا. بندگی بیچارگی. زیادہ اس سے کیا لکھون، کہ مدعایِ ضروری الاظہار اسیقدر تھا. والسلام." راقم اسد اللہ خان غالب. ۱٤ مارچ سنہ ۱۸٦۵[1].

(۱) زین العابدینخان کی خط کیلئی خط نمبر ۱۱۲ کا حاشیہ ملاحظہ ہو.

«بمطالعۂ منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی سلمہ‌اللہ تعالی مفتوح باد»[1]

(منشی سیلچند راجہ کنورسین کی اولاد مین هین. کنورسین قوم کی کایستھ اور نواب سید علی محمد خان بہادر فاتح روھیلکھنڈ کی معتمد سردار تھی. قلعۂ سرھند کی فتح مین اپنی ولی نعمت کی همرکاب خدمات شایستہ انجام دیکر بادشاہ دھلی کی دربار سی راجہ کا خطاب حاصل کیا. روھیلہ سلطنت کی ٹکڑی هوی، اور نواب سید فیض‌اللہ خانصاحب بہادر ریاست رامپور کی والی بنکر اس خطہ مین تشریف لائی، تو اونکی رکاب مین تمام وفادار سرداران روھیلہ کیساتھ منشی صاحب کا خاندان بھی تھا. منشی سیلچند کی تاریخ ولادت اور جای پیدائش کا صحیح حال معلوم نہوسکا. البتہ ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸۹٤ ع کو انکی عمر اکیاسی سال کی تھی. اس حساب سی سنہ ولادت ۱۸۱۳ ع قرار پاتا هی. انکا ابتدائی تقرر نواب سید احمد علیخان بہادر کی عہد حکومت مین بعہدۂ ناظر نظامت هوا. بعد ازان عامل (تحصیلدار) مقرر هوی. ۱۸٤٤ ع مین انکی والد نی وفات پائی تو اونکی اسامی پر محکمۂ عالیۂ دار الانشا مین بدلدی گئی. غدر سنہ ۱۸۵۷ ع مین ریاست کیطرف سی خبر رسانی و فراهمی رسد وغیرہ کا کام انجام دیا، اور نواب گورنر جنرل بہادر سی بصلۂ خدمات دربار فتحگڑہ مین دوشالہ انعام پایا. نواب فردوس مکان نی بھی انکی خدمات کی تعریف مین روبکار جاری فرمایا، اور ایک تلوار عطا کی. نوابصاحب کی وفات کی بعد نواب خلد آشیان اور نواب عرش آشیان نی بھی انکی بہت قدر و منزلت فرمائی. بالآخر پانچ والیان ریاست کی خدمت کر کی ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸۹٤ ع کو اکیاسی سال کی عمر مین رامپور مین انتقال کیا.

منشی سیلچند کو فارسی مین کافی دستگاہ حاصل تھی، اور ملا غیاث الدین رامپوری مولف غیاث اللغات فارسی سی شرف تلمذ تھا. شعر بھی کہتی تھی. اور منشی تخلص کرتی تھی.)

(۱۱۰)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی سلّمہ اللہ تعالی.

بعد دعای دوام حیات و ترقی درجات معلوم فرمائین. اگرچہ از روی خطوط حضور، صحت و عافیت حضور معلوم هوتی هے، لیکن یہ کہین سے نہین سنا، کہ غسل صحت کیا، یا کس دن کرینگے. آپ سے یہ فقیر کا سوال هے،

---

(۱) یہ عبارت میرزا صاحب نی مکتوب مورخہ ۲۵ دسمبر سنہ ۱۸٦٤ ع کی لفافہ پر لکھی تھی. مین نی یہان تبرکاً نقل کردی هی.

که مجکو لکھئیے، که حضرت غسل کسدن فرمائین گے. اور اگر موافق میری آرزو کے نہا چکے ہون، تو غسل کی تاریخ سے اطلاع دیجے. خیر و عافیت کا طالب غالب. ۲۵ دسمبر ۱۸٦٤[۱].

(۱۱۱)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی کو خدا سلامت رکھے!

مادۂ تاریخ غسلِ صحت کو تم نے غور نہین کیا. ۱۸٦٦ عدد ہوتے ہین. پھر کیا حضور سالِ آینده غسلِ صحت فرمائین گے؟ یه تو جنوری سال ۱۸٦٥ ہین. اس تاریخ کا قطعه کیونکر لکھون[۲]؟

یه جو مین نے قصیدۂ تہنیت لکھکر بھیجا ہے، منشا اسکا یه ہے، که شاہ کبیر الدین صاحب رامپور سے آئے، اور اونہون نے کہا، که نواب صاحب جمعه کے دن ساتوین تاریخِ شعبان کو نہائین گے. اب تمہاری تحریر سے معلوم ہوا، که ماہِ آینده یعنی رجب[۳] مین نہائین گے. خیر وہ کاغذ تو حضور کی نظر سے گزریگا. اگر موقع پاؤ تو حضور مین یه ماجرا عرض کردینا که مین نے بموجب

---

(۱) یه خط نواب فردوس مکان کی غسل صحت کی تاریخ کی متعلق لکھا گیا تھا.

(۲) منشی صاحب نی میرزا غالب کی مکتوب مورخه ۲۵ دسمبر سنه ٦٤ ع کی جواب مین جو خط تحریر کیا تھا، اوس مین ذکر ماہ جشن کی بعد درخواست کی تھی که «ایك ماده تاریخ کا فدوی نی نکالا ہی. سو عرض کرتا ہون. امیدوار ہون، که اوسکی دو شعر موزون فرما کر عنایت نامۂ موسومه فدوی کی مین عنایت فرمائی. بیت: کا شکر سر اعدا عرض کر تو ای منشی * بندگان عالی کا آج غسل صحت ہی». اس شعر کا مصرع ثانی مادۂ تاریخ ہی. چونکه اسکی اعداد ۱۸٦٦ ہوتی ہین، اسلئی ایك عدد کا تخرجه کیا گیا ہی. فقره (کا شکر سر اعدا) بتاتا ہی، که اگر سر اعدا یعنی حرف الف کی عدد کو، جو «ایك» ہی، ماده مین سی کم کر دیا جائی تو اعداد مطلوبه ۱۸٦٥ حاصل ہوجائین گی. چونکه یه قاعدۂ تاریخ گوئی کی عین مطابق ہو اسلئی تعجب ہوتا ہی. که میرزا صاحب نی اسپر کیون اعتراض کیا.

(۳) میرزا صاحب نی سہواً ماہ آینده کو رجب لکھدیا ہی. فی الواقع ماہ آینده رمضان تھا. اسلئی که خط نمبر (۳۹) سی معلوم ہوتا ہی که اس سال ۱۳ دسمبر کو رجب کی ۱۳ تاریخ تھی. لہذا ۱۹ جنوری کو، جو تاریخ تحریر خط ہی، ۱۹ یا ۲۰ شعبان ہوگی. اور شعبان کی بعد رمضان آتا ہی. رجب نہین آتا.

روایتِ شاہ کبیر الدین کے اسکے ارسال مین جلدی کی ہے[1]. غالب ١٩ جنوری سنہ ١٨٦٥.

(١١٢)

منشی صاحب! عجب اتفاق ہے، کہ حضور اپنے خط مین اپنے مزاجِ مبارك کا حال کچھ نہین لکھتے، اور میرا دھیان لگا ہوا ہے. خدا کیواسطے! تم مفصل حال لکھو، کہ کیا عارضہ باقی ہے، اور صورت کیا ہے؟ دربار بدستور ہوتا ہے یا نہین؟ سوار ہوتے ہین یا نہین؟

زین العابدین خان نے جیپور سے اپنے اشعار اصلاح کیواسطے میرے پاس بھیجے. مین نے اصلاح دینے سے انکار کیا، اور اشعار مسترد کردئے. اون کا خط اور اوسکی پشت پر اوسکے جواب کا مسودہ اس خط مین لپیٹ کر تم کو بھیجتا ہون. پڑھ لو. بلکہ اگر موقع اور محل پاؤ، تو حضور کو بھی پڑھوا دو[2]. والدعا. اسد اللہ خان غالب. ١٤ مارچ سنہ ١٨٦٥.

(١١٣)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیاچند صاحب میر منشی کو فقیر غالب کی دعا پہنچے. یہ خط[3] مین نے ایك شبانہ روز کی فکر مین حضور کو لکھا ہے. مگر مسودہ جو ہر بار کچھ کا کچھ ہوتا رہا، اس سبب سے

---

(١) اشعار تہنیت کیلئی عریضہ نمبر ٣٦ کا حاشیہ ملاحظہ ہو.

(٢) زین العابدین خان کا خط حسب ذیل ہی: « نوابصاحب مشفق مہربان، کرمفرمای دوستان، مجموعۂ خوبیہای بیکران سلمہ اللہ تعالی. بعد سلام مسنون، واشتیاق ملاقات مباہجت مشحون، یہ چند خزف ریزی بھیجکر تکلیف دیتا ہون، کہ نگاہ گوہر سنج سی ملاحظہ کرکی اغلاط محاورات وتراکیب، وسستی بندش، وتعقیدات صوری ومعنوی، وتنافر الفاظ، وابتذال مضامین، جس جگہ واقع ہو مطلع فرمائیے. فقط. امر مستفسرۂ سابق مین صدور مہربانی نامۂ نامی نی خلجان رفع کیا. جواب اسکا بھی اگر جلد عنایت ہو بعید ارتباط دیرینہ سی نہوگا. زیادہ شوق و بس. فقط. نگاشتۂ دہم مارچ سنہ ١٨٦٥ع. مقام جیپور. زین العابدینخان ». میرزا صاحب کی جواب کیلئی مکتوب نمبر ١٠٩ ملاحظہ ہو.

(٣) عریضہ نمبر ٤٢ مراد ہی.

میرے پاس نہین رہا. اور خدا کی قسم! کہ مین اب بہت ناتوان ہوگیا ہون. یہ خط لیٹے لیٹے صاف کیا ہے. اور اس تحریر کو مجموعۂ نثرمین رکھا چاہتا ہون. آپ اس کی نقل کرکے مقرر مجکو بھیجدیجیے گا. بڑا احسان مجھ پر ہوگا[۱].

اسد اللہ.

(۱۱٤)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان عزیز تر از جان منشی سیلچند کو فقیر غالب کی دعا پہنچے[۲]. کیون صاحب؟ ہم تو تم کو اپنا فرزند سمجھین، اور تمھارا یہ حال کہ مراسمِ فرزندی بجا نہین لاتے. خط لکھنا تم نے یک قلم موقوف کردیا. اور بھائی بے تکلف لکھتا ہون کہ مجھ مین اب دم نہین ہے. نہ طاقت باقی ہے، نہ حواس درست ہین[۳]. آج کے نوابصاحب کے خط مین دوجگہ غلطیان ہوئین مجھ سے. لکھا کچھ چاہتا ہون، لکھ کچھ جاتا ہون. بس اب تو یہ نوبت پہنچی ہے[۲]، کہ آج بچا کل مرا، کل بچا پرسون مرا. اس خط کا (جواب)[٤] مجکو جلد لکھو. اور اوس مین یہ لکھو، کہ احسان حسین خان (اور اونکے بھائی مظفر حسین خان)[٥] جو لکھنو سے آئے ہین،

---

(۱) یہ عریضہ کلیات نثر فارسی مین شامل نہین. اغلب یہ ھی، کہ یہان سی نقل روانا نہین کیگئی.

(۲) کاتب نی دونون جگہ «پونچی» لکھا ھی. لیکن میرزا صاحب نی اسی متن مین علی حالہ باقی رکھکر پائین خط مین اپنی قلم سی «پہنچی» بنادیا ھی، اسلئی مین نی متن مین صحیح املا لکھنا مناسب خیال کیا.

(۳) حواس کا املا کاتب نی ھای ھوز سی لکھا تھا. مرزا صاحب نی اوسکو قلمزد کرکی حای حطی سی لکھا ھی.

(٤) میرزا صاحب کی خط مین یہ لفظ موجود نہین ھی. لیکن سیاق چاھتا تھا اس لئی مین نی اسکو سہو کاتب و مکتوب لہ خیال کرکی بریکٹ مین اضافہ کردیا ھی.

(٥) احسان حسین خان اور مظفر حسین خان، مسیح الدولہ حکیم علی حسین خان بہادر لکھنوی، طبیب شاہ اودھ کی صاحبزادی تھی. الحاق اودھ کی بعد رفتہ رفتہ روساء شہر و اراکین سلطنت تباہ حال اور پریشان روزگار ھونا شروع ھوئی، تو ان مین سی اکثر اصحاب نی دربار رامپور کی دامن الطاف وکرم مین پناہ لی. یہ دونون بھائی بھی سنہ ٦٧ع مین یہان آگئی. نواب خلد آشیان نی انکی شایان شان قدر و منزلت کا اظہار فرمایا، اور اپنی مصاحبین خاص مین جگہ عطا کی. احسان حسین خان بہادر نی جمعہ کی دن ٥ رجب سنہ ۱۲۹۰ ھ (۱۸۷۳ ع) کو کربلای معلی مین انتقال کیا. مظفر حسین خان آخر مین بنارس چلی گئی تھی، اور تیرھوین صدی کی آخر تک بقید حیات تھی.

نوابصاحب کی سرکار سے اونکا کیا در ماھہ مقرر ہوا ھے، اور تعظیم و توقیر کا کیا رنگ ھے؟ دربا مین جو آتے ھین، تو بیٹھتے کہان ھین[۱]؟ (اس خط کے جواب کا طالب غالب . ۱۱ جون)[۲].

(۱۱۵)

برخوردار نورچشم منشی سیلچند میر منشی کو بعد دعا کے یہ معلوم ہو، کہ اگلے مہینے یعنی اگست سنہ ۱۸۶۸ (کی)[۳] تنخواہ کی ھنڈوی جو تم نے بھیجی تھی، اوسکا روپیہ ابتک نہین پٹا. مین تو جس دن ھنڈوی آتی ھے، اوسی دن یا دوسرے دن اپنے مختار کار کے ہات، کہ وہ بھی مہاجن ھے، بیچ ڈالتا ہون. مگر اوس مختار کار کو، جسکے ھان ھنڈوی آئی ھے، (اوسنے) روپیہ ابتک نہین دیا. ۸ ستمبر کو وہ ھنڈوی بیچکر روپیہ مین نے لے لیا تھا، اور آج ۱۸ ھے. مختار کار کو روپیہ اوسنے ابتک نہین دیا. جس سے تم نے ھنڈوی لکھوائی ھے، اوسکو تم تاکید کرو کہ (یہان کے مہاجن کو روپیہ دینے کی تاکید لکھے تاکہ)[٤] مختار کار کا روپیہ پٹ جاوے (مہر غالب ۱۲۷۸)[٥].

---

(۱) اصل خط مین (ھی) بصیغۂ مفرد تحریر ھو. لیکن اصول زبان کی رو سی (ھین) بصیغۂ جمع ہونا چاھئی. مین نی یہ خیال کرکی کہ اسپر میرزا صاحب کی نظر نہین پڑی. متن مین (ھین) لکھدیا ھو.

(۲) خط کی لفافہ پر میر منشی صاحب کی حسب ذیل تحریر ھو: «خط در جواب نوشتہ شد. ۱۶ صفر سنہ ۱۲۸٤ ھ مطابق ۲۰ جون سنہ ۱۸۶۷ ع». اس سی معلوم ہوتا ھو کہ میرزا صاحب کی خط کی پوری تاریخ ۱۱ جون سنہ ۱۸۶۷ ع ھو.

(۳) یہ لفظ اصل مین ساقط تھا. مین نی بریکٹ مین اسلئی اضافہ کردیا ھو، کہ جملہ بامحاورہ ہوجائی.

(٤) یہ عریضہ بھی میرزا صاحب کی اپنی قلم کا نوشتہ نہین ھو. البتہ جو عبارت بریکٹ مین درج ھو، وہ اونہون نی خود لکھی ھو.

(٥) اس خط کی لفافہ پر ۱۸ ستمبر سنہ ۱۸۶۸ تاریخ درج ھو.

بنام خلیفه احمد علی صاحب احمد رامپوری

(خلیفه شیخ احمد علی صاحب احمد تخلص ولد شیخ نادر علی تقریباً سنه ۱۲۱۹ ھ (۱۸۰۵ ع) مین پیدا هوی . فارسی کتابین مولوی عنبر شاه خان عنبر اور کبیر خان تسلیم سی پڑھین ، اور عربی علوم و فنون دیگر علماء شهر سی حاصل کئی . لیکن ادبیات فارسی کی ذوق نی خلیفه صاحب کو عربی علوم کی لطایف کی طرف متوجه نهو نی دیا ، اور انکی ساری عمر شیراز و شروان هی کی مرغزارون کی سیر مین گزر گئی . رامپور کی اکثر فارسی ادب کی علما کا سلسله ان تك منتهی هوتا هی . نواب خلد آشیان اور نواب عرش آشیان طاب ثراهما کی استادی کا بهی شرف حاصل تها . خلیفه صاحب نی جمعرات کی دن ۲۹ رمضان سنه ۱۳۰۹ ھ مطابق ۲۸ اپریل سنه ۱۸۹۲ ع کو نوی سال کی عمر مین اپنی مکان واقع محله بنگلۀ آزاد خان (رامپور) مین انتقال کیا .

مرزا صاحب رامپور تشریف لائی ، اور خلیفه صاحب سی ملاقات هوئی تو موخر الذکر نی اثنای گفتگو مین عرفی کی کلام پر نکته چینی کی ، اور مثالا یه دوشعر پیش کیے :

ساکتم ، این نغمه تا در نیم شب ، همره مرغ سحر خوان می زنم
شاهدی کو که یك نفس گوشی بدل درد پرور اندازد

میرزا صاحب نی عرفی کی حمایت کی . لیکن اوسوقت بحث ناتمام رهی ، اور یه طی پایا که خلیفه صاحب شب کو آ کر گفتگو کرینگی . معلوم هوتا هی که یه اوس رات تشریف نه لیجاسکی ، اسلئی میرزا صاحب نی اپنی دلائل لکهکر انکی خدمت مین بهیجدیی .

تذکرۀ کاملان رامپور (ص ۲٤) مین اختلافی شعر یه لکها هی :

منکه باشم عقل کل را ناوك انداز ادب مرغ توصیف تو از اوج بیان انداخته

مگر میرزا صاحب کی آینده تحریر کی روشنی مین اسکی صرف یه تاویل کیجاسکتی هی که مذکورۀ بالا دو شعرون کی ساتهه یه بهی معرض بحث مین آیا هوگا . ورنه میرزا صاحب خط مین اسیکا ذکر کرتی .)

(۱۱٦)

جناب مولویصاحب مخدوم مولوی احمد علی صاحب کی خدمت مین

بعدِ سلامِ مسنون الاسلام عرض یه هے ، که فقیر شب کو آپکا منتظر رها . آپ تشریف نه لائے . ناچار تقریر کو تحریر کا پیرایه دیکر آپ کی جناب مین بهیجتا هون . سنینِ فارسیه کا حال بسبیلِ اجمال ایك دو ورقه پر مندرج هے .

بنظرِ اصلاح مشاهده هو[1].

بعـــد اوسکے میری یه عرض هے، که هر چنـد «سحر» اور «صبح» مرادف بالمعنی هین. اور وه انجامِ لیل اور آغازِ نہار هے. مگر بخلافِ صبح «سحر» بطریقِ مجاز بعدِ نصفِ شب سے صبح تك مستعمل هے. طعامِ آخرِ شب کو «سحری» اور «سحرگہی» کہتے هین. اور مرغانِ خوش آواز، که بلبل بھی اون مین هے، اکثر پہر سوا پہر رات سے بولتے هین. نصفِ شب کو مرغِ سحرخوان کا هم آواز هونا محلِ اعتراض نہین هے.

«گوش» کا استعمال «انداختن» کیساتھ اگر شعرایِ هند کے کلام مین آیا هوتا، تو هم اوسکی سند اهلِ زبان کے کلام سے ڈهونڈهتے. جب وه خود عرفی[2] نے لکھا هے، تو هم سند اور کہان سے لائین؟ قواعـدِ زبانِ فارسی کا ماخذ تو ان حضرات کا کلام هے. جب هم انهین کے قول پر اعتراض کرین گے، تو اوس اعتراض کیواسطے قاعده کہان سے لائین گے؟ ان سب باتون کو جانے دیجیے. اسکو ملاحظه کیجیے، که عرفی اکبر شاه[3] کے عهد مین تها.

---

(۱) میرزا صاحب کا یه خط مولوی عبد الحکیم خان صاحب مدرس فارسی مدرسهٔ عالیهٔ رامپور سی مبلغ ۲۵ روپیه مین خریدا گیا تها. فقیر عرشی کا خیـال تها که سنین فارسی کی کیفیت پر مشـتمل دو ورقه بهی موصوف الذکر بزرگ کی پاس هوگا. لیکن باوجود تلاش دستیاب نهوسکا.

(۲) خواجه جمال الدین محمد عرفی ابن خواجه زین الدین علی شـیرازی عهد اکبری کا ممتاز اور بلند پایه فارسی شاعر شمار کیـا جاتا هی. حکیم ابوالفتح اور میرزا عبدالرحیم خانخـانان کا مصاحب اور مداح تهـا. اپنی موخر الذکر ممدوح کی توسط سی شاهزادهٔ سلیم کا اتالیق مقرر هوا. سنه ۹۹۹ ه مین خانخانان کی ساته ٹهٹهـه (سندھ) کی مهم مین شریك هونی کی اراده سی روانا هوا. لیکن شوال سنهٔ مذکوره (اگست سنه ۱۵۹۱ ع) کو ۳۶ سـال کی مختصر عمر مین بمقـام لاهور فوت هوگیـا. اسـکی کلام مین جوانی کا جوش وخروش اور الوالعزمی اپنی تمام معاصرین سی زائد هی. اگر دست قضا سی کچھ عرصه اور بچگیا هوتا، تو بعض ایسی خامیان، جو نظر ثانی نهونی کی سبب کلام مین پائی جاتی هین، هماری فارسی ادیبون کوکبهی نظر نآتین. تاهم ایران کی جو شاعر هندوستان چلی آئی تهی اون مین سی یه نصیب نیك عرفی هی کی حصه مین آیا، که اوسکی زندگی‌مین اسکا کلام شیراز مین پڑها جاتا تها.

(۳) جلال‌الدین اکبر ابن نصیرالدین همایون ابن ظهیرالدین بابر، سلطنت مغلیه کا تیسرا روشن چراغ تها. امر کوٹ (سندھ) مین سنه ۹۴۹ ه (۱۵۴۲ ع) کو پیدا هوا. ابهی تیرا سال نو ماه کی عمر تهی که باپ کا سایه سر سی اوٹهگیا. بیرم خان خانخانان نی اسی بادشاه بنا کر خود صدر اعظم کی حیثیت (باقی)

اور اوس عهد مین قطعِ نظر اور اهلِ کمال سے ابو الفضل[۱] اور فیضی[۲] یه دونو شخص کیسے فاضل تهے . اور پهر عرفی کا ممدوح حکیم ابو الفتح[۳] اسکا وه پایه علم مین تها ، که فیضی اور ابوالفضل کو بهی خیال مین نه لاتا تها . اگر یه دونو شعر عرفی کے غلط هوتے ، تو یه تینون آدمی اوسکی دهجیان اوڑا ڈالتے . حال آنکه فیضی و ابو الفضل اوسکے دشمن تهے . پس جب ان دونون نے باوجودِ عداوت اعتراض نکیا ، تو اب عرفی پر کون اعتراض کر سکتا هے ؟ عرفی کی زبان سے جو نکل جائے وه سند هے . همارے واسطے وه ایك قاعدهٔ محکم هے . وه مطاع هے ، اور هم اوسکے مقلد اور مطیع هین . غالب .

(بقیه) سی کام شروع کردیا . لیکن اپنی خدا داد قابلیت سی اکبر نی بهت جلد انتظام سلطنت کا بار اپنی کاندهون پر اوٹها لیا ، اور سلطنت مغلیه کی حدود کو گجرات ، بنگال ، کشمیر اور سنده تك وسیع کردیا . فتح پور سیکری اسی نی آباد کیا تها . یه بهت معمولی پڑها لکها تها . لیکن ایك دانشمند بادشاه کیطرح بدربار کو اوسوقت کی ممتاز اهل علم سی مزین رکهتا ، اور اونکی علمی مباحثون مین شریك هوتا رهتا تها . جس سی اسکی معلومات اور قابلیت مین غیر معمولی وسعت پیدا هوگئی تهی . اس کی دربار کی نو رتن ابتك مشهور هین . اسکا سب سی اهم کارنامه دین الهی کی ترویج هی . یه مذهب سیاست ملکی مین بهت معاون ثابت هوا . چنانچه هندوستان کی پر شور فضا اسی مذهب کی بدولت جنت نشان بنی تهی . اکبر نی جمادی‌الآخره سنه ۱۰۱۴ ه (۱۶۰۵ ع) کو ۶۵ سال کی عمر مین اس دار فانی کو خیرباد کها هی .

(۱) ابوالفضل ، شیخ مبارك کا بیٹا ، اور فیضی کا بهائی هی . یه سنه ۹۵۸ ه (۱۵۵۱ ع) مین پیدا هوا . سنه ۱۹ اکبر شاهی مین ملازمت کا شرف حاصل کیا اور بهت تهوڑی عرصه مین وزارت کی درجه تك جا پهنچا . اسکو ربیع‌الاول سنه ۱۰۱۱ ه (۱۶۰۲ ع) مین شاهزادهٔ سلیم کی ایما سی ۵۳ سال ۲ ماه کی عمر مین شهید کردیا گیا . یه بڑا مدبر اور زبردست ادیب تها . آئین اکبری ، اکبرنامه ، اور مکاتبات علامی تصنیفات هین . شعر بهی کهتا اور علامی تخلص کرتا تها . یه اکبری دربار کی نورتن مین شمار کیا جاتا هی . اسکی قتل کی اطلاع سی اکبر کو اسقدر صدمه هوا تها که اوس نی کئی وقت کهانا نه کهایا . اور بار بار کهتا تها که اگر شیخو بابا مجهی قتل کرادیتا تو اس سی بهتر تها .

(۲) فیضی ، شیخ مبارك کا بڑا بیٹا ، اور اکبری دربار کا ملك الشعرا تها . حکمت ، فلسفه ، ریاضیات ، تاریخ ، اور سنسکرت کا عالم تها . سواطع الالهام ، اور موارد الکلم ، عربی مین ، اور کلیات نظم ، اور خمسه ، فارسی مین اسکی مشهور تصنیفات هین . یه ۱۰ صفر سنه ۱۰۰۴ ه (۱۵۹۵ ع) کو ۵۰ سال کی عمر مین فوت هوا .

(۳) حکیم ابوالفتح مسیح الدین ابن حکیم عبد الرزاق گیلانی اکبر کا طبیب خاص اور اوس عهد کا بهت بڑا فاضل تها . یه اپنی علمی وجاهت وعظمت کی سبب بادشاه کی دربار مین ممتاز درجه کا مالك اور اکبری دربار کی نورتن مین شامل تها . اسنی سنه ۹۹۷ ه (۱۵۸۸ ع) مین وفات پائی .

بنام مولوی محمد حسن خان مالکِ مطبع

(مولوی محمد حسن خان ابن نور محمد خان ابن شاہ محمد خان مہمند افغان رامپور کی ایک شریف و با عزت خاندان کی فرد تھی۔ انکی دادا شاہ محمد خان نواب سید محمد فیض اللہ خان بہادر کی ہمراہ افغانستان سی تشریف لائی۔ اور فوج مین بعہدۂ جمعداری مقرر ہوئی۔ مولوی محمد حسن خان نی تیغ نیاگان کو قلم سی تبدیل کرلیا۔ اور اوس زمانہ کی مروج تعلیم حاصل کرکی نواب فردوس مکان کی حسب ایما سنہ ۱۸۵٦ع مین «مطبع حسنی» قائم کیا۔ بعد ازان نواب خلد آشیان کی حسب الحکم ۱۲ جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦ع کو اخبار «دبدبۂ سکندری» کا پہلا پرچہ شائع کیا، جو اسوقت تك اپنی عمر کی ۷٤ سال پوری کرچکا ہی، اور ہنوز اپنی روایتی وفاداری حکومت ہند و رامپور پر قائم ہی۔ سنہ ۱۸۷۷ع کی دربار قیصری مین گورنمنٹ یو-پی نی انہین اپنی صوبہ کی مدیران اخبارات و رسایل کا نمایندہ بناکر بھیجا۔ نواب خلد آشیان نی ایام ولیعہدی مین اپنا مصاحب منتخب کیا، اور عہد حکومت مین متعدد اہم سفارتی خدمات تفویض فرمائین۔ انکی بعد نواب سید محمد مشتاق علیخان بہادر عرش آشیان نی آنریری مجسٹریٹ مقرر فرمایا۔ مولویصاحب نی ۱۷ شوال سنہ ۱۳۱٤ھ (۱۸۹٦ع) کو ۹۰ سال کی عمر مین انتقال فرمایا۔ آپکی بعد چند سال تك آپکی خلف الرشید مولانا شاہ فاروق حسن خانصاحب صابری رحمہ اللہ نی اپنی مشاغل طریقت کی ساتھ «دبدبۂ سکندری» کو بھی ایڈٹ کیا۔ لیکن سنہ ۱۹۰۳ع سی فرائض ادارت اپنی فرزند اکبر مولانا فضل حسن خانصاحب صابری کی سپرد کردیئی، جو آجتك اسی انجام دیرہی ہین۔ موخرالذکر بزرگ نی اپنی گرامی نامۂ موسومۂ فقیر عرشی مین تحریر فرمایا ہی: «اخبار دبدبۂ سکندری کی ہندوستان بھر کی اخبارات مین یہ نمایان خصوصیت ہی کہ ۷٤ سال کی مدت مدید مین برٹش گورنمنٹ اور لوکل گورنمنٹ نی کبھی اسکی ایک حرف پر نہ کوئی اعتراض کیا، نہ اس سی کبھی ضمانت طلب ہوئی، نہ اسپر کسی نی آجتك کوئی مقدمہ چلایا»۔)

(۱۱۷)

مشفق اور مکرمی محمد حسن خانصاحب[۱] کو غالبِ آزردہ دل کا سلام پہنچیے۔ آج بھی آپکا ایک خط آیا۔ کئی اخبار آپکی پھیرے، کئی خط آپکی پھیرے، اور آپ اخبار بھیجے جاتے ہین۔ الٰہی! آپکا خط خط تھا، یا کوئی جھوٹ کی پوٹ۔ بیشتر مجذوبون کی سی بڑ۔ اور جو کچھ سمجھ

(۱) میرزا صاحب نی مکتوب الیہ کا نام، القاب اور سرنامہ دونون مقامات پر محمد حسین خان لکھا ہی۔ یہ سہو ہی۔ صحیح نام محمد حسن خان ہی۔

مین آیا، وہ غلط اور دروغ اور جھوٹ. یہ غلطِ محض ہے کہ مطبع حضور کا ہے، اور تم مہتمم ہو حضور کیطرف سے. اللہ! اللہ! ڈگی جی سنگھ کی تعریف مین کہین سارا ایك صفحہ کہین سارا ایك ورق سیاہ کرتے ہو، اور اپنے والیِ ملك اور اپنے پادشاہ یعنی امیر المسلمین نواب کلبِ علیخان بہادر کے نام (کے)[1] آگے یا نام سے پہلے کوئی دو تین لفظ تعظیم کے لکھتے ہو بس، اور اس قباحت کو نہین سمجھتے کہ اگر یہ اخبار حضور کی طرف سے ہے، تو گویا ڈگی سنگھ جی کی تعریف بھی حضور کی طرف سے ہوگی. ہندستانی علمداری[2] مین وہ ایك زمیندار اور مالگزار تھا. اب گورمنٹِ ہند نے اوسکو جاگیردارِ مستقل کردیا. اور نواب محمد علیخان رئیسِ ٹونك کا ہر اخبار مین ایك مرثیہ لکھتے ہو. اس سے یہ معلوم ہوا کہ تم طرح طرح سے اطراف و جوانب کے رئیسون سے بھیك مانگتے ہو. بھائی! «یك در گیر و محکم گیر». اگر حضور کے نوکر بھی نہین ہو تم، تو آخر رعیت تو ہو. یہ کیا ہے کہ اپنے پادشاہ کا ذکر سب سے پیچھے لکھتے ہو، کبھی صفحہ پر کبھی حاشیہ پر؟ ہم نے ان باتون سے بیزار ہوکر تمھارا اخبار موقوف کیا ہے، اور اب پھر تمہین لکھتے ہین، کہ دوھائی خدا کی! مین یکم جنوری سنہ ۱۸۶۸ سے «دبدبۂ سکندری» کا خریدار نہین ہون. نہ بھیجا کرو. واسطے خدا کے! نہ بھیجا کرو. اس سے زیادہ کیا لکھون. (مہر **غالب** ۱۲۷۸).[3] (۲۵ فروری سنہ ۱۸۶۸ ع).

(۱) یہ لفظ اصل مین ساقط تھا. مین نے سیاق کلام کی حسب اقتضا بڑھا دیا ہے.

(۲) یہ خط میرزا صاحب کی قلم کا نوشتہ نہین ہے، اسلئی ممکن ہے کہ کاتب نے سہواً «عملداری» کی بجای «علمداری» لکھدیا ہو.

(۳) خط کی آخر مین تاریخ نہین تھی. مین نے لفافہ کی تاریخ لکھدی ہے. لفافہ کی پشت پر نوٹ ہے: «بموجب خط ھذا بعد استدراك از مرزا نوشہ صاحب مبلغ دو روپیہ ھشت آنہ بابت بقایا حساب اخبار محمد حسن خان حوالۂ لالہ ٹھنڈی‌رام محافظ دفتر نمودہ شد». تمت بالخیر. والحمد للہ اولا وآخراً.

۱ — فہرست اشخاص و قبائل

(ان فہرستون مین جلی ہندسے متن کیطرف اور خفی ہندسے حاشیہ کی طرف اشارہ کرتے ہین ، اور حاشیہ سے فٹ نوٹس اور وہ تحریرین مراد ہین ، جو مکتوب الیہم کے متعلق اون کے نام کے خطوط کے آغاز مین لکھی گئی ہین .)

آزردہ (دیکھو: صدر الدین مفتی) .
آفتاب بیگم - ٦٤ .
آلنقوا - ٦١ .
ابدال - ٥٤ .
ابراہیم ذوق ، شیخ - ١٧ .
ابراہیم علیخان بہادر ، نواب سر حافظ - ٥٤ .
ابو الفتح ، حکیم - ١١٨ ، ١١٩ .
ابو الفضل - ١١٩ .
احسان حسین خان - ١٠٥ ، ١١٥ .
احمد بخش خان بہادر ، نواب - ١١ ، ١٢ ، ٧٩ ، ٩٥ .
احمد حسن مودودی ، حکیم سید - ٥٤ .
احمد شاہ درانی - ٥٤ .
احمد علی جہانگیرنگری ، مولوی آغا - ٧١ ، ٧٢ .
احمد علیخان بہادر ، نواب سید - ٢٩ ، ١١٢ .
احمد علی رامپوری ، خلیفہ - ١١٧ .
احمد علی رسا - ٦٦ ، ٨٥ .
اڈمنسٹن صاحب - ٢٢ .
اصغر علیخان بہادر ، صاحبزادہ سید - ١٤ ، ١٠٩ .
اصغر علیخان رسالدار ، محمد - ٨٧ .
اعجاز علیخان ، صاحبزادہ محمد - ٦٦ .
اکبر ، جلال الدین - ٨٢ ، ١١٨ ، ١١٩ .
اکبر شاہ ، عرش آرامگاہ - ٧٨ .
اکبر علیخان - ٩٦ ، ٩٨ .
الیٹ صاحب - ٧٩ .
الہی بخش خان معروف ، نواب - ١٢ .
امام بخش صہبائی - ٥٨ .
امداد اللہ خان ، صاحبزادہ سید - ٦٤ .
امیر احمد مینائی - ٣ ، ١٣ ، ١٧ ، ٤٢ ، ٤٦ ، ٤٨ ، ٤٩ ، ٩٩ ، ١٠٩ .
امین الدین - ٧١ ، ٧٢ .
امین الدین احمد خان بہادر ، نواب - ١٢ .

انجو ، میاں – ۸۲ .
انوری – ۹۷ .
اودیسنگھ ، راجه – ۹۷ .
اورنگ زیب (دیکھو: عالمگیر) .
ایڈمنڈ ڈریمنڈ – ۸٦ .
ایسری پرشاد نراین سنگھ – ۸٦ .
بابر ، ظهیرالدین – ۱۱۸ .
باقر علیخان – ۲٦ ، ٦۷ ، ۷۲ ، ۸۹ ، ۹۷ ، ۹۸ .
باقی بالله ، خواجه – ۱٤ .
بالمتی ، رانی – ۹۷ .
ببرعلیخان ، حکیم – ٦۳ .
بدر چاچی – ۷۷ .
برلچ – ۷۲ .
بڑیچ – ۱ ، ۱۸ .
بوعلی سینا – ٦۳ .
بهادر شاه ظفر – ۳ ، ۱۲ ، ۷۸ .
بیخبر (دیکھو: غلام غوث خان بهادر) .
بیلی صاحب ، ڈاکٹر – ۸٦ .
ترك – ۷۲ .
ترکمان – ۹۷ .
تفته ، هرگوپال – ۲۷ ، ۳۷ ، ۳۹ ، ٤۹ ، ۵۲ .
تمر ، تیمور – ٦۱ .
ٹیك چند ، لاله – ۷۳ ، ۸۳ .
جان انگلس بهادر – ۸٤ ، ۸۵ .
جلالای طباطبای – ۷۷ ، ۷۸ .
جهانگیر ، نورالدین – ۸۲ ، ۹۷ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹ .
چشتی پهلوان – ۱۳ .
چهج مل کهتری ، رای – ٦۷ .
حالی ، مولانا – ٦۵ .
حبیب‌الله خان ذکا – ٦۹ .
حسرتی (دیکھو: مصطفی خان) .
حسن جهان بیگم – ۹٦ .
حسن علیخان – ۳۱ .
حسن علیخان ، صاحبزاده – ٦٦ .
حسین خان قزوینی ، میرزا – ۷۷ .
حسین علیخان ، مرزا – ۲٦ ، ٤۰ ، ٦۷ ، ۷۵ ، ۸۹ ، ۹۵ ، ۹٦ ، ۹۸ ، ۱۰۰ ، ۱۰۱ ، ۱۰۲ ، ۱۰۵ ، ۱۰٦ ، ۱۰۷ ، ۱۰۸ .
حفیظ الله خان بهادر ، صاحبزاده سید – ۸۵ .
حیا (دیکھو: رحیم‌الدین بهادر مرزا) .
حیات‌النسا بیگم صاحبه – ۹۳ .
حیدر علیخان بهادر ، صاحبزاده سید – ۲۹ ، ۳۰ .
خاقانی – ۸ .
خان آرزو – ۸۳ .
خسرو دهلوی ، امیر – ۷۷ .
خلد آشیان ، نواب سید محمد کلب علیخان بهادر – ۳ ، ۱۷ ، ۲۳ ، ۳۱ ، ٤۰ ، ٤٦ ، ۱۱۲ ، ۱۱۵ ، ۱۱۷ ، ۱۲۰ ، ۱۲۱ .
داغ (دیکھو: نواب مرزا خان) .

ڈانل میکلوڈ صاحب – ۸۸ .
ڈگی سنگھ جی – ۱۲۱ .
ڈلہوسی ، لارڈ – ۲۲ .
ڈنکن میکلوڈ صاحب – ۸۸ .
ذکا (دیکھو: حبیب اللہ خان) .
ذوق (دیکھو: ابراهیم شیخ) .
رحیم بیگ – ۵۸ .
رحیم الدین بہادر حیا ، مرزا – ۹۵ .
رخشان (دیکھو: ضیاءالدین احمد خان بہادر)
رسا (دیکھو: احمد علی) .
رسا (دیکھو: کریم الدین بہادر مرزا) .
رشید ، شیخ – ۸۲ .
رشید وطواط – ۹۷ .
رضوان (دیکھو: شمشاد علی بیگ) .
روهیله – ۱۱۲ .
ریو – ۷۷ .
زین العابدین خان بہادر – ۱۳ ، ۱۰۹ ،
۱۱٤ .
زین العابدین خان عارف – ٤۰ ، ۸۹ ، ۹۷ .
سخن (دیکھو: فخرالدین حسین خان) .
سراج الدین احمد – ۳ .
سرفراز حسین ، میر – ۳۱ ، ۳۲ ، ۳۸ .
سعید الدین احمد خان بہادر طالب ،
نواب – ٤٦ .
سعیدالدین خانصاحب – ٦٦ .
سکندر زمانی بیگم – ٦٤ .
سکھ – ۲۲ .
سلیم ، شاهزاده (دیکھو: جهانگیر) .
سنجر ، سلطان – ۹۷ .
سیاح – ۵۸ .
سیالکوٹی مل – ۷۳ .
سیلچند ، منشی – ۷۵ ، ۷٦ ، ۹۹ .
۱۰۰ ، ۱۰۳ ، ۱۰۵ ، ۱۱۲ .
شاهجهان – ۷۷ ، ۹۷ .
شاه عالم – ٥٤ ، ۷۸ .
شاه محمد خان – ۱۲۰ .
شعاع (دیکھو: اکبر شاه) .
شمس الدین احمد خان ، نواب – ۱۲
شمس الدین خان دهلوی ، نواب – ۱۷ .
شمشاد علی بیگ رضوان – ٦٥ .
شیخو بابا (دیکھو: جهانگیر) .
شیفته (دیکھو: مصطفیٰ خان) .
شیو نراین ، منشی – ۱۰ ، ۳۵ ، ۳۹ .
صدرالدین خان آزرده ، مفتی – ۲ .
صہبائی (دیکھو: امام بخش) .
ضیاء الدین احمد خان بہادر نیر ، نواب –
۱۰ ، ۱۲ ، ۲۸ ، ۷۹ ، ۸۱ ، ۹۸ .
طاهر وحید – ۷۷ ، ۷۸ .
ظفر (دیکھو: بہادر شاه) .
عارف (دیکھو: زین العابدین خان) .
عالمگیر – ۹۷ .
عالیه سلطان بیگم (دیکھو: حیات النسا بیگم) .

عباس ثانی ، شاہ – ۵۸ ، ۲۷ ۔
عبداللہ خان بہادر ، نواب سید – ۴ ، ۱۳ ، ۱۴ ، ۱۰۹ ۔
عبدالحق خیرآبادی ، مولوی – ۴۸ ۔
عبدالحکیم خان ، مولوی – ۱۱۸ ۔
عبد الرحمن خان بہادر ، نواب سید – ۴ ، ۱۴ ۔
عبد الرحمن وحید (دیکھو: طاہر وحید)۔
عبد الرحیم خانخانان – ۱۱۸ ۔
عبد الرزاق شاکر – ۵۸ ۔
عبد الرزاق گیلانی – ۱۱۹ ۔
عبد الرشید الحسنی (دیکھو: رشید شیخ)۔
عبد الصمد ، ملا – ۸۲ ۔
عبد العلیخان بہادر ، سید – ۴۸ ۔
عبد القادر دہلوی ، شاہ – ۳ ۔
عثمان خان بہادر ، مولوی محمد – ۷۸ ۔
عرش آشیان ، نواب سید محمد مشتاق علیخان بہادر – ۶۴ ، ۱۱۲ ، ۱۱۷ ، ۱۲۰ ۔
عرفی ، جمال الدین محمد شیرازی – ۸ ، ۸۲ ، ۱۱۷ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹ ۔
عزت (دیکھو: غیاث الدین ، خلیفہ) ۔
عزیز (دیکھو: یوسف علیخان) ۔
عصمت اللہ خان بہادر فاروقی ، نواب – ۶۶ ۔
علاء الدین احمد خان بہادر علائی ، نواب – ۱۰ ، ۲۹ ۔
علی ، زین الدین شیرازی – ۱۱۸ ۔
علی بخش خان خانسامان – ۳۱ ، ۳۲ ، ۵۲ ، ۹۴ ۔
علی حسین خان بہادر ، مسیح الدولہ حکیم – ۱۰۵ ، ۱۱۵ ۔
علی محمد خان بہادر ، نواب سید – ۱ ، ۶۱ ، ۱۱۲ ۔
عمدہ خانم – ۱۷ ۔
عنبر شاہ خان عنبر – ۱۱۷ ۔
غلام رضا خان ، حکیم – ۵۲ ۔
غلام غوث خان بہادر بیخبر – ۵۰ ، ۵۳ ۔
غلام محمد خان بہادر ، نواب سید – ۱ ، ۱۳ ، ۱۴ ، ۴۸ ، ۸۵ ، ۹۳ ، ۱۰۹ ۔
غلام نجف خان ، حکیم – ۶۵ ۔
غیاث الدین عزت ، خلیفہ – ۲ ، ۴۸ ، ۱۱۲ ۔
فاروق حسن خان صابری ، شاہ – ۱۲۰ ۔
فاضل شطرنج باز – ۹۵ ۔
فتح النسا بیگم ، جنابعالیہ – ۱ ، ۱۸ ، ۱۹ ، ۲۰ ۔
فخر الدین خان ، نواب – ۲۸ ۔
فخرالدین حسین خان سخن – ۷۲ ۔
فخر الزمان (دیکھو: بدر چاچی) ۔
فدا سلہٹی – ۷۲ ۔
فردوس مکان ، نواب سید یوسف علیخان بہادر – ۵۰ ، ۵۲ ، ۵۳

٥٨ ، ٧١ ، ٧٢ ، ٨٥ ، ٨٦ ، ٩٥ ، ١١٢ ،
١١٣ ، ١٢٠ ۔
فضل امام ، مولانا – ٣ ۔
فضل حسن خان صابری، مولانا – ١٢٠ ۔
فضل حق خیرآبادی ، مولانا محمد – ٢
٣ ، ٤ ، ٥ ، ٧ ، ٤٨ ۔
فیروز النسا بیگم – ٤٨ ۔
فیض اللہ خان بہادر، نواب سید – ١ ،
١٨ ، ٢٩ ، ٦٦ ، ١١٢ ، ١٢٠ ۔
فیض محمد خان ، نواب – ٣ ۔
فیضی ، ابوالفیض – ١١٩ ۔
قتیل – ٧٢ ، ٧٣ ۔
کاظم علیخان بہادر عرف چھوٹے
صاحب ، صاحبزادہ سید – ٤٧ ۔
کبیر خان تسلیم – ١١٧ ۔
کبیر الدین ، شاہ – ١١٣ ، ١١٤ ۔
کریم اللہ خان بہادر، صاحبزادہ
سید – ٦٤ ۔
کریم الدین بہادر رسا ، مرزا – ٩٥ ۔
کفایت اللہ خان، صاحبزادہ سید – ٦٤ ۔
کنورسین ، راجہ – ١١٢ ۔
کیننگ بہادر ، لارڈ – ١٩ ، ٢٢ ، ٢٣ ،
٣٣ ، ٣٦ ، ٣٧ ۔
لارنس صاحب ، لارڈ – ٨٦ ، ٨٩ ۔
لیک بہادر، جرنیل لارڈ – ١٢ ۔
مبارک ، شیخ – ١١٩ ۔
مجاور علی صاحب، سید – ١٠٤ ۔
مجید الدین احمد خان بہادر عرف مجو
خان ، نواب – ٦٦ ۔
محمد تغلق ، سلطان – ٧٧ ۔
محمد تقی خان سپہر، مرزا – ٤٨ ۔
محمد حارثی – ٨٢ ۔
محمد حسن خان بہادر صدرالصدور ،
مولوی – ٦٦ ۔
محمد حسن خان ، صاحبزادہ – ٩٣ ۔
محمد حسن خان مالک مطبع ، مولوی –
١٢٠ ۔
محمدالدین احمد خان – ٦٦ ۔
محمد سعید خان بہادر ، نواب سید –
١ ، ٣ ۔
محمد علی ، مولانا – ٣١ ۔
محمد علیخان بہادر ، نواب سید – ٢٩ ۔
محمد علی رائج سیالکوٹی – ٨٣ ۔
محمد علیخان ابن وزیر محمد خان رئیس
ٹونک – ٥٤ ، ١٢١ ۔
محمد نور خان بڑیچ – ١ ، ١٨ ۔
مرتضی خان بہادر، نواب – ٦٦ ۔
مرہٹہ – ١١ ، ١٢ ، ٥٤ ۔
مشتاق علیخان بہادر ، نواب سید ،
(دیکھو: عرش آشیان) ۔
مصطفی خان بہادر ، نواب – ٦٦ ، ٦٨ ۔
مظفر حسین خان بہادر – ١٠٥ ، ١١٥ ۔

معروف (دیکھو: الهی بخش خان نواب) ۔
ملک شاہ سلجوقی – ۹۷ ۔
ممتاز علیخان بہادر ، صاحبزادہ – ٦٦ ۔
مومن خان – ۲ ، ٦۷ ۔
مہدیحسین ، میر – ۱۲ ، ۱٤ ، ۲۷ ، ۳۱ ، ۷۹ ۔
مہدی علیخان بہادر ، نواب – ۸۵ ، ۸۷ ، ۸۸ ۔
مہدی علیخان تحویلدار – ۷۲ ۔
مہمند – ۱۲۰ ۔
میرنصاحب – ۳۱ ، ۳۲ ۔
نادر شاہ – ۵٤ ۔
نادر علی ، شیخ – ۱۱۷ ۔
ناظر حسین ، مرزا – ۱۰ ۔
نصراللہ بیگخان بہادر – ۱۱ ۔
نصراللہ خان بہادر ، نواب سید – ٦٤ ۔
نظام حیدرآباد ، حضور – ۱۷ ۔
نواب مرزا خان داغ دهلوی – ۱۷ ، ۵۷ ، ٦۹ ، ۸۱ ، ۱۰۵ ، ۱۰۷ ۔
نورمحمد خان – ۱۲۰ ۔
نوشہ صاحب ، مرزا – ٦۸ ۔
نولکشور صاحب ، منشی – ۵۲ ، ۷۷ ۔
نیازعلیخان ، صاحبزادہ – ٦٦ ۔
نیّر (دیکھو: ضیاءالدین احمد خان بہادر) ۔
نیّر (دیکھو: ممتازعلیخان) ۔
وارستہ (دیکھو: سیالکوٹی مل) ۔
وکٹوریہ ، ملکۂ معظمہ – ۱۵ ، ۲۱ ، ۲۳ ، ۲٤ ، ۳۳ ، ٤۸ ، ۵٤ ۔
ولی‌محمد سوداگر – ۸۷ ۔
ولیم فریزر ، مسٹر – ۱۲ ۔
هارڈنگ صاحب ، لارڈ – ۲۲ ۔
هرگوپال (دیکھو: تفتہ) ۔
همایون – ۱۱۸ ۔
یوسف خان برادر غالب – ۲۷ ۔
یوسف علیخان بہادر ، نواب سید (دیکھو: فردوس مکان) ۔
یوسف علیخان عزیز – ۱۰ ۔

۲ — فہرست مقامات

آگرہ — ۱۰ ، ۱۱ ، ۸۲ ، ۹۷ ، ۱۱۰ ۔
اصفہان — ۷۲ ، ۷۷ ۔
افغانستان — ۲۲ ، ۵٤ ، ۱۲۰ ۔
اکبرآباد (دیکھو: آگرہ) ۔
الور — ۳ ، ۹۸ ۔
الہ‌آباد — ۸٦ ۔
امرکوٹ — ۱۱۸ ۔
انڈمان ، جزائر — ۳ ۔
انگلستان — ۱۲ ، ۱۹ ، ۲۰ ، ۲۱ ، ۲۷ ۔
اودھ — ۱۹ ، ۱۰۵ ، ۱۱۵ ۔
ایران — ۵٤ ، ۵۸ ، ۷۲ ، ۱۱۸ ۔
بخارا — ۷۲ ۔
برار ، صوبہ — ۲۲ ۔
برما — ۲۲ ۔
بریلی — ٦۵ ۔
بنارس — ٦۷ ، ۸٦ ۔
بنگال ، بنگالہ — ۷۱ ، ۷۲ ، ۸۸ ، ۱۱۹ ۔
بینظیر ، باغ — ۹۲ ۔
پارس — ۸۲ ۔
پانی پت — ۵٤ ۔
پٹیالہ — ۱٤ ۔
پنجاب — ۱۹ ، ۲۲ ، ۸۸ ، ۱۱۰ ۔
تاشقند — ۷۷ ۔
ٹونک — ۳ ، ۵٤ ، ۱۲۱ ۔
ٹھٹھہ — ۸۳ ، ۱۱۸ ۔
جودھپور — ۹۷ ۔
جہانگیر آباد — ٦٦ ۔
جہانگیر نگر — ۷۱ ۔
جھجھر — ۳ ۔
جیپور — ۱۰۹ ، ۱۱٤ ۔
چاچ (دیکھو: تاشقند) ۔
حیدرآباد — ۱۷ ۔
خیرآباد — ۳ ۔
دلی ، دھلی — ۳ ، ٤ ، ۱۰ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱٤ ،
۱۷ ، ۲۵ ، ۲٦ ، ۲۸ ، ٤۹ ، ۵٤ ، ۵۸ ،
٦۷ ، ٦۸ ، ٦۹ ، ۷۹ ، ۸۷ ، ۹۵ ، ۹۷ ،
۱۰۹ ، ۱۱۰ ، ۱۱۲ ۔
رامپور — ۳ ، ۱۰ ، ۱۷ ، ۱۹ ، ۲۵ ، ۲٦ ، ۲۸ ،
۲۹ ، ۳۰ ، ۳۱ ، ۵۰ ، ۵۱ ، ۵٤ ، ٦۵ ،
٦۷ ، ٦۸ ، ٦۹ ، ۸۵ ، ۸٦ ، ۹۰ ،
۹۲ ، ۱۰۹ ، ۱۱۰ ، ۱۱۲ ، ۱۱۳ ،
۱۱۷ ، ۱۱۸ ، ۱۲۰ ۔
رنگون — ۱۲ ۔
روہیلکھنڈ — ۱ ، ۱۱۲ ۔
ساگر — ۸۸ ۔
ستلج — ۲۲ ۔

سرہند – ۱۱۲ ۔
سمرقند – ۷۲ ۔
سنبھل – ۸۵ ۔
سندھ – ۵٤ ، ۷۲ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹ ۔
سوار ، تحصیل – ۲٦ ۔
سونك سونسا ، پرگنۂ – ۱۱ ، ۱۲ ۔
سہارنپور – ۳ ۔
شاہجہان آباد (دیکھو : دلی)۔
شاہجہانپور – ۲۵ ۔
شیراز – ۸۲ ، ۱۱۷ ۔
علیگڑھ – ۸٦ ۔
غازی آباد – ۸۷ ۔
فتحپور سیکری – ۱۱۹ ۔
فتحگڑھ – ۲۱ ، ۲٤ ، ۱۱۲ ۔
فرخ آباد – ۲۵ ۔
فیروزپور جھرکہ – ۱۱ ، ۱۲ ، ۷۹ ۔
قزوین – ۷۷ ۔
قلات – ۲۲ ۔
کاشی پور – ۲۲ ، ۲٤ ۔
کاشی پور ، محلہ – ۸٦ ۔
کانپور – ۸٦ ۔
کربلای معلی – ۱۱۵ ۔
کشمیر – ۱۱۹ ۔
کلکتہ – ۱۹ ، ٦۷ ، ۷۱ ، ۸۵ ، ۸٦ ، ۸۷ ، ۸۸ ، ۸۹ ، ۹۰ ، ۱۱۰ ۔
کھریا ، موضع – ۲٦ ۔
کیچ – ۷۲ ۔
گجرات – ۱۱۹ ۔
گڑھ مکتیسر – ۲۵ ۔
لاوا – ۵٤ ۔
لاهور – ۵٤ ، ۸۸ ، ۱۱۸ ۔
لکھنؤ – ۳ ، ۲۸ ، ۷۷ ، ۱۱۵ ۔
لندن – ۲۲ ، ۸۸ ۔
لوھارو – ۱۱ ، ۱۲ ، ۷۹ ۔
مدینۂ منورہ – ۸۳ ۔
مرادآباد – ۲٤ ، ۲۵ ، ۳۱ ، ٦۵ ، ٦٦ ، ٦۷ ، ٦۸ ، ٦۹ ۔
مراد نگر – ۲۵ ۔
مکران – ۷۲ ۔
ممالك مغربی و شمالی – ۲۲ ، ۲٤ ، ۱۲۰ ۔
میرٹھ – ٤ ، ۱۳ ، ۱٤ ، ۲۵ ، ۵۸ ، ۱۰۹ ۔
نجیب آباد – ۳۱ ۔
نربدا – ۸۸ ۔
ھاپوڑ – ٦۸ ۔
ھرات – ۵٤ ۔
ھند ، ھندستان – ۱ ، ۱۲ ، ۱۹ ، ۲۲ ، ۲۳ ، ۲٤ ، ۵٤ ، ۵۸ ، ۷۲ ، ۷۳ ، ۷۷ ، ۸۲ ، ۸٤ ، ۸۸ ، ۸۹ ، ۹۷ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹ ، ۱۲۰ ، ۱۲۱ ۔

٣ – فہرست کتب و اخبارات

آئین اکبری – ١١٩ .

آئینۂ سکندر ، اخبار – ٣ .

ابر گہربار ، مثنوی – ٣٨ .

اخبار الصنادید – ١٨ ، ٢٣ ، ٢٥ ، ٣١ ، ٣٣ ، ٤٧ ، ٥٢ ، ٥٤ ، ٦٤ ، ٦٥ ، ٧٨ ، ٨٥ ، ٩٢ .

اردوی معلی – ١٠ ، ١٤ ، ٢٧ ، ٢٩ ، ٣١ ، ٣٢ ، ٣٥ ، ٣٦ ، ٣٧ ، ٣٩ ، ٤٩ ، ٥٢ ، ٥٤ ، ٥٨ ، ٦٥ ، ٦٧ ، ٦٩ ، ٧١ ، ٧٩ ، ٨٢ ، ٩٨ ، ١٠٤ .

اعجاز خسروی – ٧٧ .

اکبر نامه – ١١٩ .

امیر حمزه کی داستان – ٥٨ ، ٥٩ .

انتخاب بوستان خیال – ٤٨ .

انتخاب یادگار، تذکره – ٣ ، ١٣ ، ٤٠ ، ٤٢ ، ٤٦ ، ٥٩ ، ٦٤ ، ٦٦ ، ٨٥ ، ٩٢ ، ١٠٩ .

برهان قاطع – ٥٨ ، ٧٣ ، ٧٤ .

بهار عجم ، فرهنگ – ٨٣ .

پنج آهنگ – ١٣ .

تاریخ سلاطین تیموریه – ١٢ .

تاریخ شاهان سلف – ٤٨ .

تاریخ لطیف – ٤٠ ، ٧٢ ، ٧٩ ، ٨٥ ، ٩٨ .

تاریخ هند مصنفۂ الیٹ صاحب – ٧٩ .

تذکرۂ کاملان رامپور – ٣١ ، ١١٧ .

تشریح السنین – ٧٢ .

تیغ تیز – ٧١ ، ٧٢ .

تیغ تیز تر – ٧١ ، ٧٢ .

خزانۂ عامره – ٨٣ .

خمسۂ فیضی – ١١٩ .

داستان حمزه (دیکھو: امیر حمزه کی داستان).

دبدبۂ سکندری ، اخبار – ٤٨ ، ٨٦ ، ٩٢ ، ٩٣ ، ٩٩ ، ١٢٠ ، ١٢١ .

دستنبو – ١٥ .

دیوان اصغر – ١٤ .

دیوان غالب اردو – ١٠ ، ١٥ ، ٧٩ ، ٨٠ ، ٨١ ، ١١٠ .

دیوان غالب فارسی – ٥٣ ، ٥٥ ، ٧٩ ، ٨٠ ، ٨١ .

دیوان ناظم – ٢ ، ٥٣ ، ٥٥ .

دیوان نواب – ٤٨ .

رموز حمزه (دیکھو: امیر حمزه کی داستان) .

ساطع برهان – ٥٨ .

سواطع الالہام – ۱۱۹ ۔

شرح اشعار بدر چاچی – ۷۷ ، ۷۸ ۔

عود ہندی – ۱٤ ، ۳۱ ، ۵۰ ، ۵۸ ، ۷۹ ۔

غالب ، مصنفۂ مہر – ۷۲ ۔

غیاث اللغات – ۲ ، ٤۸ ، ۱۱۲ ۔

فرہنگ جہانگیری – ۸۰ ، ۸۲ ۔

فرہنگ رشیدی – ۸۰ ، ۸۲ ، ۸۳ ۔

قاطع برہان – ۵۸ ، ۷۱ ، ۸۲ ۔

کلیات (نثر) غالب – ۱۳ ، ۱۱۵ ۔

کلیات (نظم) غالب – ٦ ، ۲۸ ، ۲۹ ، ٦۹ ، ۷۹ ، ۸۰ ۔

کلیات فیضی – ۱۱۹ ۔

گلشن بیخار – ٦۷ ۔

گلشن فتوت – ۱۸ ۔

لب لباب رمل – ٦٦ ۔

مصطلحات شعرا – ۸۳ ۔

مکاتبات علامی – ۱۱۹ ۔

منتخب اللغات – ۸۳ ۔

موارد الکلم – ۱۱۹ ۔

موید برہان – ۷۱ ۔

مہر نیمروز (دیکھو: تاریخ سلاطین تیموریہ) ۔

ناسخ التواریخ – ٤۸ ۔

نامۂ غالب – ۵۷ ، ۵۸ ۔

ہدیۂ سعیدیہ – ۳ ۔

یادگار غالب – ٦۵ ۔

تصحیح و استدراك

(پروف کی تصحیح مین انتهائی احتیاط کے باوجود متن اور حواشی مین بعض غلطیان ره گئین تهین ، نیز مکاتیب کی طباعت کے بعد کچھ نئی چیزین بهی معلوم هوئین ، اسلئے مجبوراً تصحیح و استدراك کی نامشکور سعی کرنی پڑی . براه کرم غلطیون کی اصلاح فرما لیجائے ، اور نئی معلومات مناسب مقام پر اضافه کرلیجائین ، تاکه کتاب پڑهتے وقت کوئی غلط فهمی پیدا نهو .)

ص ١٢ ، سطر ١ و ٤ — « لاڑد » بجائے « لارڈ » .

ایضاً ، حاشیه نمبر ٤ ، سطر ٥ — اضافه کیجیے « (اردوی معلی ، ص ١٦٣) » .

ص ١٤ ، حاشیه نمبر ٣ ، سطر ٤ — « بهائی کی حویلی » بجائے « بهائی کے حویلی » .

ص ١٦ ، حاشیه نمبر ١ ، سطر ٨ — « سنه ١٨٥٨ ع » بجائے « سنه ١٨٨٨ ع » .

ص ١٧ ، حاشیه نمبر ٢ ، سطر ٤ — « داروغه تهی اور سو روپیه » بجائے « داروغه تهی سو روپیه » .

ص ١٩ ، سطر ٦ — « لاڑد » بجائے « لارڈ » .

ص ٢١ ، حاشیه ، سطر ٦ — « یهان » بجائے « بهان » .

ص ٢٢ ، حاشیه نمبر ٣ ، سطر ٩ — « تر » بجائے « ر » .

ایضاً ، حاشیه ، نمبر ٥ ، سطر ٤ — « ممالك مغربی و شمالی کے گورنر » بجائے « پنجاب کے گورنر » .

ص ٢٤ ، حاشیه ، سطر ٢٤ — « دعائی » بجائے « دعای » .

ص ٢٦ ، حاشیه ، سطر ٥ — « کی » بجائے « کیلئے » .

ایضاً ، حاشیه ، سطر ٨ — « جا » بجائے « جاجا » .

ص ٢٧ ، سطر ١٤ — « نوازشنامه » بجائے « لوازشنامه » .

ص ٢٩ ، حاشیه نمبر ١ ، سطر ١٥ — « کیا » بجائے « کبا » .

ایضاً ، حاشیه ، سطر ١٧ — « دیده‌ور » بجائے « دیدور » .

ص ٣٧ ، حاشیه ، سطر ١ و ١٥ — « مارچ » بجائے « فروری » . (یه اردوی معلی کے مطبوعه ایڈیشن کی غلطی هے) .

ص ٤٠ ، سطر ٢ — « هزار » بجائے « هزاز » .

ایضاً ، حاشیه نمبر ١ ، سطر ١ — « مرزا » بجائے « مرز » .

ص ٤١ ، سطر ١٠ — « ٹهرتا » بجائے « ٹهرتا » .

ص ٤٤ ، سطر ١٥ — « ناتوانان » بجائے « ناتوان » .

ص ٤٩ ، سطر ١٣ — « چو » بجائے « چون » .

ص ٥٠ ، حاشیه نمبر ١ ، سطر ١٩ — « آمر » بجائے « امر » .

ص ٥٩ ، سطر ٩ — « چو » بجائے « چون » .

ص ٦٠ ، سطر ١ — « دستاری » بجائے « دسناری » .

ص ٦٦ ، حاشیه نمبر ٢ ، سطر ٩ — اضافه کیجیے « سعید الدین خانصاحب نے ٢١ ربیع الثانی سنه ١٣٠٣ ﻫ مطابق ٢٧ جنوری سنه ١٨٨٦ ع اور ٨ جمادی الاولی سنه مذکور مطابق ١٣ فروری سنه مذکور کے درمیان انتقال کیا . »

ص ٦٦ ، حاشیہ نمبر ۳ — «کچھ معلوم نہوسکا » کی بجائی « اونکی صاحبزادہ مولوی محمد نجم الحسن خان کی مکتوب مورخۂ ۲٦ اپریل سنہ ۱۸۷۸ ع سی معلوم ہوتا ہی کہ صدر الصدور صاحب بانس بریلی کی باشندی تھی ، اور خط لکھنی سی پانچ سال قبل ، تقریباً سنہ ۱۸۷۳ ع مین ، انتقال کرگئی . صدر الصدور صاحب کی برادر خورد مولوی حامد حسن خان بھی صدر الصدور تھی . یہ فروری سنہ ۱۸۷۸ ع مین فوت ہوی » .

ص ٦۹ ، حاشیہ ، سطر ٥ — « کی » بجائی « کو » .

ص ۷٥ ، حاشیہ ، سطر ٤ — « ۱۱۰ » بجائی « ۱۰۹ » .

ص ۷۸ ، حاشیہ ، سطر ۲ — « ۱۲۲۱ ھ » بجائی « ۱۲٤۸ ھ » .

ص ۸۰ ، سطر ۱۸ — « لکھتے » بجائے « لھکتے » .

ص ۹٥ ، حاشیہ نمبر ۱ ، سطر ۲ — « رجب سنہ ۱۲۷۲ ھ (۱۸٥٥ ع) مین » بجائی « غدر سنہ ٥۷ ع سی قبل » .

ص ۹۹ ، خط ۹۱ — (مکاتیب کی ترتیب کی وقت قطعۂ آیندہ کی متعلق صرف اسقدر معلوم ہوسکا تھا ، کہ نواب خلد آشیان نی منشی امیر احمد مینائی مرحوم کی حوالہ کردیا. لیکن حسن اتفاق سی کتاب کی طباعت ختم نہوئی تھی ، کہ منشی عتیق الرحمن خان کلیم رامپوری نی قطعۂ مذکور پیش کیا اور بتایا کہ مین نی امیر مینائی مرحوم کی پوتون سی حال مین پرانی ردی خریدی ہی ، اوس مین سی یہ قطعہ دستیاب ہوا ہی . حقیر عرشی نی اسی گنج باد آورد شمار کرتی ہوی سر دست آخر مین شامل کردینا مناسب خیال کیا . انشاءاللہ آیندہ اشاعت مین اپنی مقام پر درج کیا جائیگا .)

(قطعہ)

ھند مین اھلِ تسنن کی ھین دو سلطنتین
حیدرآبادِ دکن ، رشکِ گلستانِ ارم

رامپور اھل نظر کی ھے نظر مین وہ شہر
کہ جہان ھشت بہشت آکے ھوئی ھین باھم

حیدرآباد بہت دور ھے . اس ملك کے لوگ
اوسطرف کو نہین جاتے ھین . جو جاتے ھین تو کم

رامپور آج ھے وہ بقعۂ معمور ، کہ ھے
مرجع و مجمعِ اشرافِ نژادِ آدم

رامپور ایك بڑا باغ ھے از رویِ مثال
دلکش و تازہ و شاداب و وسیع و خوّرم

جس طرح باغ مین ساون کی گھٹائین[1] برسین
ھے اوسی طور پہ یان دجلہ فشان دستِ کرم
ابرِ دستِ کرمِ کلبِ علیخان سے مدام
دُرِّ شہوار ھین، جو گرتے ھین قطرے پیہم
صبحدم باغ مین آجائے جسے ھو نہ یقین
سبزہ و برگِ گل و لالہ پہ دیکھے شبنم
حَبّذا باغِ ھمایونِ تقدس آثار
کہ جہان چرنے کو آتے ھین غزالانِ حرم
مسلکِ شرع کے ھین راھرو و راہ شناس
خضر بھی یان اگر آجائے تو لے انکے قدم
مدح کے بعد دعا چاھیے اور اھلِ سخن
اسکو کرتے ھین بہت بڑھکے بہ اغراق رقم
حق سے کیا مانگیے؟ انکے لئے جب ھو موجود
ملك و گنجینہ و خیل و سپہ و کوس و علم
ھم نہ تبلیغ کے مایل نہ غلو کے قایل
دو دعائین ھین کہ وہ دیتے ھین نوّاب کو ھم
یا خدا! غالبِ عاصی کے خداوند کو دے
دو وہ چیزین کہ طلبگار ھے جنکا عالم
اولاً عمرِ طبیعی بہ دوامِ اقبال
ثانیاً دولتِ دیدارِ شہنشاہِ امم

ص ۱۰۳، حاشیہ نمبر ۲، سط ۱ — «لکھدیا» بجائے «لھکدیا».
ص ۱۰٤، حاشیہ نمبر ۱، سط ۱ — «مشفق» بجائے «مشقق».
ص ۱۰۵، حاشیہ نمبر ۱، سط ۱۲ — اضافہ کیجئے «مظفر حسین خان نے سنہ ۱۲۹۲ ھ (۱۸۷۵ع) مین انتقال کیا (کلیات منیر، ص ٥٤۷)».

---

(۱) میرزا صاحب نے «گھٹائین» لکھا ھو.

Printed by Abdus-Samad Sharafuddin at The Qayyimah Press, 232 Bhendi Bazar, Bombay 3, and published by The State Library, Rampur State, U. P.

The Rampur State Library Publication Series. No. 1.

MAKĀTĪB-I-GHĀLIB

A collection of 115 letters of Najm-ud-Dawlah Dabīr-ul-Mulk Mīrzā Asad-ullāh Khān Bahādur *Ghālib* Nizām-Jang Dihlawī addressed to Nawwāb Firdaws-Makān, Nawwāb Khuld-Āshyān and other persons.

Edited by
IMTIYĀZ 'ALĪ 'ARSHĪ
Librarian, The State Library, Rampur State, U.P., India.

QAYYIMAH PRESS
(PROPS.: SHARAFUDDIN & SONS)
BOMBAY
1937